نوائے اُردو - 1

اُردو کی درسی کتاب

جماعت نہم

FREE

URDU READER - IX CLASS

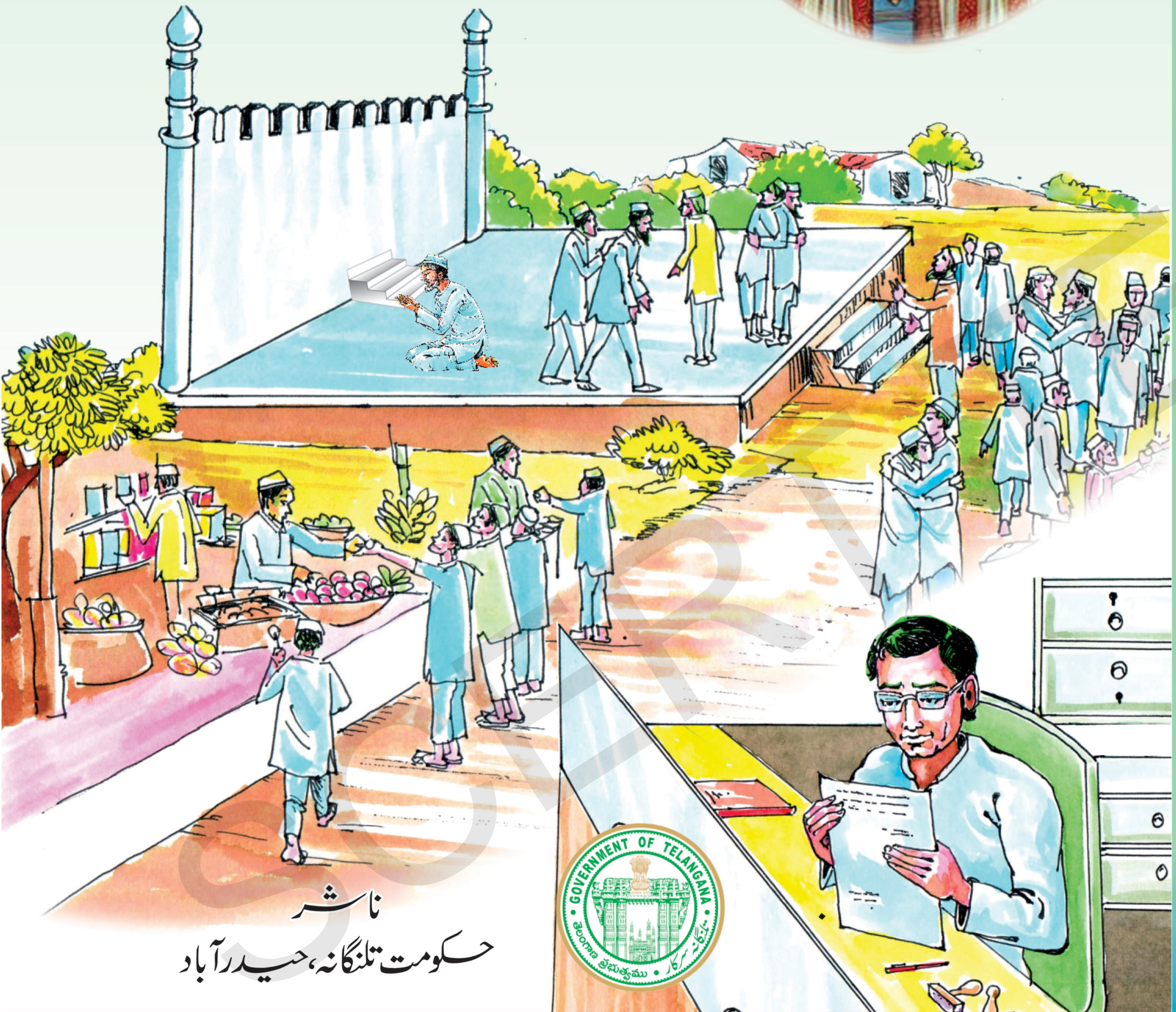

ناشر
حکومت تلنگانہ، حیدرآباد

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

نوائے اُردو - 1 جماعت نہم

URDU READER - IX CLASS

حکومت تلنگانہ

محکمہ ترقی نسواں و بہبود اطفال - چائلڈ لائین فاؤنڈیشن

خطروں اور مشکلوں سے بچوں کے تحفظ کے لیے	CHILD LINE 1098 NIGHT & DAY	جب اسکول یا اسکول سے باہر بدسلوکی ہو
جب افراد خاندان یا رشتہ دار بدتمیزی سے پیش آئیں	24 گھنٹے قومی ہلپ لائین	جب بچوں کو اسکول سے روک کر کام پر لگایا جائے

مفت خدمات کے لیے (دس......نو......آٹھ) 1098 پر ڈائیل کریں

حکومت تلنگانہ، حیدرآباد

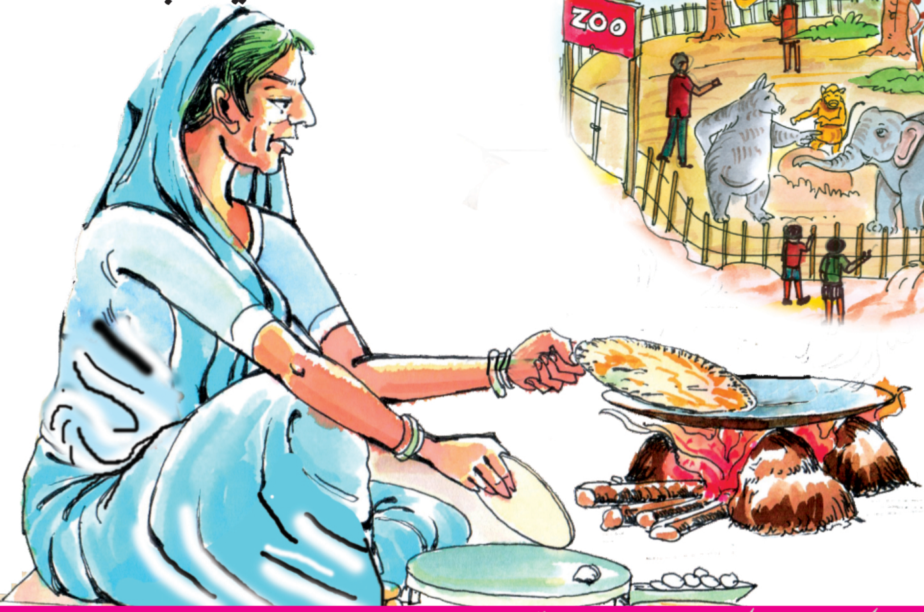

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔

اُردو دنیا کی چند مایہ ناز ہستیاں

امیر خسرو
1253-1325

محمد قلی قطب شاہ
1565-1611

ولی دکنی
1667-1707

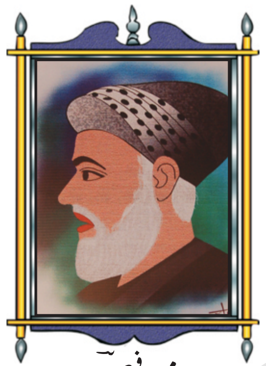
محمد رفیع سودا
1713-1781

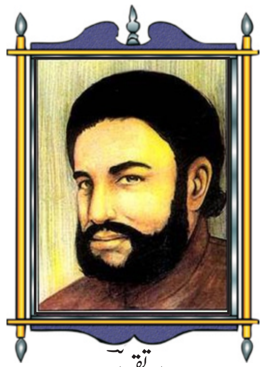
میر تقی میر
1723-1810

نظیر اکبر آبادی
1735-1830

انشاء
1756/58-1817

شیخ محمد ابراہیم ذوق
1788-1854

مرزا اسد اللہ خان غالب
1797-1869

مومن خان مومن
1800-1851

میر انیس
1803-1874

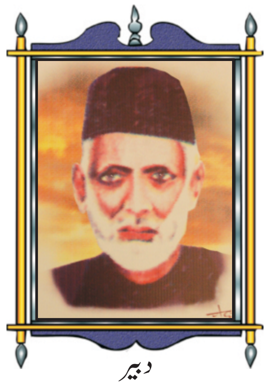
دبیر
1803-1875

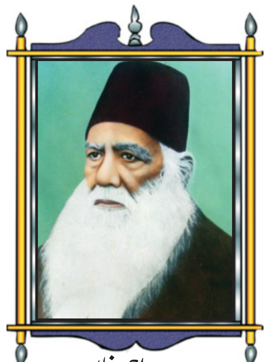
سرسید احمد خان
1817-1898

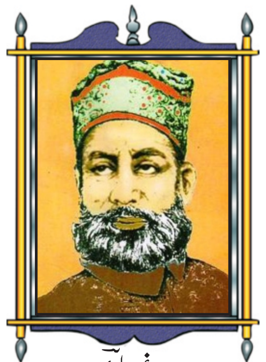
داغ دہلوی
1831-1905

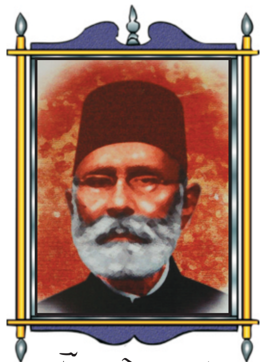
خواجہ الطاف حسین حالی
1837-1914

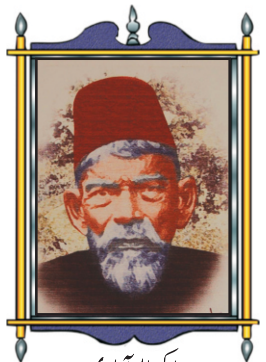
اکبر الہ آبادی
1846-1921

اُردو دنیا کی چند مایہ ناز ہستیاں

مولانا شبلی
1857-1914

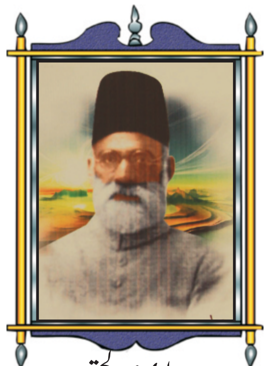
مولوی عبدالحق
1872-1961

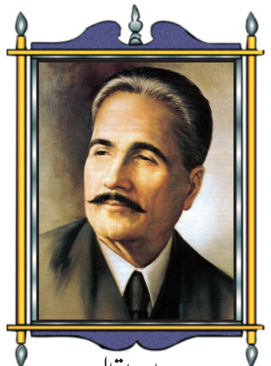
سر علامہ اقبال
1877-1938

حسرت موہانی
1875-1951

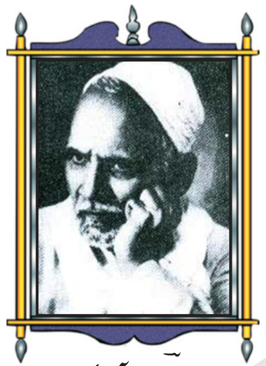
امجد حیدر آبادی
1878-1961

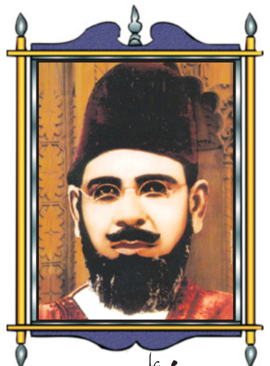
محمد علی جوہر
1878-1931

فانی بدایونی
1879-1941

مولانا ابوالکلام آزاد
1888-1958

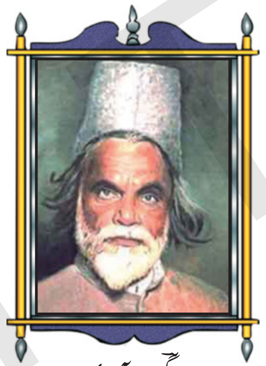
جگر مراد آبادی
1890-1960

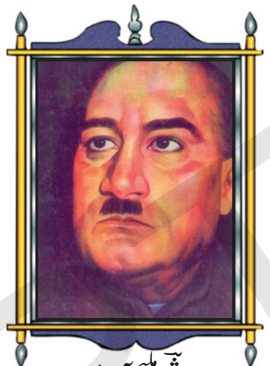
جوش ملیح آبادی
1894-1982

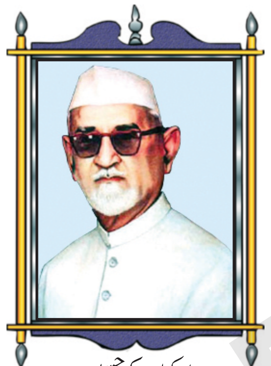
ڈاکٹر ذاکر حسین
1897-1969

فراق گورکھ پوری
1896-1982

پطرس بخاری
1898-1958

شوکت تھانوی
1904-1963

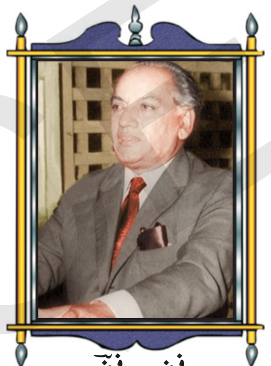
فیض احمد فیض
1911-1984

سکندر علی وجد
1914-1983

SCERT TELANGANA

نوائے اُردو

اُردو کی درسی کتاب

جماعت نہم

Urdu Reader - IX Class

ایڈیٹرس

ڈاکٹر محمد علی اثرؔ
موظف پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد

ڈاکٹر سید مسعود حسن جعفری
موظف اسوسی ایٹ پروفیسر کاکتیہ یونیورسٹی، ورنگل

جناب ڈاکٹر حبیب نثار
اسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اُردو، حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی، حیدرآباد

جناب سلیم اقبال
پرنسپل ڈی۔ایڈ، المدینہ کالج آف ایجوکیشن، محبوب نگر

جناب سید جلیل الدین
صدر مدرس گورنمنٹ بوائز ہائی اسکول میسرم بارکس، حیدرآباد

جناب محمد امیر حمزہ
صدر مدرس گورنمنٹ بوائز ہائی اسکول، کوٹلہ عالیجاہ، حیدرآباد

ماہرین مضمون

پروفیسر نجمہ رحمانی
دہلی یونیورسٹی، دہلی

سورنا ونایک
کوآرڈینیٹر، ایس سی ای آر ٹی، تلنگانہ، حیدرآباد

کوآرڈینیٹر

محمد افتخار الدین شاؔد
کوآرڈنیٹر، ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت تلنگانہ، حیدرآباد

کمیٹی برائے فروغ و اشاعت درسی کتاب

اے۔ستیہ نارائن ریڈی
ڈائرکٹر
ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت
تلنگانہ، حیدرآباد

ڈاکٹر این۔اوپیندر ریڈی
پروفیسر شعبہ نصاب و درسی کتب
ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت
تلنگانہ، حیدرآباد

شری۔پی۔سدھاکر
ڈائرکٹر
گورنمنٹ ٹکسٹ بک پریس
تلنگانہ، حیدرآباد

ناشر حکومت تلنگانہ

تعلیم کے ذریعے آگے بڑھیں
صبر و تحمل سے پیش آئیں

قانون کا احترام کریں
اپنے حقوق حاصل کریں

”سارے جہاں میں دھوم اُردو زباں کی ہے“

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے 19-2018

© Government of Telangana, Hyderabad.

First Published 2013

New Impressions 2014, 2015, 2016, 2017,2018

All rights reserved.

No part of this publication may be reproduced, stored in a retrieval system, or transmitted, in any form or by any means without the prior permission in writing of the publisher, nor be otherwise circulated in any form of binding or cover other than that in which it is published and without a similar condition including this condition being imposed on the subsequent purchaser.

The copy right holder of this book is the Director of School Education, Hyderabad, Telangana.

**This Book has been printed on 70 G.S.M. Maplitho,
Title Page 200 G.S.M. White Art Card**

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔ 2018–19

Printed in India
For the Director Telangana Govt. Text Book Press,
Mint Compound, Hyderabad,
Telangana.

SCERT TELANGANA

پیش لفظ

زبان کوغوروفکر کا وسیلہ شمار کرتے ہوئے ''ضیائے اُردو'' کے عنوان سے ایلمنٹری سطح کی درسی کتابوں کی تیاری کا آغاز حکومت تلنگانہ نے سال 2011-12 میں کیا۔

پڑھنا، لکھنا جیسی بنیادی استعداد کے حامل طلبا ایلمنٹری سطح میں داخل ہوکر زبان اور اس کی مختلف اصناف کے بارے میں جماعت ششم، ہفتم اور ہشتم میں سیکھ کر جماعت نہم میں داخل ہوتے ہیں۔ ان طلبا میں لسانی استعداد، تخلیقی صلاحیت، اعلیٰ رجحانات، شخصیت سازی، ادبی ذوق، سماجی شعور، انسانی اقدار وغیرہ کے فروغ کی خاطر ''نوائے اُردو–1'' کو ترتیب دیا گیا۔ اس کے لئے قدیم اور جدید ادب کے مصنفین اور شعرا کے مضامین اور اُن کی نظموں کو اسباق کے طور پر منتخب کیا گیا ہے۔

RTE-2009 کے مطابق بچوں میں حصول طلب لسانی استعداد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر سبق کے آخر میں کئی ایک مشقین شامل کی گئی ہیں۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ یہ مشقین بچوں میں غوروفکر کی صلاحیتوں کو فروغ دینے کے علاوہ تجزیہ کرنے اور ہمہ رخی تفہیم کی صلاحیتوں کو فروغ دینے، عہد حاضر کے سماجی اُمور کو سمجھ کر عمل کرنے کی مہارت اور خصوصی رجحانات کی تشکیل میں معاون و مددگار ثابت ہوسکیں گی۔

زبان کی گہرائی اور وسعت کو سمجھنے کے لئے قواعد کے اُصولوں کو آسان و عام فہم انداز میں لکھا گیا ہے۔ اس کتاب کے آخر میں فرہنگ بھی شامل کی گئی ہے۔ تاکہ طلبا میں لغت سے استفادہ کرنے کی صلاحیت پروان چڑھے۔

ہر سبق کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ کمرہ جماعت میں معلم مدارج کی مناسبت سے تدریس کے عمل کو مکمل کرسکے۔ ہر سبق کے آغاز سے قبل طلبا میں دلچسپی اور رغبت پیدا کرنے کے لئے مختصر نظمیں، اشعار، مضامین، واقعات، کہانیاں، وغیرہ کو شامل کیا گیا تاکہ طلبا کو غوروفکر کرنے اور بحث کرنے کا موقع فراہم ہو۔ اس کے علاوہ اصناف کا تعارف شعرا اور مصنفین کا تعارف چند زائد معلومات بھی شامل کی گئی ہیں۔

اساتذہ کمرہ جماعت میں زبان کے بہتر و موثر استعمال کے لئے ماحول فراہم کرنے کی کوشش کریں۔ بچوں کو اظہار مافی الضمیر کی آزادی اور سوال کرنے کا موقع فراہم کریں۔ سبق کے متن کو جوں کا توں سمجھانے کے بجائے اس کے مفہوم، خصوصی نکات، اقدار اور شاعر یا مصنف کے نقطہ نظر کو سمجھنے کے لئے کمرہ جماعت میں مباحث کا اہتمام کریں۔ گروہی مشاغل کے ذریعہ تدریسی واکتسابی عمل کو انجام دیں۔ اسباق کے موضوعات سے مناسبت رکھنے والے قدیم واقعات، تاریخ ادب' شعرا و مصنفین کے حالات زندگی وغیرہ کے مطالعے کا ماحول فراہم کریں۔ مزید یہ کہ اساتذہ اسکول لائبریری کو مستحکم بناتے ہوئے اس سے استفادے کا طلبا کو موقع فراہم کریں۔

ہم اس کتاب کی ترتیب میں حصہ لینے والے اساتذہ، ماہرین مضمون، کوآرڈینیٹر مجلس ادارت کے ارکان، مصورین اور لے آوٹ ڈیزائنر کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ خصوصی طور پر ہم دہلی یونیورسٹی کے پروفیسر رما کانت اگنی ہوتری کے بھی ممنون و مشکور ہیں جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب کے دوران اپنے زرین مشوروں سے رہنمائی فرمائی۔ ہم اس بات کی اُمید کرتے ہیں کہ یہ کتاب طلبا میں لسانی شعور کے ساتھ ساتھ ادبی ذوق اور مطالعے کے شوق کو فروغ دیتے ہوئے اُردو زبان کی عظمت کو سمجھنے میں معاون و مددگار ثابت ہوگی۔

تاریخ: 16-10-2012

مقام: حیدرآباد

اے ستیہ نارائنا ریڈی

ڈائرکٹر

ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت

تلنگانہ، حیدرآباد۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے-19-2018

SCERT TELANGANA

دُعا

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنّا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہوجائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہوجائے
ہو مرے دم سے یوں ہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب!
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب!
ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو اُس رہ پہ چلانا مجھ کو

— علامہ اقبال

ترانۂ ہندی

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا
گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشک جناں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

— علامہ اقبال

SCERT TELANGANA

قومی ترانہ

– رابندر ناتھ ٹیگور

جن گن من ادھی نایک جیا ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
پنجاب، سندھ، گجرات، مراٹھا، دراوڑ، اتکل، ونگا
وندھیا، ہماچل، یمنا، گنگا، اُچ چھل جل دھی ترنگا
تواشبھ نامے جاگے، تواشبھ آشش ماگے
گاہے توجیا گاتھا
جن گن منگل دایک جیا ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
جیا ہے، جیا ہے، جیا ہے
جیا جیا جیا جیا ہے

عہد

ہندوستان میرا وطن ہے۔ تمام ہندوستانی میرے بھائی، بہن ہیں۔ مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور میں اس کے عظیم اور گونا گوں ورثے پر فخر کرتا ہوں/کرتی ہوں۔ میں ہمیشہ اس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کرتا رہوں گا/کرتی رہوں گی۔ میں اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کی عزت کروں گا/کروں گی اور ہر ایک کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا/کروں گی۔ میں جانوروں کے تئیں رحم دلی کا برتاؤ کروں گا/کروں گی۔ میں اپنے وطن اور ہم وطنوں کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنے کا عہد کرتا ہوں/کرتی ہوں۔

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے-19-2018

اساتذہ کے لیے ہدایات

- اس درسی کتاب کے بہتر استعمال کے لئے اساتذہ کو چاہیے کہ وہ پیش لفظ، درسی کتاب کے ذریعہ حصول طلب استعداد اور فہرستِ مضامین کو ضرور پڑھیں۔
- مادری زبان / زبان اول اردو کی تدریس کے لئے ایک ہفتہ میں چھ پیریڈ کے حساب سے سال بھر میں جملہ 220 ایام کار (پیریڈس) مختص کئے جاتے ہیں۔
- 180 ایام کار کو مدنظر رکھتے ہوئے درسی کتاب اور سرسری مطالعہ کی ترتیب / تشکیل عمل میں لائی گئی ہے۔
- درسی کتاب میں موجود ہر سبق کی تدریس اوسطاً (10 تا 12) دس تا بارہ تدریسی گھنٹوں میں کی جاسکتی ہے۔
- باقی پیریڈس سرسری مطالعے کے ابواب پر مباحثہ کے لیے استعمال کیے جائیں
- سرسری مطالعہ کے اسباق کا مقصد صرف زائد مطالعہ ہے۔انہیں بچوں سے ضرور پڑھوائیں۔اس سے متعلق بچوں سے گفتگو ضرور کروائیں۔حسب ضرورت یک بابی ڈرامے جیسے تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے والے مشاغل کروائے جائیں۔اسباق میں موضوعات سے متعلق بچے اپنی زبان میں لکھنا، انہیں سمجھ کر رد عمل ظاہر کرنا، اظہار خیال کرنا جیسے امور کی ہمت افزائی کی جانی چاہیے۔
- اس درسی کتاب میں جملہ 14 اسباق کو شامل کیا گیا ہے۔ان میں نظم و نثر کے اسباق شامل ہیں۔اسی تسلسل میں ان کی تدریس کی جائے اور ان کی تکمیل کی جائے۔
- اس کتاب کے اسباق ماحولیات، تہذیب وتمدن، حب الوطنی، خاندانی اقدار، اخلاقی اقدار، لسانی وسماجی بیداری، قومی یکجہتی جیسے موضوعات پر مبنی ہیں۔
- ریاست کے تمام علاقوں کو مدنظر رکھ کر شعرا اور ادیبوں کے اسباق کو منتخب کیا گیا ہے۔
- سبق پڑھانے کا مطلب محرکہ سے "منصوبہ کام" تک تمام مشغلوں کی تکمیل کرنا ہے۔اس کو ہر معلم اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے۔
- سبق کی تدریس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ سبق کا خلاصہ بچوں کو سمجھا دیا جائے بلکہ متعینہ استعداد کو بچوں میں فروغ دینا چاہیے۔
- کسی ایک سبق کی تدریس کے لئے مختص کردہ جملہ پیریڈس میں سے صرف چار پیریڈس میں سبق کی تدریس کی جائے۔ماباقی پیریڈس میں مشاغل تکمیل کروائے جائیں۔
- سبق کی تدریس کرتے وقت چار مراحل کو ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

(الف) محرکہ :-اس مقصد کے لئے مختلف واقعات، کہانیاں، گیت وغیرہ موجود ہیں۔

(i) گفتگو کے ذریعہ طلبہ میں محرکہ پیدا کیا جائے۔طلبا کی تخلیقی صلاحیت کی شناخت کی جائے۔

(ii) گفتگو/سوالات کے ذریعہ سبق کے عنوان کا اعلان کیا جائے۔

(iii) سبق میں موجود تصورات کو تصویروں کے ذریعہ طلبا میں اجاگر کیا جائے۔

(ب) آگہی جدول پڑھنے کا مشغلہ :-طلبہ کے لئے ہدایات، کے مطابق طلبہ کے ذریعہ آگہی کے جدول کی تکمیل کروائی جائے۔اس کے لئے انفرادی مطالعہ اور خاموش خوانی ضرور کروائیں۔گروہی مشاغل بھی کروائیں۔

(ج) سبق پر گفتگو - آگہی :-سبق سے متعلق طلبہ میں آگہی پیدا کرنے کے لیے بحث ومباحثہ کا انعقاد کیا جائے۔

(د) مشاغل کا انعقاد :"یہ کیجیے" عنوان سے ان مشاغل کا آغاز ہوتا ہے۔ہر طالب علم پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے اسکا انعقاد کریں۔

SCERT TELANGANA

- اس بات کو یقینی بنائیں کہ طالب علم سبق کے مختلف موضوعات اور حالات کے بارے میں ردعمل ظاہر کر سکے اور ان کا تجزیہ کر سکے اس کے لیے مناسب و آزادانہ ماحول کمرہ جماعت میں فراہم کیا جائے۔
- سننا - گفتگو کرنا کے عمل کو کل جماعتی مشغلے کے طور پر منعقد کریں۔
- پڑھنا- سمجھ کر پڑھنا ، از خود لکھنا سے متعلق مشقوں کو گروہی طور پر یا انفرادی طور پر کروائیں۔
- تخلیقی صلاحیت، توصیف اور منصوبہ کام کے تحت دیئے گئے مشاغل کے انعقاد سے قبل بچوں کو واضح ہدایات دی جائیں، واقف کروایا جائے۔ اس کے بعد بچوں کو گروہوں میں تقسیم کرتے ہوئے گروہی طور پر ان مشاغل کو انجام دیا جائے۔ کمرہ جماعت میں اس کا مظاہرہ کیا جائے۔ حسب ضرورت مشورے اور ہدایات دیے جائیں۔ انہیں طلبہ کی کاپیوں میں لکھوائیں۔
- زبان شناسی کی مشقوں کے لئے مزید مثالیں دیتے ہوئے بچوں کو سمجھایا جایے۔
- اسباق کے مطابق حسب موقع انسانی اقدار، ماحولیات، آرٹ، فنون، کام کا تجربہ اور حیاتی تنوع وغیرہ موضوعات پر بچوں سے گفتگو کروائی جائے۔
- طلبہ میں اُردو ادب سے متعلق دلچسپی اور لطف اندوزی پیدا کرنے کے لئے مدرسہ کی لائبریری میں موجود قدیم اور جدید اردو ادب سے متعلق کتابوں سے طلبہ کو روشناس کروائیں۔
- بچوں کے سطح کا اندازہ لگانے کے لئے صرف تحریری امتحانات پر ہی اکتفا نہیں کیا جا سکتا۔ بحث ومباحثہ، گروہی کام، منصوبہ کام، مظاہرے، طلبہ کے نوٹ بکس وغیرہ کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ زبان کو روزمرہ زندگی کے مختلف موقعوں میں استعمال کے قابل بنانے کی تربیت دی جائے (مثلاً ، میٹنگ کا انعقاد، خطاب کرنا، بحث ومباحثہ میں حصہ لینا، خطوط لکھنا، نامعلوم یا جدید شائع شدہ مواد کو پڑھ کر آگہی حاصل کرنا، کسی موضوع کو تجزیاتی طور پر وضاحت کرنا، تنقید کرنا وغیرہ)۔

اس جماعت کی سطح کے مطابق بچوں میں حصول طلب استعداد کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

I سمجھنا — اظہار خیال کرنا

i سننے — بولنے کے ذریعہ ردعمل کا اظہار

ii پڑھ کر سمجھنا اور بامعنی انداز میں ردعمل ظاہر کرنا

II اظہار مافی الضمیر — تخلیقی صلاحیت کا اظہار

i از خود لکھنا کے تحت مختصر جوابی اور طویل جوابی سوالات دیئے گئے ہیں

ii تخلیقی صلاحیت کو اُبھارنے والے سوالات دیئے گئے ہیں

iii ’’توصیف‘‘ — اس میں بچوں کے اظہار خیال کے طریقے کی بنیاد پر ان کے طرز عمل کا اندازہ لگانے کے سوالات ہیں

III زبان شناسی

اس میں دو حصے ہیں (i) لفظوں کا استعمال — اس کے تحت مترادفات، محاورے لفظیات سے متعلق سوالات ہیں (ii) واحد جمع تذکیر و تانیث، تشبیہ و استعارہ، جنس کی قسمیں، وغیرہ بطور قواعد شامل کی گئی ہیں۔

- منصوبہ کام کو استعداد میں شمار نہ کریں، یہ کئی سرگرمیوں کا مجموعہ ہے اس کو خصوصی طور پر (بکس میں) دیا گیا ہے۔

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے 2018-19

مرتبین

محمد افتخار الدین شاذ، کوآرڈینیٹر
ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت تلنگانہ، حیدرآباد

جناب تقی حیدر کاشانی، لکچرر
گورنمنٹ ڈائیٹ وقارآباد، رنگاریڈی

ڈاکٹر محمد عبدالقدیر، اسکول اسسٹنٹ
ضلع پریشد سکنڈری اسکول، اُردو میڈیم، بوتھ، عادل آباد

جناب یٰسین شریف، اسکول اسسٹنٹ
ضلع پریشد سکنڈری اسکول، سلاخ پور، ورنگل

جناب محمد مقبول حسین، اسکول اسسٹنٹ
گورنمنٹ ہائی اسکول بی ٹی نگر، بودھن، نظام آباد

محترمہ سیدہ شہلا، اسکول اسسٹنٹ
گورنمنٹ ہائی اسکول دھول پیٹ، حیدرآباد

جناب سید اصغر، ہیڈماسٹر
گورنمنٹ ہائی اسکول شیوانگر، ورنگل

جناب فضل احمد اشرفی، اسکول اسسٹنٹ
گورنمنٹ بوائز ہائی اسکول، کوٹلہ عالیجاہ، حیدرآباد

جناب محمد تاج الدین احمد، اسکول اسسٹنٹ
گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول حسینی علم (نیو)، حیدرآباد

جناب محمد عبدالمعز، اسکول اسسٹنٹ
گورنمنٹ ہائی اسکول سواران، کریم نگر

جناب محمد حمید خان، معلم اُردو
گورنمنٹ ہائی اسکول سٹی لاڈ بازار، حیدرآباد

جناب عبدالحفیظ حمانی، معلم اُردو
گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول مشیرآباد، حیدرآباد

مصور

جناب سید حشمت اللہ، ڈرائینگ ماسٹر
گورنمنٹ ہائی اسکول، قاضی پیٹھ جاگیر، ضلع ورنگل

سری بی۔ وی۔ آر۔ چاری
نرمل، ضلع عادل آباد

سری کے۔ بابو، ہیڈماسٹر
ضلع پریشد ہائی اسکول وجّی پلی، ضلع نظام آباد

کے۔ سریندر، موظف ٹیچر
ڈائٹ ضلع ورنگل۔

ڈی۔ ٹی۔ پی۔ اینڈ لے آؤٹ ڈیزائننگ

جناب محمد ایوب احمد، ایس۔اے، ضلع پریشد ہائی اسکول آتما کور (اُردو)، آتما کور، ضلع محبوب نگر۔

ٹی محمد مصطفےٰ، حبیب کمپیوٹرس اینڈ ڈی ٹی پی آپریٹرس، بھولکپور، مشیرآباد، حیدرآباد۔

شیخ حاجی حسین۔ امپرنٹ کمپیوٹیک، اندرا گاندھی، پورم، فتح نگر، میڈچل، حیدرآباد-18

فہرست مضامین

شمار	سبق	شاعر/مصنف	صنف	موضوع	ماہ	صفحہ نمبر
.1	کب تک میرے مولا	شاذ تمکنت	نظم	مناجات	اپریل/جون	1
.2	اُردو	ڈاکٹر ذاکر حسین	مضمون	لسانی دلچسپی	جولائی	9
.3	اے ابرِ رواں	اختر شیرانی	نظم	حب الوطنی	جولائی	17
.4	عیدگاہ	منشی پریم چند	افسانہ	جذبۂ ایثار قربانی	اگست	25
.5	مرغ اور صیاد	پنڈت دیا شنکر نسیم	مثنوی	دانائی	اگست	39
.6	دو فرلانگ لمبی سڑک	کرشن چندر	افسانہ	تہذیبی و سماجی اقدار	ستمبر	47
.7	غزل	پروین شاکر	غزل	جمالیاتی ذوق	اکتوبر	59
.8	چڑیا گھر کا ہاتھی	پروفیسر وحید الدین سلیم	مضمون	آزادی کی اہمیت	نومبر	66
.9	جب کربلا میں عترتِ اطہار لٹ گئی	مرزا سلامت علی دبیر	مرثیہ	واقعہ کربلا	نومبر	74
.10	جھینگر کا جنازہ	خواجہ حسن نظامی	انشائیہ	طنز و مزاح	دسمبر	82
.11	شامِ رنگین	حفیظ جالندھری	نظم	قدرتی مظاہر	دسمبر	90
.12	خدا کے نام خط	گریگوریو لوپینز فوآنتے	لوک کہانی	معاون حیات مہارتیں	جنوری	96
.13	شیشہ کا آدمی	اختر الایمان	نظم	سماجی اقدار	فروری	104
.14	کتے	سید احمد شاہ بخاری	انشائیہ	طنز و مزاح	فروری	110

عہد ساز شخصیتیں (سرسری مطالعہ)

شمار	سبق	ماہ	صفحہ نمبر
.1	حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ	جولائی	121
.2	مولانا حافظ محمد انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگؒ	اگست/ستمبر	128
.3	محمد قلی قطب شاہ	اکتوبر	133
.4	نواب میر عثمان علی خان	نومبر	137
.5	مولانا ابوالکلام آزادؒ	جنوری	145
.6	علامہ اقبال	فروری	154
	فرہنگ		

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے 2018-19

اس کتاب کے ذریعہ بچوں میں مطلوب استعداد

(I) سمجھنا۔ ردِعمل ظاہر کرنا

☆ سنے، دیکھے اور پڑھے ہوئے امور کے متعلق تنقیدی طور پر گفتگو کرنا، مباحثہ میں حصہ لینا۔
☆ پوسٹ آفس، بینک، ریلوے اسٹیشن، ای۔سیوا جیسے مراکز پر ضروری معلومات کے حصول کے لیے سوال کرنا اور معلومات حاصل کرنا۔
☆ اسکول میں مختلف تقاریب کے اہتمام کے دوران آزادنہ طور پر حصہ لینا اور خود اعتمادی کے ساتھ گفتگو کرنا۔
☆ پڑھے ہوئے متن کے متعلق فلسفیانہ انداز میں سوال کرنا۔
☆ ان دیکھا متن پڑھ کر سوالوں کے جواب لکھنا۔
☆ متن کا خلاصہ سمجھنا، کلیدی الفاظ کی نشاندہی کرنا۔
☆ اخبارات میں شائع شدہ سماجی موضوعات پڑھ کر ان پر اظہار خیال کرنا۔
☆ موضوعات کے لیے حوالہ جاتی کتب کا مطالعہ کرنا۔
☆ اوسطاً ایک مہینے میں تین یا چار کہانیوں کی کتابوں، رسالوں کا مطالعہ کرنا۔
☆ طرز تحریر کے فرق کو سمجھتے ہوئے پڑھنا اور جدید رجحانات کی نشان دہی کرنا۔

(II) اظہار مافی الضمیر۔ تخلیقی صلاحیت کا اظہار

☆ کہانیوں، سائنس سے تعلق رکھنے والے تخیلاتی موضوعات اور مختلف اصناف پڑھ کر سمجھنا اور اپنے الفاظ میں تحریر کرنا۔
☆ زندگی کی خصوصیات کو بیانیہ انداز میں لکھنا۔
☆ دیے گئے سوالوں کے جواب تجزیاتی انداز میں لکھنا۔ خود لکھنا۔
☆ اسباق کی بنیاد پر منصوبہ کام کی تکمیل کر کے رپورٹ پیش کرنا۔
☆ ایک صنف کو دوسری صنف میں تبدیل کرنا۔ (کہانی کو نظم/ مکالموں کی شکل میں)
☆ رموز اوقاف کا موثر انداز میں استعمال کرتے ہوئے، غلطیوں کے بغیر تسلسل میں لکھنا۔
☆ ورقیے، رپورٹ، دعوت نامے تحریر کرنا۔
☆ لسانی انجمن میں بطور رکن شامل ہو کر اسکول میگزین کی تیاری میں شراکت دار بننا، ادبی جلسوں کا اہتمام کرنا۔
☆ اسکول سے حاصل کردہ معلومات کو شخصی نشوونما کے لیے استعمال کرنا۔
☆ نظموں کے خلاصے خود سے لکھنا۔
☆ دیگر زبانوں میں لکھے گئے نغمے، گیت، کہانیوں اور مختلف اصناف پر مبنی خصوصیات کی توصیف بیان کرنا۔

(III) زبان شناسی

☆ مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے (کھیل، فنون، سائنسی معلومات، پیشے وغیرہ) اصطلاحات پر دسترس حاصل کرنا، پڑھنے اور لکھنے کے دوران ان کا استعمال کرنا۔
☆ مختلف اصطلاحات کے معنوں کی وسعت کی شناخت کرنا۔
☆ لغت کا استعمال کرنا۔
☆ راست اور بالواسطہ گفتگو کو سمجھنا۔
☆ شاعری کی زبان/قدیم لسانی جملوں کو جدید مروجہ اشکال میں تبدیل کرنا۔
☆ مختلف جملوں کے فرق کو سمجھتے ہوئے ان کا استعمال کرنا۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے-19-2018
SCERT TELANGANA

1. کب تک مرے مولا

شاؔذ تمکنت

پڑھیے، سوچیے اور جواب دیجیے۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہوجائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہوجائے
ہومرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ ان اشعار میں شاعر کس سے مخاطب ہے؟
2۔ ان اشعار میں شاعر کیا کہہ رہا ہے؟
3۔ بچہ دنیا کا اندھیرا کس چیز سے دور کرنا چاہتا ہے؟
4۔ شاعر کہتا ہے کہ زندگی پروانے جیسی ہونی چاہیے۔ کیوں؟

مرکزی خیال

نظم "کب تک مرے مولا" میں شاعر خدا کے حضور اپنی بے بسی اور بے کسی کا اظہار کر رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ جلد میری دعائیں سن لے مجھ میں مزید صبر و برداشت کا حوصلہ نہیں ہے۔

ماخذ

یہ مناجات شاؔذ تمکنت کی کلیات "کلیاتِ شاذ" سے ماخوذ ہے۔

طلبا کے لیے ہدایت

- سبق کی تصویریں دیکھیے اور ان کے بارے میں اظہار خیال کیجیے۔
- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

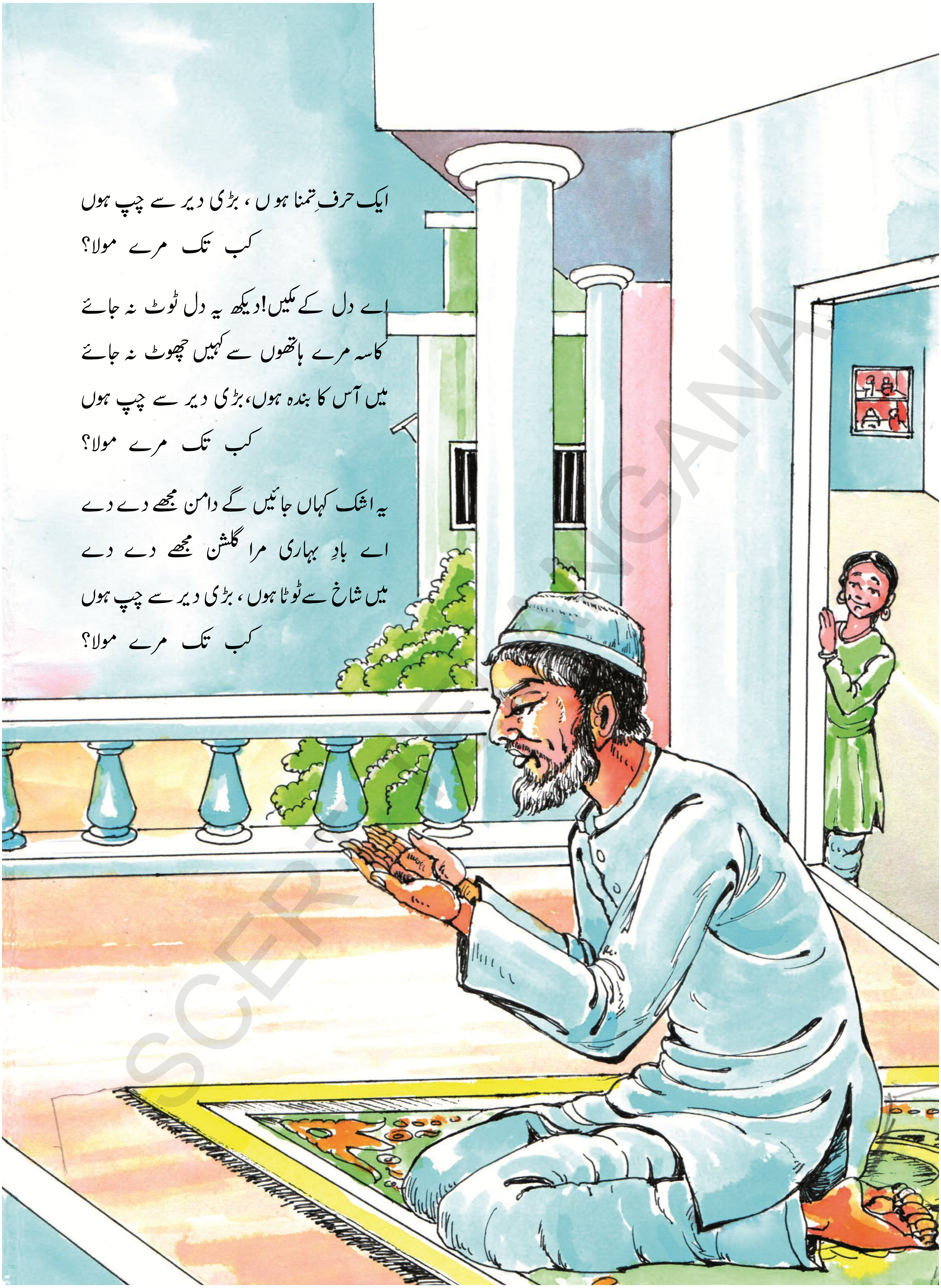

ایک حرفِ تمنا ہوں ، بڑی دیر سے چپ ہوں
کب تک مرے مولا؟

اے دل کے مکیں! دیکھ یہ دل ٹوٹ نہ جائے
کاسہ مرے ہاتھوں سے کہیں چھوٹ نہ جائے
میں آس کا بندہ ہوں، بڑی دیر سے چپ ہوں
کب تک مرے مولا؟

یہ اشک کہاں جائیں گے دامن مجھے دے دے
اے بادِ بہاری مرا گلشن مجھے دے دے
میں شاخ سے ٹوٹا ہوں ، بڑی دیر سے چپ ہوں
کب تک مرے مولا؟

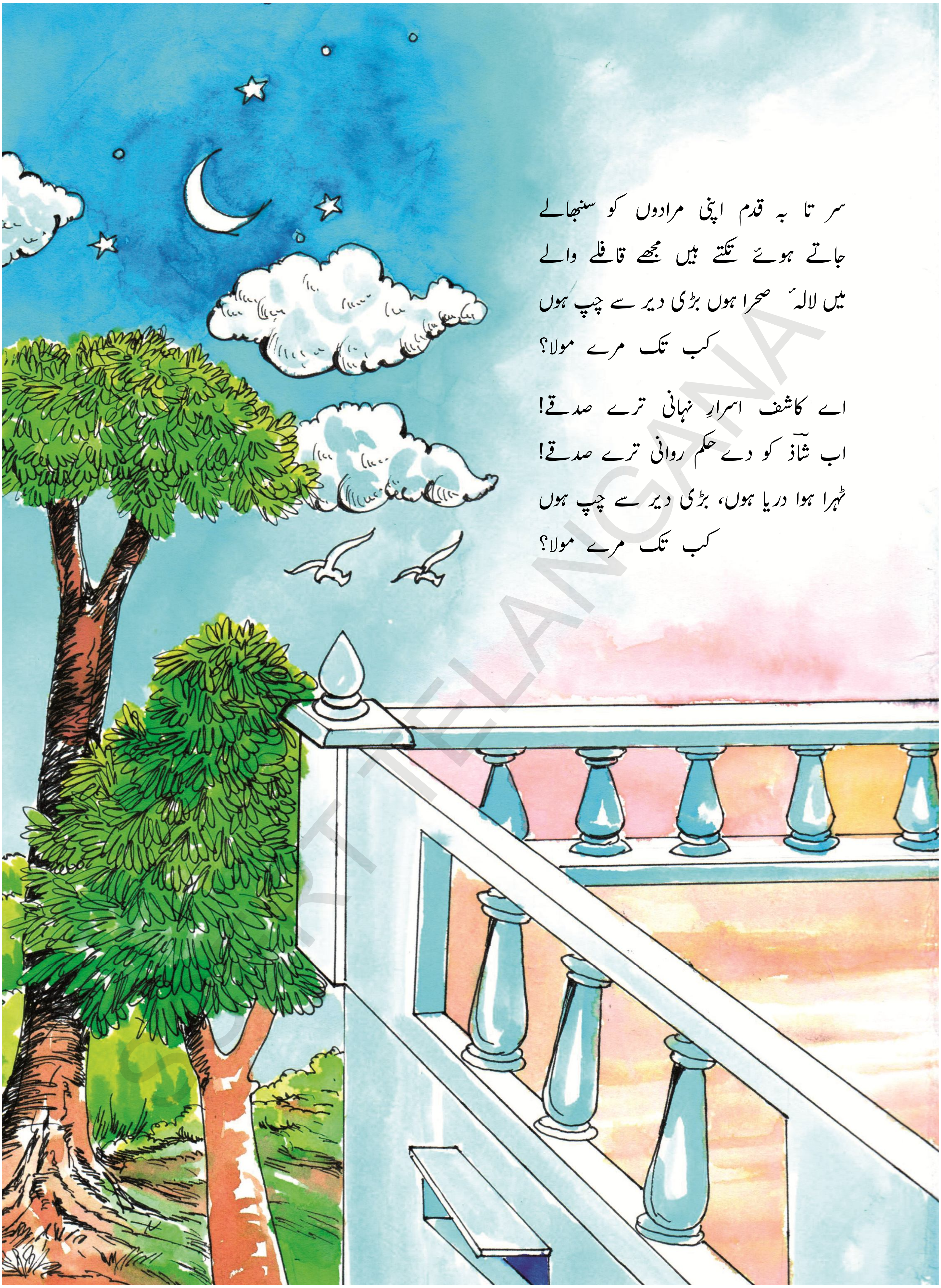

سر تا بہ قدم اپنی مرادوں کو سنبھالے
جاتے ہوئے تکتے ہیں مجھے قافلے والے
میں لالۂ صحرا ہوں بڑی دیر سے چپ ہوں
کب تک مرے مولا؟

اے کاشفِ اسرارِ نہانی ترے صدقے!
اب شاؔذ کو دے حکمِ روانی ترے صدقے!
ٹھہرا ہوا دریا ہوں، بڑی دیر سے چپ ہوں
کب تک مرے مولا؟

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے-19-2018

صنف کی تعریف

مناجات کے لغوی معنیٰ ”دعا کرنا“ ہے۔ اصطلاح میں وہ نظم جس میں خدا کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے بندہ اپنی حاجات کو عاجزی وانکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرتا ہے مناجات کہلاتی ہے۔

شاعر کا تعارف

نام سید مصلح الدین اور قلمی نام شاذ تمکنت ہے۔ اسی نام سے دنیائے ادب میں مشہور ہوئے۔ 31/جنوری 1933ء کو حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم۔اے، پی ایچ ڈی کی تکمیل کی۔ انجمن عوامی مصنفین (حیدرآباد) سے وابستہ ہوئے۔ اپنے دور کے بڑے شاعروں جوشؔ اور فراقؔ سے متاثر تھے۔ نظم نگاری اور غزل گوئی میں اپنی شناخت بنالی۔ شاذؔ کی شاعری داخلی اور خارجی کیفیات کی آئینہ دار ہے۔ جن میں غم ذات اور غم کائنات کی شاعرانہ تفسیر ملتی ہے۔ انکے چار شعری مجموعے ”تراشیدہ“، ”بیاض شام“، ”نیم خواب“ اور ”دست فریاد“ شائع ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے کلام کا انتخاب ”ورق انتخاب“ کے نام سے 1981 میں شائع کیا۔ جو بہ یک وقت حیدرآباد و پاکستان سے شائع ہوا۔ ان کا انتقال 18/اگست 1985ء کو حیدرآباد میں ہوا۔ شاذ صاحب کے انتقال کے بعد 2004 میں ”کلیات شاذ“ شائع ہوا۔ یہ مناجات ”کلیات شاذؔ“ سے ہی لی گئی ہے۔

خلاصہ

نظم ”کب تک مرے مولا“ میں شاعر خدا سے اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ میں خود ایک مجسم تمنا ہوں۔ اے میرے اللہ! میں کب تک چپ رہوں؟ اور صبر کروں؟

اے میرے دل میں رہنے والے! برداشت کی شدت سے کہیں میرا دل ٹوٹ نہ جائے۔ میں تیرے در کا گدا ہوں۔ تیری عطا کا انتظار کرتے کرتے کہیں میرے ہاتھ سے کاسۂ گدائی نہ چھوٹ جائے۔ میری ساری امیدوں کا مرکز بس ”تو“ ہے۔ میں تو تجھ ہی سے آس لگائے بیٹھا ہوں۔ آخر کب تک منتظر رہوں؟ اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔

اے میرے مولا! میرے آنسوؤں کو اپنی رحمت کے دامن میں سمیٹ لے۔ اے بہاروں کو لوٹانے والے مایوسی کے ویرانوں سے نکال کر خوشیوں اور راحت کے گلشن میں پہنچا دے۔ میری حالت شاخ سے ٹوٹے ہوئے اس پتے کی طرح ہے جو ہواؤں کے تھپیڑوں کی زد پر ہوتا ہے۔ میں آخر کب تک بھٹکتا رہوں گا۔ مجھے جلدی سے سیدھی راہ پر جما دے۔

اے اللہ! میں سر سے پاؤں تک خواہشات میں ڈوبا ہوا ہوں۔ اور انہی کی تکمیل میں مگن ہوں۔ بے شمار لوگ یکے بعد دیگرے دنیا چھوڑ کر تیرے پاس لوٹ رہے ہیں۔ وہ حیرت زدہ ہیں کہ میں کیسا نادان ہوں کہ اپنی آخرت سنوارنے کے بجائے دنیا میں مگن ہوں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں کسی ریگستان کا کھلا ہوا پھول ہوں۔

SCERT TELANGANA

اے پوشیدہ رازوں پر سے پردہ ہٹانے والے! میں تجھ پر فدا ہوتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے خواہشات کی غلامی سے نکال دے اور اطاعت کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! مجھ میں مزید قوت برداشت باقی نہیں رہی۔ اب تو میری مدد فرما۔ اور مجھے صراط مستقیم پر چلا دے۔

یہ کیجیے

I سمجھنا – اظہار خیال کرنا

A اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

1۔ اپنے آپ کو شاعر نے حرف تمنا کہا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

2۔ شاعر نے اللہ تعالیٰ کو دل کا مکیں کیوں کہا ہے؟ تبصرہ کیجیے۔

3۔ ''کب تک مرے مولا'' اس مصرعے میں شاعر اپنی کس کیفیت کا اظہار کرتا ہے؟ بیان کیجیے۔

B پڑھیے۔ سمجھ کر بولیے۔

(الف) نظم میں استعمال ہوئے قافیوں کی نشاندہی کر کے انہیں خط کشید کیجیے۔

(ب) ذیل میں دیئے گئے مصرعوں کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان دیجیے۔

1. کاسہ مرے ہاتھوں سے کہیں چھوٹ نہ جائے

2. اب شاذ کو دے حکم روانی ترے صدقے!

3. جاتے ہوئے تکتے ہیں مجھے قافلے والے

4. اے باد بہاری مرا گلشن مجھے دے دے

(ج) ذیل کے اشعار پڑھ کر دیئے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کُشا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پل صراط
آفتاب ہاشمی نورالھدیٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

رب سلّم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو
یا الٰہی گرمئ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
ساقیِ کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

سوالات

1۔ شاعر ہر جگہ کس کا ساتھ مانگ رہا ہے؟
2۔ پل صراط کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟
3۔ رب سلّم کہنے کا کیا مطلب ہے؟
4۔ شاعر نے حضور ﷺ کن کن القاب سے یاد کیا ہے؟
5۔ کس دن پیاس سے لوگوں کی زبانیں باہر ہوں گی؟

(د) مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ شاذؔ کے کلام کی خصوصیات کیا ہیں؟
2۔ اس مناجات میں اللہ تعالیٰ کو کن کن اوصاف سے یاد کیا گیا ہے؟
3۔ ”قافلے والے“ سے مراد کون لوگ ہیں؟
4۔ شاعر نے خود کو کن کن چیزوں سے تشبیہ دی ہے؟

II اظہار مافی الضمیر۔ تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1۔ مشکلات میں ہم اللہ کا دامن کیوں تھامتے ہیں؟
2۔ بندوں کو اللہ ہی سے آس کیوں لگانا چاہیے؟
3۔ ”مرا گلشن“ سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
4۔ شاعر نے اللہ تعالیٰ کو کاشف اسرار نہانی کیوں کہا ہے؟

SCERT TELANGANA

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب تفصیل سے لکھیے۔

1۔ اس مناجات سے اپنے پسندیدہ بند کا خلاصہ لکھیے اور بتائیے کہ آپ کو وہ بند کیوں پسند ہے؟

2۔ شاعر خود کو شاخ سے ٹوٹا ہوا کیوں کہہ رہا ہے؟ اور اللہ سے کن چیزوں کو طلب کر رہا ہے؟

3۔ شاعر کو کن کن باتوں کا خوف ہے؟ اور اسکی وجہ کیا ہے؟

(ج) تخلیقی انداز میں لکھیے

1. اپنے الفاظ میں چند ''دعائیہ کلمات'' تحریر کیجیے اور دیواری رسالے پر چسپاں کیجیے۔

یا

''مسنون دعاؤں'' میں چند دعاؤں کا ترجمہ اپنی ڈائری میں لکھیے اور کمرہ جماعت میں سنائیے۔

(د) توصیفی انداز میں لکھیے

1. اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور انسانوں پر اس کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے ایک مضمون لکھیے۔

III زبان شناسی

لفظیات

(الف) ذیل کے جملے غور سے پڑھیے اور خط کشیدہ الفاظ کے معنی منتخب کر کے قوسین میں لکھیے۔

1۔ فقیر اپنے ہاتھ میں کاسہ لیے بھیک مانگ رہا ہے۔ ( )

(الف) ڈنڈا (ب) کٹورا

2۔ یہ مکان کل سے خالی ہے۔ اس کے مکین دلی چلے گئے۔ ( )

(الف) رہنے والے (ب) توڑنے والے

3۔ ماں اپنے بچے کی یاد میں رو رہی تھی اور اسکی آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ ( )

(الف) پسینہ (ب) آنسو

4۔ نخلستان میں لالۂ صحرا کھلتے ہیں ( )

(الف) باغ میں پھول (ب) ریگستان میں پھول

5۔ ہم انسان صرف ظاہری باتوں کو جانتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کائنات کے سارے اسرارِ نہانی کی خبر رکھتا ہے۔ ( )

(الف) ظاہری باتیں (ب) پوشیدہ باتیں

SCERT TELANGANA

(ب) نظم میں مرکب اضافی کے پانچ الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔ جیسے حرفِ تمنا۔

قواعد

اس مناجات میں کئی ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو ایک دوسرے سے مناسبت رکھتے ہیں مثلاً **اشک** اور **دامن**، ایسے باہم مناسبت رکھنے والے چند الفاظ کو مناجات میں تلاش کر کے لکھئے۔

ایک ہی شعر میں دو باہم مناسبت رکھنے والے الفاظ کا استعمال صنعت **مراعات النظیر** کہلاتا ہے

مشق:- ذیل کے اشعار میں صنعت مراعات النظیر کی نشاندہی کیجیے

یہ اشک کہاں جائیں گے دامن مجھے دے دے — اے بادِ بہاری مرا گلشن مجھے دے دے

اے دل کے مکیں دیکھ یہ دل ٹوٹ نہ جائے — کاسہ میرے ہاتھوں سے کہیں چھوٹ نہ جائے

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے — ساقی کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

منصوبہ کام

1۔ جماعت اوّل سے نہم تک آپ نے جتنے حمدیہ کلام پڑھے ہیں ان تمام کو لکھ کر ایک کتابچہ کی شکل دیجیے۔

اے دیکھنے والے! اپنے رب کے کرم کو دیکھ۔
جو فرشتے شام کو تیرے گناہ اسکے پاس لے جاتے ہیں وہ صبح ان ہی کے ہاتھ تیرا رزق بھیجتا ہے۔

SCERT TELANGANA

2. اُردو

ڈاکٹر ذاکر حسین

پڑھیے سوچیے اور جواب دیجیے۔

دیس کی آن بان ہے اردو
فخر ہندوستان ہے اردو
سب اسے بولتے سمجھتے ہیں
ایک عوامی زبان ہے اردو
ہر زباں کو گلے لگاتی ہے
مادر مہربان ہے اردو
اس کو کوئی مٹا نہیں سکتا
تاجِ بھارت کی جان ہے اردو

اِن سوالات کے جواب دیجیے۔

1۔ اردو زبان کو عوامی زبان کیوں کہا گیا؟

2۔ ہر زبان کو گلے لگانے کا کیا مطلب ہے؟

3۔ شاعر بھارت کی جان کسے اور کیوں کہہ رہا ہے؟

مرکزی خیال

ڈاکٹر ذاکر حسین نے مضمون ''اردو'' میں بڑے دل نشین انداز میں اردو کی تاریخی اور سماجی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ عوامی زبان ہے، گنگا جمنی تہذیب کی آئینہ دار ہے۔ اردو زبان ہی کثرت میں وحدت کا مظہر ہے۔

ماخذ

یہ مضمون ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کے مضامین میں سے ایک ہے

طلبا کے لئے ہدایات

- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے-2018-19

وہ زبان جو پہلے پہل میں نے اپنی ماں سے سیکھی تھی، جس میں میری ذہنی پرورش ہوئی، یہی نہیں کہ اس سے مجھے شخصی اور ذاتی لگاؤ ہے، بلکہ اس لیے بھی کہ ایک وفادار ہندوستانی شہری کی حیثیت سے مجھے یہ زبان اس زندگی کے پھلنے پھولنے اور پروان چڑھنے کی بشارت دیتی ہے جو ہم سب ہندوستانی اپنے آزاد دیس میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس زندگی کی روح کیا ہے؟ اس کی روح ہے اور ہمیشہ سے رہی ہے' کثرت میں وحدت کی تلاش۔ الگ الگ اور طرح طرح کے عناصر سے ایک ملی جلی گنگا جمنی تہذیب کے بنانے کی آرزو، جو رنگ برنگ کے تمدنی پھولوں کو وحدتِ قومی کے ڈورے میں پروکر ایسا ہار بنانا چاہتی ہے کہ وہ ہار گوندھ کر انسانیت کی گردن میں ڈالا جائے تو اسکی شوبھا کو بڑھادے، جس میں کُل اپنے جز کو رقیب نہیں سمجھتا۔ اس کی طاقت کو اپنا بل جانتا ہے۔ ہندوستانی زندگی کے تمدنی مظاہر میں مجھے یہ روح اردو زبان میں بڑے ستھرے اور نکھرے ہوئے روپ میں دکھائی دیتی ہے اور اردو کی تاریخ پر تحقیقاتی کام مجھے اس وجہ سے اور بھی اہم دکھائی دیتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ادنیٰ تامل سے یہ بات بالکل روشن ہو جائے گی کہ اردو نہ کسی فرقے کی زبان ہے، نہ کسی مذہب کی زبان ہے، نہ کسی حکومت کی طرف سے زبردستی چلائی ہوئی زبان ہے، نہ کسی خاص نیت سے، مصنوعی، گڑھی ہوئی زبان ہے۔ یہ تو لوگوں کی زبان ہے۔ آپس کے میل جول کا پھل ہے۔ میلوں، ٹھیلوں، بازاروں، منڈیوں کی ریل پیل میں بولی ہوئی زبان ہے۔ زندگی کے بیوپار کے کانٹوں میں تُلی ہوئی زبان ہے۔ چیزوں کے لین دین کے ساتھ وچاروں کا نتیجہ ہے۔ یہ فقیروں اور سنتوں کی زبان ہے، جو اپنے معرفت میں ڈوبے ہوئے دل کی بات اوروں تک پہنچانے کے لئے بے کل تھے اور جن کی من موہنی باتیں سننے کو عام لوگ کان لگائے رہتے تھے۔ اس لئے یہ محبت اور پریم کی زبان ہے، رواداری کی زبان ہے، میل ملاپ کی زبان ہے، اس کا دل بھی بڑا ہے، اسکی جھولی بھی بڑی۔ یہ نئے انداز سے چمکتی نہیں، نئی بات پر بدکتی نہیں، لفظوں سے گھنیاتی نہیں، وچاروں سے چھوت چھات نہیں کرتی۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ اردو کے یہ گن خواہ مخواہ گا رہا ہوں۔ ان کا ذکر اس لئے کر رہا ہوں کہ ہمیں جو سماج بنانا ہے، اس میں جوڑنے والی طاقتوں کو ابھارنا ہے، توڑنے والی طاقتوں کو دبانا ہے۔ زبان جوڑنے والی طاقت ہے۔ ہر زبان جوڑتی ہے، پر ہر زبان والے اسے اپنے کو دوسروں سے الگ کر لینے کا آلہ بنا لیتے ہیں۔ اس پر لڑتے ہیں، کٹ مرتے ہیں، ایک دوسرے پر تہمتیں باندھتے ہیں۔ ایک ہی دیش میں ایک زبان والا علاقہ دوسری زبان والے علاقے سے ایسا برتاؤ کرتا ہے جیسے کوئی پرایا دیش ہو۔ یہ سب بڑی بھول کی باتیں ہیں اور آج جب کہ دیش کو اپنی آزاد زندگی کی پہلی کٹھن منزل درپیش ہے، اتحادِ قومی از بس ضروری ہے۔ ان جھگڑوں میں پڑ کر ہم ان مشکلوں کا سامنا کیسے کر سکیں گے جو آگے دکھائی دے رہی ہیں۔

اردو چوں کہ دیش کے کسی علاقے میں محدود نہیں ہے، ہر جگہ ہی اس کے بولنے والے اور سمجھنے والے موجود ہیں، اس لئے اس کو وحدتِ قومی کے بیدار کرنے میں سب سے آگے ہونا چاہئے، لیکن پچھلی تاریخ نے اس میں بھی بہت سے پیچ ڈال دیئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ مسلمانوں کی زبان ہے، کوئی کہتا ہے یہ پردیسی زبان ہے، مگر سچ یہ ہے کہ نہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے، نہ پردیسی زبان ہے اور اچھا مان لو کہ مسلمانوں ہی کی زبان ہوتی تو بھی ہماری آزاد جمہوری زندگی میں یہ کوئی عیب کی بات نہ ہوتی، ہر آدمی جو

SCERT TELANGANA

ہمارے دیش میں رہتا ہے، اسے اپنا دیش جانتا ہے، اس کی عظمت کو مانتا ہے، اس کے مطابق چلتا ہے، وہ ہمارا بھائی ہے، ساتھی ہے، دوست ہے، اس کی ترقی ہماری ترقی ہے، اس کی بھلائی ہماری بھلائی ہے، مگر اردو تو صرف مسلمانوں کی زباں ہے بھی نہیں، کوئی فہرست نہیں بنائی ہے، جو نام اس وقت یاد آگئے وہ لیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ تربھون ناتھ ہجرؔ، جوالا پرشاد برقؔ، رتن ناتھ سرشارؔ، پروفیسر رام چندر، سدرشن، کرشن چندر، مہندر سنگھ بیدی، برج موہن دتاتریہ کیفیؔ، نسیمؔ، چکبستؔ، سرور جہاں آبادی، فراق گورکھپوری، منشی نول کشور، لالہ سری رام (صاحب خم خانۂ جاوید) منشی دیا نارائن نگم کی زبان کو کوئی مسلمانوں کی زبان کیسے بتاتا ہے؟ اور اس زبان پر مذہبی تنگ دلی اور تنگ نظری کا الزام لگانا کونسی دیانت ہے؟ اور کونسی فراست ہے؟

پھر اردو نہ بدیسوں کی زبان ہے، نہ بدیسی زبان ہے۔ ذرا بھی دیکھیے تو قدم قدم پر اسکی شہادت ملتی جائے گی۔ لسانی نقطہ نظر سے اس کے افعال اور حروف اور عام ضرورت کی باتیں سب ہندوی ہیں۔ اس کی آوازوں پر کان دھریے تو ایران اور عرب سے کوئی رشتہ نہیں ملتا۔ آوازوں کی بہت بڑی تعداد خالص ہندوستانی ہے۔ عربی لفظوں میں جو اجنبی آوازیں آئی ہیں انھیں بھی بول چال میں اپنا لیا ہے۔ لکھائی میں بھی اس کے پردیسی ہونے پر بہت زور دیا جاتا ہے، حالانکہ درجنوں ہندوستانی آوازوں کے ظاہر کرنے کا اس میں سامان ہے۔ اس میں ڑ، ڈ، ٹ، ڈھ، تھ، بھ، جھ، چھ اور پھ کیا پردیسی آوازوں کے نشان ہیں؟

آپ کا فرض ہے کہ اپنی عزیز زبان کی روح کو کسی حال مسخ نہ ہونے دیں۔ کوئی اس روح سے ناواقف ہو اسے بتائیں کہ یہ روح کیا ہے؟ اس روح کو تازگی بخشیں کہ ایک اچھی سماجی زندگی بنانے میں آپ کا ادب کسی اور سے پیچھے نہ رہے۔ زبان اور ادب کا مقابلہ یہ نہیں ہے کہ کسی سے روٹھ گئے، کسی کو برا سمجھ لیا، کسی کو دبا دیا۔ اس میں جیت اس کی ہے جو خدمت کے میدان میں اوروں سے بازی لے جائے۔ مقابلہ اس میں سمجھے کہ کس زبان کے گیت قوم کے دل کو گرماتے ہیں، کس کا ادب صالح اقدار کی ترویج کا ذریعہ بنتا ہے۔ اچھے آدمی اور اچھے سماج کے بنانے میں، دماغوں کو تنگ نظری اور تنگ دلی کے جالوں سے صاف کرنے میں، علم کی سرحدیں آگے بڑھانے میں، وطن اور اس کی اچھائیوں اور خوبیوں سے وہ ذہنی وابستگی اور روحانی دل بستگی پیدا کرنے میں، جو قومی وفاداری کی جڑ ہے، کون سی زبان دوسری زبان سے زیادہ کارگر ہے۔ یہ نیکی کا مقابلہ ہے۔ اس میں جیت اور ہار نہیں ہوتی۔ اس میں مقابلہ کرنے والے ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہیں اور دوسرے کے آگے بڑھ جانے پر بھی اتنا ہی خوش ہوتے ہیں جتنا کہ خود آگے نکلنے پر۔

میری التجا ہے اور مجھے امید ہے کہ تاریخی اتفاقات نے اردو ہندی کے تعلق میں جو گتھیاں ڈال دی ہیں، وہ اردو ہندی دونوں کے کام کرنے والے مل کر اپنی سوجھ بوجھ اور صاف دلی سے اس طرح سلجھائیں گے کہ یاد بھی نہ رہے گا کہ کبھی یہ الجھن پیدا بھی ہوئی تھی۔ محبت سے، کہتے ہیں، ٹوٹے ہوئے دل جڑ جاتے ہیں اور ایسے جڑتے ہیں کہ پتا بھی نہیں چلتا کہ کہاں بال پڑا ہے۔

میں نے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ اردو کسی طرح ہندی کی رقیب نہیں ہے۔ سب ہندوستانی شہری، ان کی زبان کچھ ہی ہو، دستور ہند کے مطابق ہندی کو دیش کی سرکاری زبان مانتے ہیں اور اسکی ترقی میں ہاتھ بٹانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اردو والے بھی اس سے باز نہیں ہیں۔ پھر اردو ہندی کی رقیب کیسے ہوسکتی ہے، کیوں کہ وہ بھی ہندوستانی دستور کی تسلیم کی ہوئی قومی زبانوں میں سے

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے-19-2018

ایک ہے اور ہندی سے سب سے قریب ہے۔اس لئے اگر اردو دانوں کو کہیں کوئی شکایت ہو کہ ان کی زبان کی ترقی میں کوئی رکاوٹ ہے تو میرا جی چاہتا ہے کہ ان کی طرف سے پیروی ہندی والے کریں۔اس سے بھروسے اور محبت کے ایسے سوتے پھوٹیں گے کہ ساری قومی زندگی اس سے سیراب ہوگی۔سارے دیش میں لسانی سیاست کا رنگ بھی بدل جائے گا۔ذہنی تعاون کی راہیں کھل جائیں گی۔ آپس کا ربط بڑھے گا تو کیا عجب ہے کہ سارے دیس میں ایسی حسین اور شیریں زبان کا چلن ہو جائے جو بس ہزاروں کی گنتی میں عالموں تک محدود نہ ہو بلکہ کروڑوں آدمیوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنا سکے۔

مصنف کا تعارف

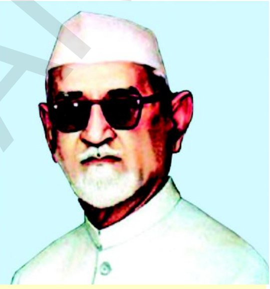

ڈاکٹر ذاکر حسین 1897ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ان کا آبائی وطن قائم گنج تھا۔ان کے والد وکالت کے سلسلہ میں حیدرآباد آئے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ذاکر صاحب کی ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول سلطان بازار، حیدرآباد میں ہوئی۔اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ سے میٹرک اور علی گڑھ سے بی۔اے کیا۔ ایم۔اے کے طالب علم تھے کہ ترک موالات کی تحریک سے متاثر ہو کر علی گڑھ چھوڑ دیا۔اور جامعہ ملیہ سے وابستہ ہو گئے۔وہاں سے جرمنی گئے اور برلن یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔اور پھر جامعہ ملیہ کے شیخ الجامعہ ہو گئے۔1948ء سے مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی حیثیت سے آٹھ سال خدمات انجام دیتے رہے۔اس کے بعد بہار کے گورنر، پھر نائب صدر جمہوریہ اور صدر جمہوریہ کے جلیل القدر عہدے پر فائز رہے۔

ذاکر صاحب کو تصنیف و تالیف کا بہت کم موقع ملا۔بچوں سے انہیں بہت محبت تھی۔بچوں کے لئے انہوں نے ابوخاں کی بکری، خرگوش اور چوہا جیسی کہانیاں لکھیں جو بہت مشہور ہوئیں۔ان کا انداز تحریر نہایت ہی سادہ، سلیس اور عام فہم تھا۔

I سمجھنا۔اظہار خیال کرنا

A اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

1۔ مادری زبان میں گفتگو کرنے سے حاصل ہونے والے فوائد کیا ہیں؟

2۔ آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں ہے؟

3۔ اردو تو لوگوں کی زبان ہے۔آپس کے میل جول کا پھل ہے۔کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں؟ وضاحت کیجیے۔

SCERT TELANGANA

B پڑھیے۔ سمجھ کر بولیے

(الف) ذیل کے جملوں کی سبق میں نشاندہی کیجیے اور ان کی وضاحت کیجیے۔

1۔ ہندوستانی زندگی کے تمدنی مظاہر میں مجھے یہ روح اردو زبان میں بڑے ستھرے اور نکھرے ہوئے روپ میں دکھائی دیتی ہے۔
2۔ ہمیں جو سماج بنانا ہے، اس میں جوڑنے والی طاقتوں کو ابھارنا ہے، توڑنے والی طاقتوں کو دبانا ہے۔
3۔ زبان اور ادب کا مقابلہ یہ نہیں ہے کہ کسی سے روٹھ گئے، کسی کو برا سمجھ لیا، کسی کو دبا دیا۔
4۔ اس سے بھروسے اور محبت کے ایسے سوتے پھوٹیں گے کہ ساری قومی زندگی اس سے سیراب ہوگی۔

(ب) سبق پڑھ کر ان سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ مصنف کو کس زبان سے شخصی وذاتی لگاؤ تھا؟ کیوں؟
2۔ مصنف کے مطابق اُردو فقیروں اور سنتوں کی زبان ہے۔ کیسے؟
3۔ کیسے محبت کے سوتے پھوٹیں گے اور ساری قومی زندگی اس سے سیراب ہوگی؟

(ج) ذیل کے اقتباس کو پڑھ کر دیے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

ادب زندگی کا آئینہ ہے۔ جدید ناول اور افسانے ہی نہیں اس کلیے سے داستانیں بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ادب جس دور میں پیدا ہوتا ہے، اس دور کی طرز معاشرت کا اظہار کرنا اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ اظہار تاریخی اظہار سے مختلف ہوتا ہے کیونکہ تاریخ خارج کا اظہار شعوری طور پر کرتی ہے اور ادب داخلی زندگی کا اظہار قدرے لاشعوری طور پر کرتا ہے۔

سوالات:

1۔ ادب کو زندگی کا آئینہ کیوں کہا گیا؟
2۔ تاریخ کیسے لکھی جاتی ہے؟
3۔ تاریخ اور ادب میں کیا فرق ہوتا ہے؟
4۔ ادب کس دور کی طرز معاشرت کا اظہار کرتا ہے؟

(د) دیے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کو کن کن اعلیٰ عہدوں پر خدمات انجام دینے کا موقع ملا؟
2۔ ذاکر صاحب کا طرز تحریر کیسا تھا؟
3۔ اردو زبان کو کس کام میں سب سے آگے ہونا چاہئے؟
4۔ ہمارا بھائی اور دوست کون ہے؟

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے۔ 19-2018
SCERT TELANGANA

5۔ زبان وادب میں مقابلہ اور جیت کیسی ہوتی ہے؟

6۔ اردو اور ہندی والوں سے مضمون نگار نے کیا درخواست کی ہے؟

II۔اظہارِ مافی الضمیر۔تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1۔ اردو زبان کا دل بھی بڑا ہے اسکی جھولی بھی بڑی۔کیسے؟

2۔ نیکی میں مقابلہ کس طرح ہوتا ہے؟

3۔ اردو کسی طرح ہندی کی رقیب نہیں ہے۔کیا آپ اس سے متفق ہیں؟ کیوں؟

4۔ زبان دلوں کو جوڑتی ہے۔اس جملے کی وضاحت کیجیے۔

5۔ سارے دیش میں لسانی سیاست کا رنگ کیسے بدلے گا؟

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب تفصیل سے لکھیے۔

1۔ مضمون نگار نے کثرت میں وحدت کی تلاش کو ہندوستانی زندگی کی روح کیوں کہا ہے؟ تبصرہ کیجیے۔

2۔ اردو زبان کی کون کونسی خصوصیات کا ذکر سبق میں کیا گیا ہے؟تفصیل سے لکھیے۔

(ج) ذیل کے بارے میں تخلیقی انداز میں لکھیے۔

1۔ مادری زبان کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اپنے دوست کے نام ایک خط لکھیے۔

2۔ اردو زبان کی ترقی وترویج کے عنوان پر ایک جلسے کے انعقاد کے لئے ایک دعوت نامہ تیار کیجیے۔

(د) ذیل کے بارے میں توصیفی انداز میں لکھیے۔

1۔ قومی یکجہتی کے فروغ میں اردو کے کردار پر ایک مضمون لکھیے۔ یا

آپ کے مدرسے میں کون سا طالبِ علم اردو میں اچھی گفتگو کرتا ہے؟ اس کی شناخت کیجیے۔اور اس کی ستائش کرتے ہوئے ایک توصیف نامہ لکھیے۔

III زبان شناسی

لفظیات

(الف) ذیل میں دیے گئے الفاظ کی ضد سبق میں تلاش کر کے لکھیے۔

غدار — رفیق — قدرتی — مطمئن — الجھانا — کڑوا

(ب) ذیل میں دی گئی الفاظ کی جوڑیوں کو ایک ہی جملے میں استعمال کیجیے

1۔ شہری ۔ فرض ۔ ملک

2۔ میل جول ۔ رواداری ۔ امن

3۔ لین دین ۔ دیانت ۔ ترقی

4۔ ہار ۔ شوبھا ۔ رنگ برنگ

5۔ زبان ۔ گیت ۔ دل

SCERT TELANGANA

(ب) ذیل میں دیے گئے محاوروں کے درست معنی کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ شوبھا بڑھانا ( )
(الف) عزت بڑھانا (ب) دولت بڑھانا (ج) خوبصورتی بڑھانا

2۔ آواز پر کان دھرنا ( )
(الف) آواز نکالنا (ب) غور سے سننا (ج) کان پر ہاتھ رکھنا

3۔ بازی لے جانا ( )
(الف) بازی ہارنا (ب) بازہنا (ج) آگے ہونا

4۔ بال پڑنا ( )
(الف) تڑخنا (ب) جڑنا (ج) اختلاف ہونا

5۔ پھلنا پھولنا ( )
(الف) آزاد ہونا (ب) ترقی کرنا (ج) خوش ہونا

قواعد

حصہ الف اور حصہ ب کے خط کشیدہ الفاظ کے درمیان فرق بتلائیے۔

حصہ الف	حصہ ب
لڑکا آیا۔	لڑکی آئی۔
گھوڑا دوڑا۔	گھوڑی دوڑی۔
مالی پانی دے رہا ہے۔	مالن پانی دے رہی ہے۔

* اوپر کے جملوں میں لڑکا، گھوڑا اور مالی سب جاندار ہیں اور نر ہیں۔ جسکو مذکر کہتے ہیں۔
* لڑکی، گھوڑی اور مالن۔ یہ سب جاندار ہیں اور مادہ ہیں۔ جو مونث کہلاتے ہیں۔

اسی طرح تمام جاندار نر کے مقابل جاندار مادہ اور جاندار مادہ کے مقابل جاندار نر ہوتے ہیں۔

جنس حقیقی:۔ نر جاندار کے مقابل مادہ اور مادہ جاندار کے مقابل نر ہو تو اس کو جنس حقیقی کہتے ہیں۔

اسکی دو قسمیں ہیں:۔ 1۔ مذکر 2۔ مونث

پہچان:۔ 1۔ جس جاندار کے آخر میں ''الف'' یا ''ہ'' ہو وہ عام طور پر مذکر ہوتا ہے۔

جیسے بچہ۔ لڑکا۔

2۔ جس جاندار کے آخر میں (ی) (ن) (نی) یا (انی) ہو وہ عام طور پر مونث ہوتے ہیں۔ جیسے بچی۔ مالن۔ اونٹنی۔ مغلانی

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018
SCERT TELANGANA

مشق I: ذیل سے مذکر اور مونث کو الگ الگ کیجیے۔

بکری – بہن – پارسن – فقیر – جیٹھ – گدھا – جگنو – بلبل – شہزادی

استادنی – ناگ – پھوپھی – لولی – چمار

مشق II: مندرجہ ذیل الفاظ کی تذکیر و تانیث بنائیے۔

1۔ دھوبی	....	6۔ مور	....
2۔ ماموں	....	7۔ بچھڑا	....
3۔ چیونٹا	....	8۔ گوالن	....
4۔ بندہ	....	9۔ کانی	....
5۔ گدھا	....	10۔ بھانجا	....

منصوبہ کام

1۔ اُردو کی اہمیت اور اُس کی چاشنی کو اُجاگر کرنے والے دیگر مضامین اور نظموں کو اکٹھا کیجیے اور کمرہ جماعت میں بحث کیجیے۔

زبان شیریں مُلک گیری

SCERT TELANGANA

3.اے ابرِ رواں

اختر شیرانی

پڑھیے — سوچیے اور جواب دیجیے۔

چشتیؒ نے جس زمیں میں پیغامِ حق سنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھڑایا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ ان اشعار میں کس ملک کا ذکر کیا گیا ہے؟
2۔ ہندوستان میں وحدت کا گیت کس نے گایا؟
3۔ تاتاریوں نے کس ملک کو اپنا وطن بنالیا؟
4۔ ہمارا اور آپ کا وطن کونسا ہے؟

SCERT TELANGANA

مرکزی خیال

نظم "اے ابرِ رواں" میں شاعر وطن سے اپنی محبت کا اظہار کر رہا ہے اور غریب الوطنی میں اسے وطن کی یاد بے چین کرتی ہے تو وہ بے قراری کے عالم میں وطن کی سمت جانے والے بادلوں کو مخاطب کر کے وطن سے اپنا حال سنانے کو کہہ رہا ہے۔

ماخذ

یہ نظم اختر شیرانی کے مجموعہ کلام سے ماخوذ ہے

طلبا کے لیے ہدایات

- سبق کی تصویریں دیکھیے اور ان کے بارے میں اظہارِ خیال کیجیے۔
- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

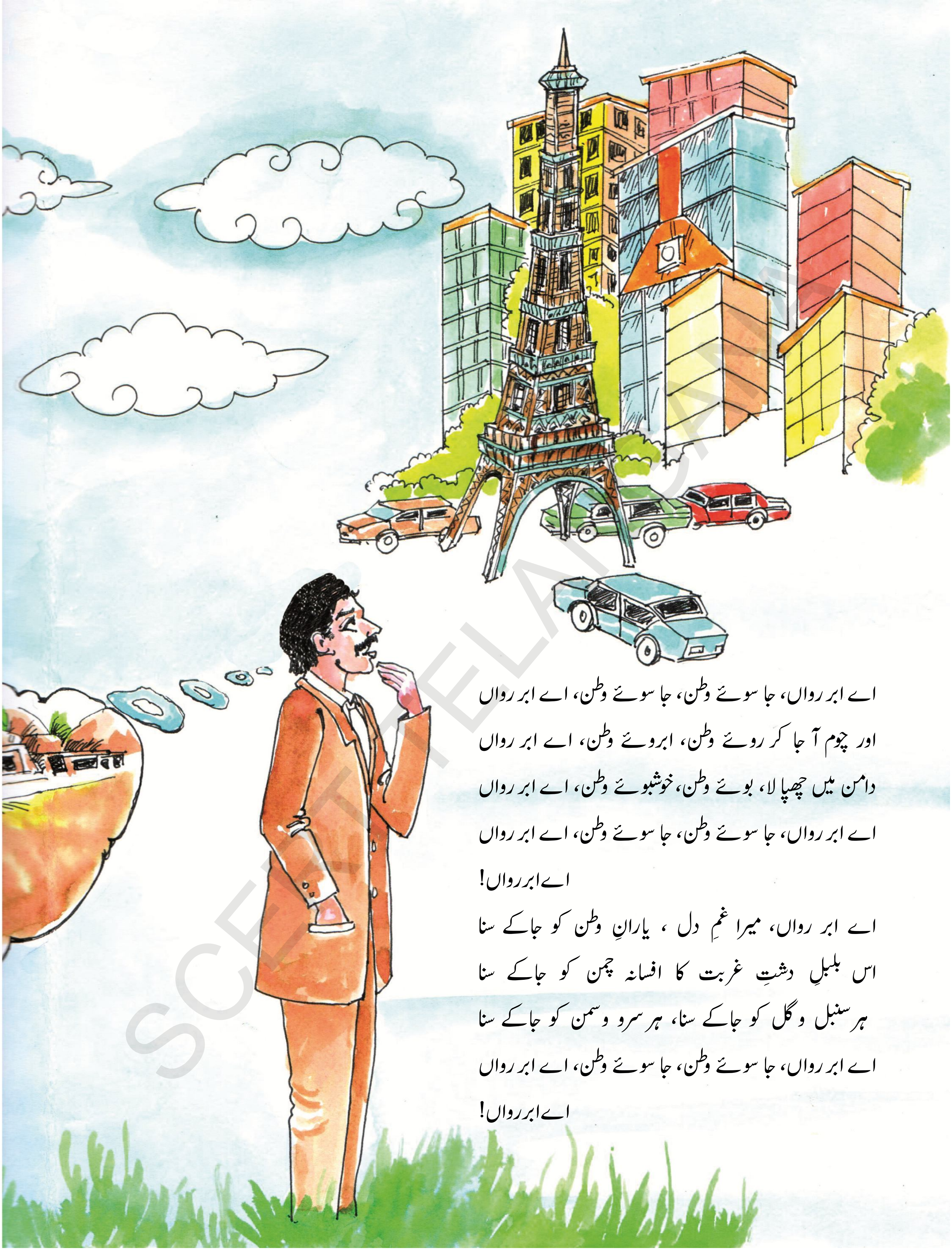

اے ابر رواں، جا سوئے وطن، جا سوئے وطن، اے ابر رواں
اور چوم آ جا کر روئے وطن، ابروئے وطن، اے ابر رواں
دامن میں چھپا لا، بوئے وطن، خوشبوئے وطن، اے ابر رواں
اے ابر رواں، جا سوئے وطن، جا سوئے وطن، اے ابر رواں
اے ابر رواں!

اے ابر رواں، میرا غمِ دل ، یارانِ وطن کو جاکے سنا
اس بلبلِ دشتِ غربت کا افسانہ چمن کو جاکے سنا
ہر سنبل و گل کو جاکے سنا، ہر سرو و سمن کو جاکے سنا
اے ابر رواں، جا سوئے وطن، اے ابر رواں
اے ابر رواں!

SCERT TELANGANA

کہنا کہ دیار غربت میں اک غمزدہ روتا رہتا ہے
دن رات تمہاری فرقت میں منہ اشکوں سے دھوتا رہتا ہے
گلہائے محن کو آنسوؤں کے تاروں میں پروتا رہتا ہے
اے ابر رواں، جا سوئے وطن، جا سوئے وطن، اے ابر رواں
اے ابرِرواں!

کہنا کہ وطن سے ہو کے جدا ، ہم سیر گلستاں کھو بیٹھے
وہ صحن چمن، وہ جلوۂ مہ، وہ حسنِ بہاراں کھو بیٹھے
وہ شوخیِ گل، وہ رنگِ سمن ، وہ نکہت ریحاں کھو بیٹھے
اے ابر رواں، جا سوئے وطن، جا سوئے وطن، اے ابر رواں
اے ابرِرواں!

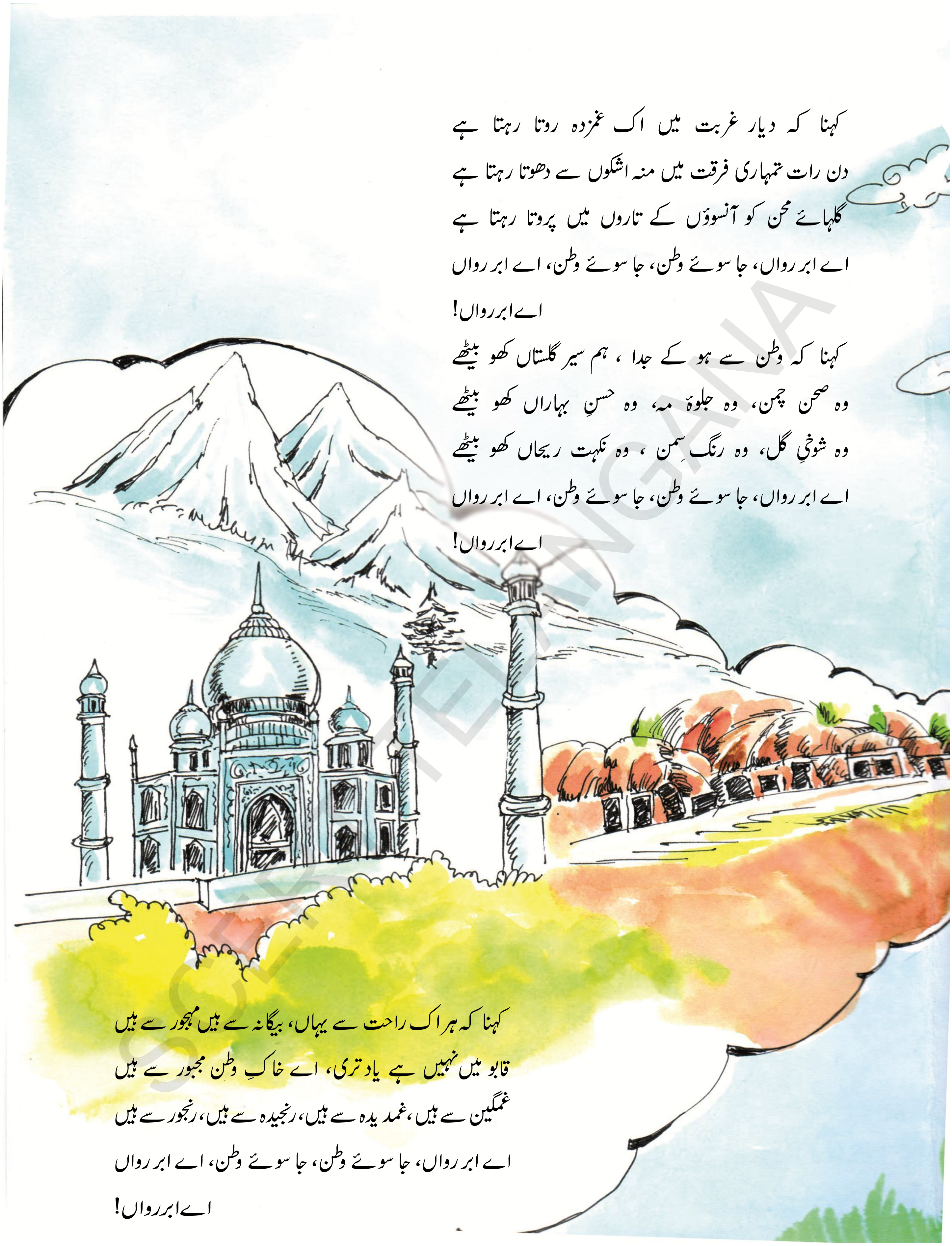

کہنا کہ ہر اک راحت سے یہاں، بیگانہ سے ہیں مجبور سے ہیں
قابو میں نہیں ہے یاد تری، اے خاکِ وطن مجبور سے ہیں
غمگین سے ہیں، غمدیدہ سے ہیں، رنجیدہ سے ہیں، رنجور سے ہیں
اے ابر رواں، جا سوئے وطن، جا سوئے وطن، اے ابر رواں
اے ابرِرواں!

SCERT TELANGANA

صنف کی تعریف

نظم کے معنیٰ ''انتظام' ترتیب یا آرائش'' کے ہیں۔اصطلاحی معنوں میں غزل کے علاوہ تمام شاعری کو''نظم'' کہتے ہیں۔عام طور پر نظم کا ایک مرکزی خیال ہوتا ہے جس کے گرد پوری نظم کا تانا بُنا جاتا ہے۔ہیّت کے اعتبار سے نظم کی تین قسمیں ہوسکتی ہیں:

1۔ پابند نظم: ایسی نظم جس میں بحر کے استعمال اور قافیوں کی ترتیب میں مقررہ اصولوں کی پابندی کی گئی ہو' پابند نظم کہلاتی ہے۔

2۔ نظم معرّا: ایسی نظم جس کے تمام مصرعے برابر کے ہوں مگر ان میں قافیے کی پابندی نہ ہو'نظم معرّا کہلاتی ہے۔کچھ لوگوں نے اسے نظم عاری بھی کہا ہے۔

3۔ آزاد نظم: ایسی نظم جس میں نہ تو قافیے کی پابندی ہو اور نہ تمام مصرعوں کے ارکان برابر کے ہوں یعنی جس کے مصرعے چھوٹے بڑے ہوں' آزاد نظم کہلاتی ہے۔

شاعر کا تعارف

اختر شیرانی کا اصل نام داؤد خان تھا۔اختؔر تخلص کرتے تھے۔1905ء میں ریاست راجستھان کے شہر ٹونک میں پیدا ہوئے۔ان کے والد مشہور محقق حافظ محمود خاں شیرانی تھے۔اور دادا اسمٰعیل خاں شیرانی۔ان کے والد 1909ء میں ٹونک سے لاہور منتقل ہو گئے۔اختر شیرانی کی تعلیم وتربیت بھی لاہور میں ہوئی۔1921ء میں اورینٹل کالج لاہور سے منشی فاضل کا امتحان کامیاب کیا اور پھر 1922ء میں ادیب فاضل کیا۔انہوں نے پہلے ایک جریدے''ہمایوں'' کی ادارت کی۔اسکے بعد''سہیل''''شاہکار'' اور پھر''شیرازہ'' جیسے رسائل سے وابستہ رہے۔پہلے''انتخاب'' کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا جس کو بعد میں''بہارستان'' کے نام سے معنون کیا۔

اختؔر شیرانی کے کلام کے کئی مجموعے شائع ہوئے۔جن میں''صبح بہار'' ''اخترستان''''لالۂ طور'' اور''طیور آوارہ'' قابل ذکر ہیں۔ان کی وفات کے بعد ان کے سارے کلام کو جمع کر کے''کلیات اختر شیرانی'' کے نام سے شائع کیا گیا۔اختر شیرانی نے بچوں کے لئے بھی نظمیں لکھیں۔ان نظموں کا ایک مجموعہ''پھولوں کے گیت'' کے نام سے شائع ہوا۔وہ ایک اچھے نثر نگار بھی تھے۔''آئینہ خانے'' ان کی نثری کاوشوں کا مجموعہ ہے۔عالم جوانی میں 11 رستمبر 1942ء کو ان کی رحلت ہوئی۔

SCERT TELANGANA

خلاصہ

نظم ''اے ابرِ رواں'' میں شاعر بادل سے مخاطب ہو کر وطن سے اپنی محبت اور وطن کی یاد میں بے قراری کا اظہار کر رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ اے ابرِ رواں میرے وطن کی طرف روانہ ہو اور وہاں برس کر وطن کی مٹی کی خوشبو کو میرے لئے سمیٹ کر لے آ۔

دوسرے بند میں شاعر کہہ رہا ہے کہ اے ابر رواں! میری بے چینی اور غم میرے ہم وطنوں کو جا کر سنا۔ یہاں تک کہ ہر پھول و پتہ اور چمن کے سارے درخت و پودوں پر میری بے قراری آشکارا ہو جائے۔

تیسرے بند میں شاعر کہہ رہا ہے کہ ان تمام سے کہنا کہ وطن سے دور رہ کر دن رات وہ وطن کی یاد میں روتا رہتا ہے۔ گویا غم کے پھولوں کو آنسوؤں کے تاروں میں پرو رہا ہے۔

چوتھے بند میں شاعر کہہ رہا ہے کہ میرے ہم وطنوں سے کہنا کہ وطن سے جدا ہو کر ہم اپنی راحت اور آسودگی سے محروم ہو گئے ہیں۔ وطن کی ہر بات اور وہاں کی ایک ایک چیز کی یاد ہم کو بے کل کر رہی ہے۔ اور ہم دیارِ غیر میں ان تمام سے محروم ہو کر غم زدہ ہیں۔

آخری بند میں شاعر کہہ رہا ہے کہ وطن سے دور رہ کر ہر خوشی سے محروم ہیں۔ وطن کی یاد ہم کو ہر وقت غمگین رکھتی ہے۔ اے ابر رواں! جا کر میرے وطن کو میری حالت زار سنا آ۔

یہ کیجیے

I سمجھنا — اظہار خیال کرنا

A اپنے الفاظ میں بیان کیجیے

1۔ اس نظم میں شاعر اپنی کس حالت کا اظہار کر رہا ہے؟

2۔ وطن سے دور ہونے پر وطن کی کون کون سی باتیں یاد آتی ہیں؟

3۔ اپنے وطن کی زندگی اور دیارِ غیر کی زندگی میں کیا فرق ہوتا ہے؟

B پڑھیے۔ سمجھ کر بولیے

(الف) نظم میں درج ذیل الفاظ کی نشاندہی کیجیے۔

روئے وطن – سنبل و گل – دیارِ غربت – گلہائے محن – صحن چمن – شوخیِ گل – بیگانہ – رنجور

(ب) ذیل میں دیے گئے مصرعوں کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

1۔ دامن میں چھپا لا، بوئے وطن، خوشبوئے وطن، اے ابرِ رواں

2۔ اس بلبل دشت غربت کا افسانہ چمن کو جا کے سنا

3۔ کہنا کہ وطن سے ہو کے جدا، ہم سیر گلستاں کھو بیٹھے

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 2018-19
SCERT TELANGANA

4۔ کہنا کہ ہر اک راحت سے یہاں، بیگانہ سے ہیں، مجبور سے ہیں

(ج) ذیل کے اشعار پڑھ کر سوالوں کے جواب دیجیے۔

او دیس سے آنے والے بتا!
کیا اب بھی مہکتے مندر سے
ناقوس کی آواز آتی ہے
کیا اب بھی مقدس مسجد سے
مستانہ اذاں تھراتی ہے
اور شام کے رنگین سایوں پر
عظمت کی جھلک چھا جاتی ہے
او دیس سے آنے والے بتا!

1۔ ناقوس سے کیا مراد ہے؟
2۔ اذاں کی کیفیت کیسی ہوتی ہے؟
3۔ شاعر نے شام کی کیا کیفیت بیان کی ہے؟
4۔ اس بند میں ہندوستان کی کس خصوصیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

(د) ذیل کے سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ اختر شیرانی کے نثری مضامین کے مجموعہ کا نام کیا ہے؟
2۔ شاعر بادل کو دامن میں کیا چھپا کر لانے کے لیے کہہ رہا ہے؟
3۔ شاعر اپنا غم کس کو سنانا چاہ رہا ہے؟ کیوں؟
4۔ شاعر کس کے فراق میں آنسو بہا رہا ہے؟ کیوں؟
5۔ وطن سے دور رہ کر شاعر پر کیا گزر رہی ہے؟

II اظہار مافی الضمیر۔تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1۔ شاعر نے خود کو بلبلِ دشتِ غربت کیوں کہا ہے؟
2۔ دیارِ غربت سے کیا مراد ہے؟
3۔ شاعر راحت سے کیسے بیگانہ ہے؟
4۔ شاعر نے وطن کی کن کن چیزوں سے محرومی کا ذکر کیا ہے؟

SCERT TELANGANA

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب تفصیل سے لکھیے۔

1۔ اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھئے۔

2۔ خوشبوئے وطن، سیر گلستان اور خاکِ وطن کی تشریح نظم کی مناسبت سے کرتے ہوئے اپنے وطن کی تعریف بیان کیجیے۔

(ج) تخلیقی انداز میں لکھیے

1۔ اپنے وطن کی خوبصورتی اور دلکشی کو بیان کرتے ہوئے ایک مختصر نظم لکھیے۔

یا

تصور کیجیے کہ آپ وطن سے باہر کسی اور ملک میں ہیں۔ اور آپ کو وطن کی یاد بہت ستا رہی ہے۔ اپنے ان احساسات کا اظہار کرتے ہوئے وطن میں موجود کسی دوست کو خط لکھیے۔

(د) توصیفی انداز میں لکھیے

1۔ اس نظم کی معنویت، چاشنی اور اندازِ بیاں کی ستائش کرتے ہوئے کسی ادبی رسالے کے لیے ایک مضمون تحریر کیجیے۔

III۔ زبان شناسی

لفظیات

(الف) اس نظم سے مرکب الفاظ تلاش کیجیے اور ان کے معنی لکھیے۔ جیسے غمِ دل

(ب) ذیل کے جملوں میں خط کشیدہ الفاظ کی ضد لکھ کر جملوں میں استعمال کیجیے۔

1۔ پھولوں کی خوشبو دل کو محسور کرتی ہے : ....

2۔ سخت محنت سے زندگی میں راحت حاصل ہوتی ہے: ....

3۔ اپنی زبان کو ہمیشہ قابو میں رکھنا چاہیے: ....

4۔ بہار کا موسم بہت حسین لگتا ہے۔: ....

5۔ بیگانوں سے حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے: ....

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

قواعد

ان اشعار کو پڑھیے

کہنا کہ دیارِ غربت میں اک غمزدہ روتا رہتا ہے
دن رات تمہاری فرقت میں منہ اشکوں سے دھوتا رہتا ہے
گلہائے محن کو آنسوؤں کے تاروں میں پروتا رہتا ہے
اے ابرِ رواں، جا سوئے وطن، جا سوئے وطن
اے ابرِ رواں!

اس بند میں اشکوں سے منہ دھونا اور آنسوؤں کے تار پرونا کنایہ ہے آنسوؤں کی جھڑی لگانے سے یا مسلسل رونے سے۔

کلام میں حقیقی معنیٰ چھوڑ کر مرادی معنیٰ لیا جائے تو صنعت کنایہ کہلاتا ہے

مشق: اس نظم کے ان مصرعوں کی نشاندہی کیجیے جن میں کنایہ استعمال کیا گیا ہے۔

منصوبہ کام

وطن کی محبت میں مختلف شاعروں نے اپنے اپنے انداز میں نظمیں کہی ہیں۔ اس موضوع پر اپنی پسندیدہ نظموں کو جمع کیجیے اور کمرہ جماعت میں سنائیے۔

SCERT TELANGANA

4. عیدگاہ

پڑھیے—سوچیے اور جواب دیجیے۔

منشی پریم چند

حضور اکرم ﷺ ایک
مرتبہ عید کی نماز کے لیے عیدگاہ تشریف لے جا رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے
دیکھا کہ راستے میں ایک لڑکا روتا ہوا بیٹھا ہے۔ حضورؐ نے اس لڑکے سے دریافت کیا کہ بیٹا تم کیوں
رو رہے ہو؟ اس لڑکے نے جواب دیا کہ آج عید کا دن ہے لیکن میرے لیے نہیں کیونکہ میرے والدین کا انتقال
ہو چکا ہے اور میرا کوئی نہیں ہے۔ نہ کوئی مجھے کپڑے دلانے والا ہے اور نہ ہی کوئی گلے لگانے والا ہے اس لیے میں
غمگین بیٹھا رو رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس لڑکے کو اپنے ساتھ لیا اور اپنی بیٹی بی بی فاطمہؓ کے گھر گئے اور ان سے کہا
بیٹی اس کو نہلا کر حسن اور حسین کے کپڑوں میں سے اسے کپڑے پہنا دو اور اسے عید کی نماز کے لیے تیار کر دو۔ پھر
اس لڑکے سے کہا بیٹے! آج سے میں تمہارا باپ ہوں، عائشہؓ تمہاری ماں ہیں، حسنؓ اور حسینؓ تمہارے بھائی
ہیں۔ یہ سن کر وہ لڑکا بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد حضورؐ اس لڑکے کو لے کر عیدگاہ آئے اور نماز پڑھائی۔
عیدگاہ میں سارے لڑکے اس لڑکے کی قسمت پر رشک کرنے لگے۔

(مفہومِ حدیث)

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1. لڑکا کیوں رو رہا تھا؟
2. حضور ﷺ نے اس لڑکے کے ساتھ کیا کیا؟
3. عیدگاہ میں لوگ لڑکے کی قسمت پر کیوں رشک کرنے لگے تھے؟
4. لڑکے کے خوش ہونے کی وجہ کیا تھی؟
5. اس واقعہ سے ہمیں کیا درس ملتا ہے؟

مرکزی خیال

پریم چند نے اپنے افسانے عیدگاہ میں ایک چھوٹے سے لڑکے حامد کی اپنی بوڑھی دادی کے لئے فکرمندی کو ظاہر کیا ہے۔ اس افسانے میں صلۂ رحمی، بزرگوں پر توجہ دینا، خودغرضی سے بچنا، خود پر دوسروں کو ترجیح دینا، اپنے عزم پر جمے رہنا، دوسروں کے بہکاوے میں نہ آنا وغیرہ جیسی بے شمار نصیحتیں پوشیدہ ہیں۔

ماخذ

عیدگاہ پریم چند کے مشہور افسانوں میں سے ایک ہے۔

طلبا کے لیے ہدایات

- سبق کی تصویریں دیکھیے اور ان کے بارے میں اظہارِ خیال کیجیے۔
- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

SCERT TELANGANA

رمضان کے پورے تیس روزوں کے بعد عید آئی۔ کتنی سہانی اور رنگین صبح ہے۔ درختوں پر کچھ عجیب ہریالی ہے۔ کھیتوں میں کچھ عجیب رونق ہے۔ آسمان پر کچھ رنگینی ہے۔ آج سورج دیکھو کتنا پیارا ہے۔ کتنا ٹھنڈا ہے گویا دنیا کو عید کی مبارک باد دے رہا ہے۔ گاؤں میں کتنی چہل پہل ہے۔ عید گاہ جانے کی دھوم ہے۔ عید گاہ سے لوٹتے لوٹتے دوپہر ہو جائے گی۔ لڑکے سب سے زیادہ خوش ہیں۔ کسی نے ایک روزہ رکھا، وہ بھی دوپہر تک، کسی نے وہ بھی نہیں۔ لیکن عید گاہ جانے کی خوشی ان ہی کا حصہ ہے۔ روزے بڑے بوڑھوں کے لئے ہوں گے۔ بچوں کے لئے تو عید ہے۔ ان کی اپنی جیبوں میں تو قارون کا خزانہ رکھا ہوا ہے۔ بار بار جیب سے اپنا خزانہ نکال کر گنتے ہیں، دوستوں کو دکھاتے ہیں اور خوش ہو کر رکھ لیتے ہیں۔ ان ہی دو چار پیسوں میں دنیا کی ساری نعمتیں لائیں گے۔ کھلونے، مٹھائیاں اور بگل اور خدا جانے کیا کیا۔ اور سب سے زیادہ خوش ہے حامد۔ وہ چار سال کا غریب بچہ ہے۔ جس کا باپ پچھلے سال ہیضے کی نذر ہو گیا اور ماں نہ جانے کیوں زرد ہوتے ہوتے ایک دن مر گئی۔ اب حامد اپنی بوڑھی دادی امینہ کی گود میں سوتا ہے ۔۔۔ اور اتنا ہی خوش ہے۔ اسکے ابّا جان روپے کمانے گئے ہیں، بہت سی تھیلیاں لے کر آئیں گے۔ امّی جان اللہ میاں کے گھر اس کے لئے اچھی اچھی چیزیں لینے گئی ہیں۔ اسی لیے حامد خوش ہے۔ امید تو بہت بڑی چیز ہے۔ حامد کے پاؤں میں جوتے نہیں ہیں۔ سر پر ایک پرانی دھرانی ٹوپی ہے، جس کا گوٹا سیاہ ہو گیا ہے۔ پھر بھی وہ خوش ہے۔ جب اس کے ابّا جان تھیلیاں اور امّی جان نعمتیں لے کر آئیں گی، تب وہ دل کے ارمان نکالے گا۔

بدنصیب امینہ اپنی کوٹھری میں بیٹھی رو رہی ہے۔ آج عید کا دن ہے۔ اور اس کے گھر میں دانہ نہیں ہے۔ کس نے بلایا تھا اس نگوڑی عید کو؟ اس گھر میں اس کا کام نہیں، لیکن حامد۔۔۔ اسے کسی کے مرنے جینے سے کیا مطلب! اس کے اندر روشنی ہے، باہر امید!

گاؤں کے بچے اپنے اپنے باپ کے ساتھ جا رہے ہیں۔ حامد کیا اکیلا ہی جائے گا؟ اس بھیڑ بھاڑ میں کہیں کھو جائے تو کیا ہو؟ نہیں، امینہ اسے تنہا نہ جانے دے گی۔ مگر وہ ساتھ چلی جائے تو یہاں سویّاں کون پکائے گا؟ بھوکا پیاسا دوپہر کو لوٹے گا۔ کیا اس وقت سویّاں پکانے بیٹھے گی؟ رونا تو یہ ہے کہ آمنہ کے پاس پیسے بھی نہیں۔ اس نے فہیمن کے کپڑے سیے تھے۔ آٹھ آنے ملے تھے۔ اس اٹھنی کو ایمان کی طرح بچاتی چلی آئی تھی۔ اس عید کے لئے۔ لیکن کل گوالن سر پر سوار ہوگئی تو کیا کرتی...! حامد کے لئے کچھ نہیں ہے تو دو پیسے کا دودھ تو چاہیئے ہی، اب تو کل دو آنے بچ رہے ہیں۔ تین پیسے حامد کی جیب میں اور پانچ پیسے آمنہ کے بٹوے میں۔

گاؤں سے میلہ چلا تھا اور بچوں کے ساتھ حامد بھی جا رہا تھا۔ عیدگاہ جانے والوں کی ٹولیاں نظر آنے لگیں۔ ایک سے ایک زرق برق پوشاک پہنے ہوئے۔ کوئی تانگے پر سوار، کوئی موٹر پر اپنے آپ میں مگن، چاروں طرف سے بے خبر اطمینان سے چلا جا رہا تھا۔ اچانک عیدگاہ نظر آئی۔ اوپر املی کے درختوں کا سایہ ہے۔ نیچے کھلا ہوا پختہ فرش ہے جس پر جاے نماز بچھی ہوئی ہے۔ اور نمازیوں کی قطاریں۔ یہاں کوئی رتبہ نہیں دیکھا جاتا۔ اسلام کی نگاہ میں سب برابر ہیں۔ دیہاتیوں نے بھی وضو کیا اور جماعت میں شامل ہو گئے۔ کتنی منظم جماعت ہے! لاکھوں آدمی ایک ساتھ جھکتے اور ایک ساتھ بیٹھتے ہیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا بجلی کے لاکھوں بتیاں ایک ساتھ روشن ہو جائیں اور ایک ساتھ بجھ جائیں اور یہی سلسلہ چلتا رہے۔ کوئی ایسی کشش ہے، جس نے سب کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔

نماز ختم ہوگئی ہے لوگ ایک دوسرے سے گلے مل رہے ہیں۔ پھر مٹھائی اور کھلونوں کی دکانوں پر دھاوا ہوتا ہے۔ یہ دیکھو ہنڈولا ہے۔ ایک پیسہ دے کر بیٹھ جاؤ اور پچیس چکروں کا مزہ لو۔ محمود اور محسن، نورے اور سمیع ان گھوڑوں اور اونٹوں پر بیٹھے ہیں۔ حامد دور کھڑا ہے۔ تین پیسے ہی تو اس کے پاس ہیں۔ ذرا سا چکر کھانے کے لئے اپنے خزانے کا ایک تہائی نہیں دے سکتا۔

سب اترتے ہیں۔ اب کھلونے لیں گے۔ ادھر دکانوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ طرح طرح کے کھلونے ہیں۔

واہ! کتنے خوبصورت کھلونے ہیں۔ اور بولا ہی چاہتے ہیں۔ محمود سپاہی لیتا ہے خاکی وردی اور لال پگڑی، کندھے پر بندوق۔ محسن کو بہشتی پسند آیا۔ کتنا خوش ہے، شاید گیت گا رہا ہے۔ نورے کو وکیل سے پریم ہے۔ کیسی ذہانت ہے اس کے منہ پر۔ ایک ہاتھ میں قانون کی کتاب لیے ہوئے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کسی عدالت سے جرح یا بحث کر کے چلے آ رہے ہیں۔ یہ سب دو پیسے کے ہیں مگر حامد دو پیسے کا ایک کھلونا لے لے تو پھر کیا لے گا۔ ”نہیں کھلونے فضول سے ہیں۔ کہیں ہاتھ سے چھوٹ پڑیں تو چور چور ہو جائیں۔ ذرا سا پانی پڑ جائے تو سارا رنگ ڈھل جائے۔ ان کھلونوں کو لے کر وہ کیا کرے گا؟

محسن کہتا ہے۔ ”میرا بہشتی روز پانی دینے جائے گا، صبح و شام۔“

سمیع: ”اور میری دھوبن روز کپڑے دھوئے گی۔“

حامد کھلونوں کی برائی کرتا ہے۔ لیکن ہر چیز کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ ذرا دیر کے لئے انھیں ہاتھ

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018
SCERT TELANGANA

میں لے کر دیکھے۔ اس کے ہاتھ بے ساختہ بڑھتے ہیں۔لیکن لڑکے اتنے فیاض نہیں ہوتے۔ خاص کر جب نیا خون ہو۔ حامد للچاتا رہ جاتا ہے۔

کھلونوں کے بعداب مٹھائی کا نمبر آیا۔کسی نے ریوڑیاں لی ہیں،کسی نے گلاب جامن،کسی نے سوہن حلوہ۔ مزے سے کھا رہے ہیں۔ حامدان کی برادری سے خارج ہے۔ کم بخت کی جیب میں تین پیسے ہی تو ہیں۔ کیوں نہیں کچھ لے کر کھاتا۔ لالچی نظروں سے سب کی طرف دیکھتا ہے۔

محسن نے کہا۔ ''حامد! یہ ریوڑی لے جا کتنی خوشبودار ہیں؟''

حامد کو شبہ ہوا کہ یہ محض شرارت ہے۔محسن اتنا فیاض طبع نہیں ہے۔لیکن یہ جان کر پھر بھی اس کے پاس گیا۔محسن دونے سے ایک ریوڑی نکال کر حامد کی طرف بڑھاتا ہے۔ حامد ہاتھ پھیلاتا ہے۔محسن ریوڑی اپنے منہ میں رکھ لیتا ہے۔محمود، نورے، سمیع خوب تالیاں بجا بجا کر ہنستے ہیں۔ حامد کھسیانا ہو جاتا ہے۔

محسن: ''اچھا اب ضرور دیں گے، حامد! اللہ قسم۔ لے جا!''

حامد: ''رکھے رہو کیا میرے پاس پیسے نہیں ہیں؟''

سمیع: ''تین ہی پیسے تو ہیں کیا کیا لو گے؟''

محمود: ''ہم سے گلاب جامن لے جاؤ حامد! محسن شریر ہے۔''

حامد: ''مٹھائی کون بڑی نعمت ہے۔ کتاب میں اس کی برائیاں لکھی ہیں۔''

محسن: ''لیکن جی میں کہہ رہے ہو گے کہ کچھ مل جائے تو کھا لیں۔ اپنے پیسے کیوں نہیں نکالتے۔؟''

محمود: ''میں اسکی ہوشیاری سمجھتا ہوں۔ جب ہمارے سارے پیسے خرچ ہو جائیں گے، تب یہ مٹھائی لے گا اور ہمیں چڑا چڑا کر کھائے گا۔''

حلوائیوں کی دکانوں کے آگے کچھ دکانیں لوہے کی چیزوں کی تھیں۔لڑکوں کے لئے یہاں دلچسپی کا کوئی سامان نہیں تھا۔ حامد لوہے کی دکان پر رک جاتا ہے۔ دست پناہ رکھے ہوئے تھے۔ وہ دست پناہ خریدے گا۔ دادی کے پاس دست پناہ نہیں ہے۔ توے سے روٹیاں اتارتی ہیں تو ہاتھ جل جاتا ہے۔ اگر وہ دادی کو دست پناہ لے کر دے دے تو وہ کتنی خوش ہوں گی۔ پھر ان کی انگلیاں کبھی نہیں جلیں گی۔ گھر میں ایک کام کی چیز آ جائے گی۔کھلونوں سے کیا فائدہ؟ مفت میں پیسے خراب ہوتے ہیں۔ ذرا ہی دیر کی تو خوشی ہوتی ہے۔ پھر تو انھیں کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ وہ گھر پہنچتے پہنچتے ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جاتے ہیں یا چھوٹے بچے جو عید گاہ نہیں جا سکتے ہیں، ضد کر کے لے لیں گے اور توڑ ڈالیں گے۔ دست پناہ کتنے فائدے کی چیز ہے! روٹیاں توے سے اتارو، چولھے سے آگ نکال کر دے دو۔ دادی کو کہاں فرصت ہے بازار جائیں اور اتنے پیسے کہاں ملتے ہیں۔ روز ہاتھ جلا لیتی ہیں۔

حامد کے ساتھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ کتنے خودغرض اور لالچی ہیں۔سب نے اتنی مٹھائیاں لیں۔کسی نے مجھے ایک بھی نہ دی۔

اس پر کہتے ہیں کہ میرے ساتھ کھیلو۔ میری تختی دھلاؤ۔ اب اگر میاں محسن نے کسی کام کو کہا تو خبر لوں گا۔ اس نے پھر سوچا۔ دادی دست پناہ دیکھتے ہی دوڑ کر میرے ہاتھ سے لے لیں گی۔ اور کہیں گی کہ میرا بچہ اماں کے لئے دست پناہ لایا ہے۔ ہزاروں دعائیں دیں گی۔ ان لوگوں کے کھلونوں پر کون دعا دے گا۔ بزرگوں کی دعائیں سیدھی خدا کی بارگاہ میں پہنچتی ہیں اور فوراً قبول ہوتی ہیں۔

دکان دار نے اس کی طرف دیکھا اور ساتھ کوئی آدمی نہ دیکھ کر بولا: ''تمہارے کام کا نہیں جی!''

''بکاؤ ہے کہ نہیں؟''

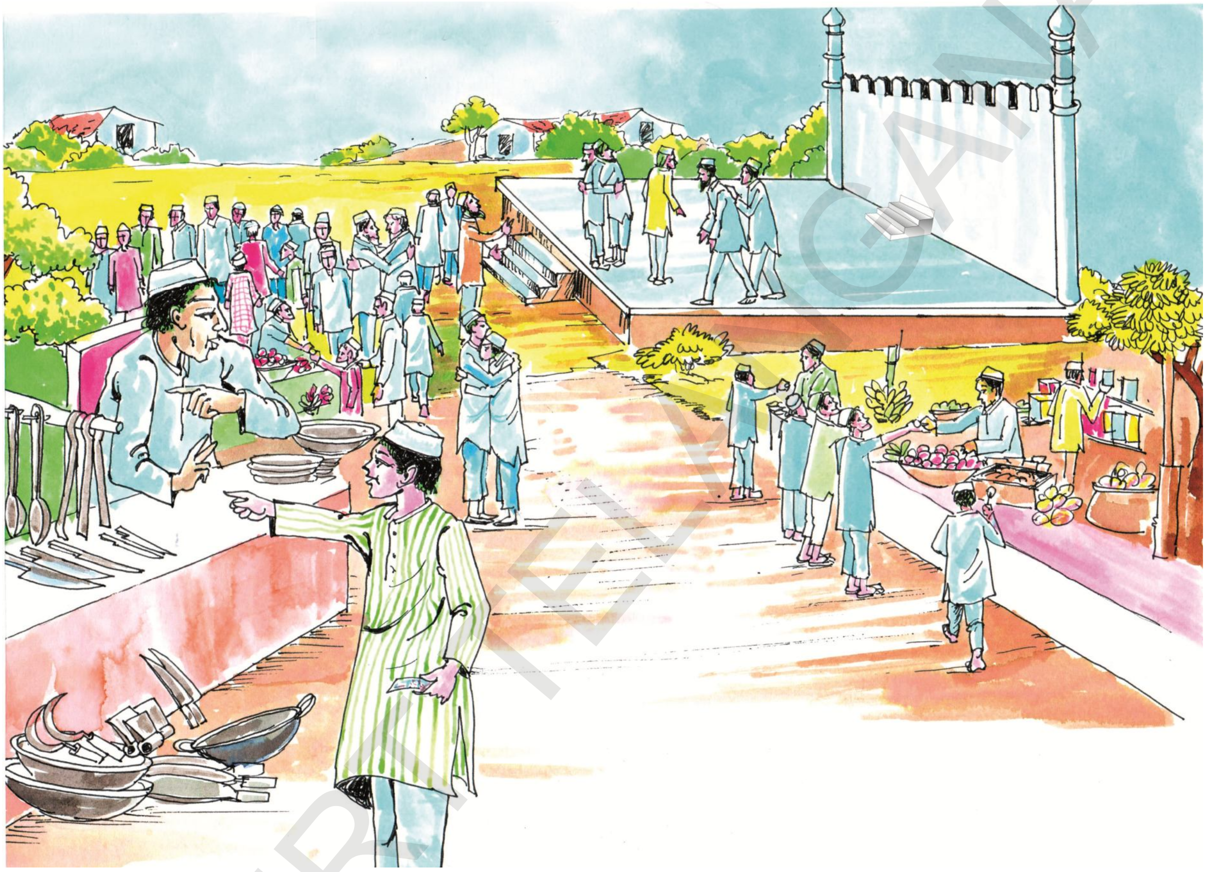

''بکاؤ کیوں نہیں ہے اور یہاں کیوں لاد کر لائے ہیں؟''

''تو بتاتے کیوں نہیں۔ کتنے پیسے کا دو گے؟''

''چھ پیسے لیں گے۔''

''ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔''

ٹھیک پانچ پیسے لیں گے۔ لینا ہو تو لو۔''

حامد کا دل بیٹھ گیا۔ حامد نے کلیجہ مضبوط کر کے کہا، ''تین پیسے لوگے؟'' یہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا کہ دکان دار کی گھڑکیاں نہ سنے۔ مگر دکان دار نے گھڑکیاں نہ دیں۔ بلا کر دست پناہ دے دیا اور پیسے لے لیے۔

حامد نے دست پناہ کندھے پر رکھ لیا، گویا بندوق ہے اور شان سے اکڑتا ہوا اپنے دوستوں کے پاس آیا۔

محسن نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''یہ دست پناہ لایا ہے۔ احمق اس کا کیا کرے گا؟''

حامد نے دست پناہ زمین پر پٹک کر کہا۔ ''ذرا اپنا بہشتی زمین پر گرا کر دیکھو۔ ساری ملیاں چور چور ہو جائیں گی بچّے کی۔''

محمود: ''تو یہ دست پناہ کوئی کھلونا ہے؟''

حامد: ''کھلونا کیوں نہیں ہے۔ ابھی کندھے پر رکھا بندوق ہو گیا۔ ہاتھ میں لے لیا تو فقیر کا چمٹا ہو گیا۔ چاہوں تو اس سے تمہاری ناک پکڑ لوں، چاہوں تو اس سے چھرے کا کام بھی لے سکتا ہوں۔ ایک چمٹا جما دوں تو تمہارے سارے کھلونوں کی جان نکل جائے۔ تمہارے کھلونے چاہے کتنا ہی زور لگائیں اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ میرا بہادر شیر ہے یہ دست پناہ!''

سمیع متاثر ہو کر بولا۔ ''میری خنجری سے بدلوگے، دو آنے کی ہے۔''

حامد نے خنجری کی طرف حقارت سے دیکھ کر کہا۔ ''میرا دست پناہ چاہے تو تمہاری خنجری کا پیٹ پھاڑ ڈالے۔ ذرا سا پانی لگے تو ختم ہو جائے۔ میرا دست پناہ آگ میں، پانی میں، آندھی میں، طوفان میں برابر ڈٹا رہے گا۔''

اب دو فریق ہو گئے۔ محمود، محسن اور نورے ایک طرف۔ حامد، یکا و تنہا دوسری طرف، سمیع غیر جانبدار ہے۔ جس کی فتح دیکھے گا، اس کی طرف ہو جائے گا۔ لیکن محسن اور نورے دو دو سال بڑے ہونے پر بھی حامد کے حملوں سے پریشان ہو رہے تھے۔ اس کے پاس انصاف کی قوت تھی۔ ایک طرف مٹی ہے دوسری طرف لوہا جو اس وقت اپنے آپ کو فولاد کہہ رہا ہے۔

محسن نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر کہا۔ ''اچھا پانی تو نہیں بھر سکتا۔''

حامد نے دست پناہ کو سیدھا کر کے کہا۔ ''یہ بہشتی کو ایک ڈانٹ بتائے گا تو وہ دوڑتا ہوا پانی لے کر آئے گا اور اس کے دروازے پر چھڑکنے لگے گا۔''

محسن کا ناطقہ بند ہو گیا۔ محمود نے کمک پہنچائی۔ ''بچّے گرفتار ہو جائیں تو عدالت میں بندھے بندھے پھریں گے تب تو وکیل صاحب کے پیروں پڑیں گے۔''

حامد اس وار کا جواب نہ دے سکا۔ اس نے پوچھا۔ ''اسے پکڑنے کون آئے گا؟''

نورے نے کہا۔ ''یہ سپاہی بندوق والا۔''

حامد نے منہ چڑا کر کہا۔ ''یہ بے چارے اس رستمِ ہند کو پکڑیں گے؟ اچھا لاؤ ابھی ذرا مقابلہ ہو جائے۔ اس کی صورت دیکھتے ہی بچّے کی ماں مر جائے گی۔ پکڑیں گے کیا بچارے؟''

محسن نے تازہ دم ہو کر وار کیا۔ ''تمہارے دست پناہ کا منہ روز آگ میں جلے گا۔''

حامد کے پاس جواب تیار تھا۔ ''آگ میں بہادر کودتے ہیں جناب! تمہارے یہ وکیل صاحب اور سپاہی اور بہشتی ڈرپوک ہیں۔ سب گھر میں گھس جائیں گے۔ آگ میں کودنا وہ کام ہے جو رستم ہی کر سکتا ہے۔''

محمود نے ایک بار پھر زور لگایا۔ ''تمہارا دست پناہ باورچی خانے میں زمین پر پڑا رہے گا۔ اور وکیل صاحب کرسی پر بیٹھیں گے۔

حامد سے جواب نہ بن پڑا تو اس نے دھاندلی شروع کی۔ میرا دست پناہ باورچی خانے میں زمین پر نہیں پڑا رہے گا۔ وکیل صاحب کرسی پر بیٹھیں گے تو جا کر انھیں زمین پر پٹک دے گا اور سارا قانون ان کے پیٹ میں ڈال دے گا۔''

اس کے جواب میں بالکل جان نہ تھی، بالکل بے تکی سی بات۔ لیکن قانون پیٹ میں ڈالنے والی بات چھا گئی۔ ایسی چھا گئی کہ تینوں سورما منہ تکتے رہ گئے۔ حامد نے میدان جیت لیا۔ اس کا دست پناہ رستم ہند ہے۔

محسن نے کہا۔ ''ذرا اپنا چمٹا دو۔ ہم بھی دیکھیں۔ تم چاہو تو ہمارا بہشتی لے کر دیکھو۔'' محمود اور نورے نے بھی اپنے کھلونے پیش کئے۔ حامد کو کوئی اعتراض نہیں۔ دست پناہ باری باری محمود، محسن اور سمیع کے ہاتھ میں گیا اور ان کے کھلونے باری باری سے حامد کے ہاتھ میں آئے۔

حامد نے ہارنے والے کے آنسو پونچھے۔ ''میں تمہیں چڑا رہا تھا، سچ یہ چمٹا کھلونوں کی کیا برابری کرے گا۔''

لیکن محسن کی پارٹی پر اس دلاسے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ چمٹے کا سکّہ خوب بیٹھ گیا۔

محسن: ''لیکن ان کھلونوں کے لئے کوئی ہمیں دعا تو نہ دے گا۔''

محمود: ''دعا کے لیے پھرتے ہو، الٹے مار نہ پڑے۔ امّاں ضرور کہیں گی کہ میلے میں یہی مٹی کے کھلونے ملے۔''

حامد کی یہ بات ماننی پڑی کہ کھلونوں کو دیکھ کر کسی کی ماں اتنی خوش نہ ہوگی، جتنی حامد کی دادی چمٹے کو دیکھ کر خوش ہوں گی۔

گیارہ بجے سارے گاؤں میں چہل پہل ہوگئی۔ میلے والے آگئے۔ محسن کی چھوٹی بہن نے دوڑ کر بہشتی کو اس کے ہاتھ سے لے لیا اور مارے خوشی کے جو اچھلی تو میاں بہشتی نیچے آرہے۔ اس پر بھائی بہن میں مار پیٹ ہوئی۔ دونوں خوب روئے۔ ان کی امّاں جان یہ کہرام سن کر اور بگڑیں۔ دونوں کو اوپر سے دو دو چانٹے رسید کیے۔ میاں نورے کے وکیل صاحب کا حشر اس سے بھی بدتر ہوا۔ وکیل زمین یا طاق پر تو بیٹھ نہیں سکتا۔ اس کی پوزیشن کا تو کچھ خیال رکھنا ہی پڑے گا۔ دیوار میں دو کھونٹیاں گاڑی گئیں۔ ان پر چیڑ کا پرانا پٹرا رکھا گیا۔ پٹرے پر کاغذ کا قالین بچھایا گیا۔ وکیل صاحب تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ نورے پنکھا لے کر جھلنے لگا۔ معلوم نہیں پنکھے کی ہوا سے یا پنکھے کی چوٹ سے، وکیل صاحب نیچے آرہے۔ پھر بڑے زور سے ماتم ہوا اور وکیل صاحب کی لاش گھورے پر پھینک دی گئی۔

اب رہے میاں محمود کے سپاہی۔ اسے چٹ پٹ گاؤں کا پہرا دینے کا چارج مل گیا۔ لیکن پولیس کا سپاہی معمولی شخص تو نہیں، جو اپنے پیروں چلے۔ ایک ٹوکری آئی۔ اس میں لال رنگ کے پھٹے پرانے کپڑے بچھا کر پالکی بنائی گئی۔ اس میں سپاہی صاحب آرام سے لیٹے۔ محمود نے ٹوکری اٹھائی اور دروازے کا چکر لگانے لگے۔ ان کے دونوں چھوٹے بھائی ''سونے والے جاگتے رہو'' پکارتے چلتے ہیں۔ مگر رات تو اندھیری ہونی چاہئے۔ محمود کو ٹھوکر لگ جاتی ہے، ٹوکری اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑتی ہے۔ اور میاں سپاہی بندوق لیے زمین پر آجاتے ہیں اور ان کی ایک ٹانگ بیکار ہو جاتی ہے۔

اب میاں حامد کا قصہ سنیے۔ امینہ اس کی آواز سنتے ہی دوڑی اور اسے گود میں اٹھا کر پیار کرنے لگی۔ دفعتاً اس کے ہاتھ میں

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018
SCERT TELANGANA

چمٹا دیکھ کر وہ چونک پڑی۔

''یہ دست پناہ کہاں ملا بیٹا؟''

''میں نے مول لیا ہے۔''

''کتنے پیسے میں؟''

''تین پیسے میں۔''

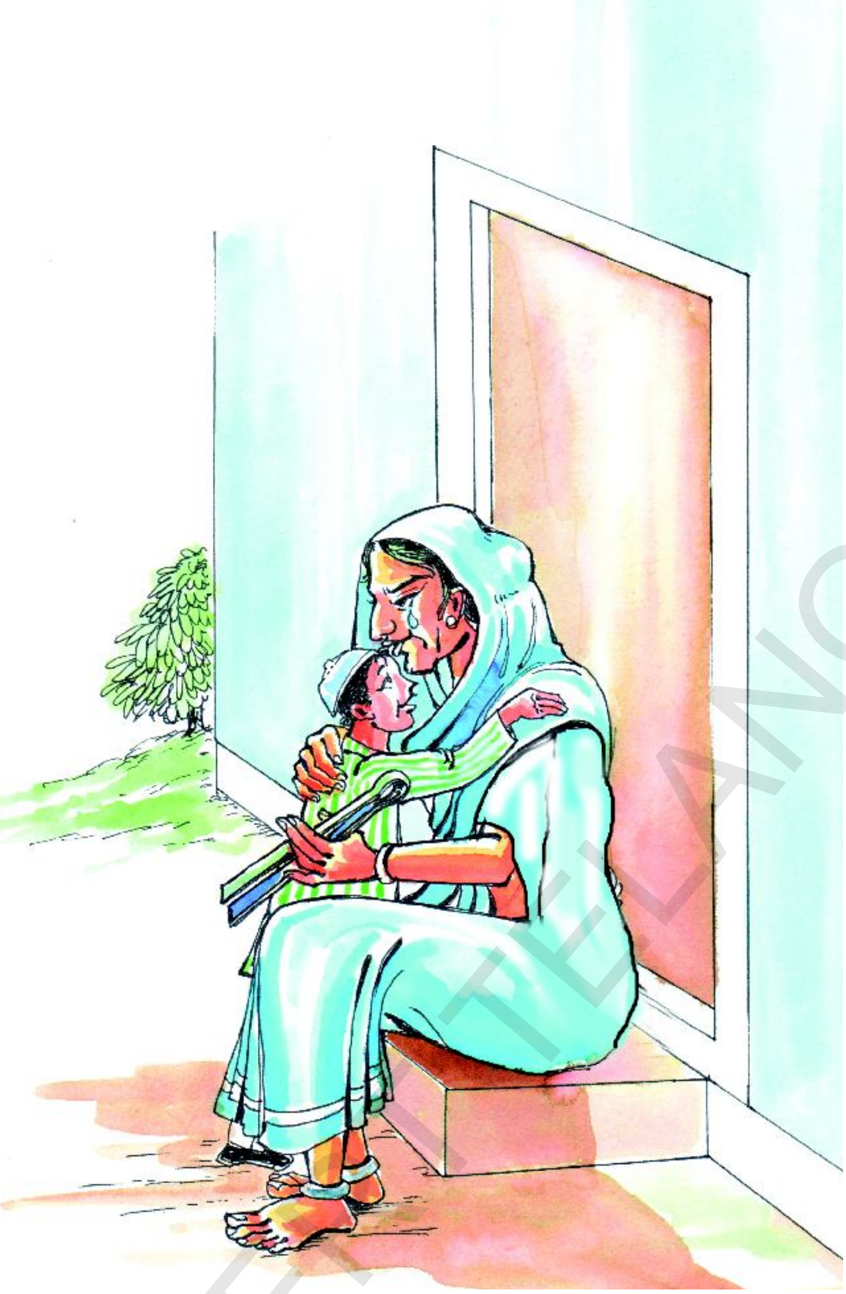

امینہ نے چھاتی پیٹ لی۔ یہ کیسا بے سمجھ لڑکا ہے کہ دوپہر ہوگئی، نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ لایا کیا۔ بس دست پناہ۔۔۔!

''سارے میلے میں تجھے اور چیز نہ ملی جو یہ لوہے کا چمٹا اٹھا لایا؟''

حامد نے خطاوار انداز میں کہا۔ ''تمہاری انگلیاں توے سے جل جاتی تھیں اس لیے میں نے یہ لے لیا۔''

بڑھیا کا غصّہ فوراً شفقت میں بدل گیا، اور شفقت بھی وہ نہیں جو بیان کی جاسکتی ہے اور اپنی ساری تاثیر لفظوں میں منتشر کر دیتی ہے۔ یہ ناقابل اظہار شفقت تھی، درد اور التجا میں ڈوبی ہوئی۔ اف کتنی نفس کشی ہے، کتنی جاں سوزی ہے۔ بچے نے کتنا ضبط کیا ہوگا۔ جب دوسرے کھلونے لے رہے ہوں گے، مٹھائیاں کھا رہے ہوں گے، اس کا دل کتنا للچایا ہوگا۔ اتنا ضبط اس سے ہوا کیوں کر! وہاں بھی اپنی بوڑھی دادی کی یاد اسے رہی۔ امینہ کا دل خوشی سے بھر گیا۔

اور تب ایک بڑی دلچسپ بات ہوئی۔ حامد کے چمٹے سے بھی عجیب۔ بچے حامد نے تو بوڑھے حامد کا پارٹ ادا کیا تھا، بڑھیا امینہ بچی بن گئی وہ رونے لگی۔ دامن پھیلا کر حامد کو دعائیں دیتی جاتی تھی اور آنکھوں سے آنسو گراتی جاتی تھی۔ حامد اس کا راز کیا سمجھتا۔

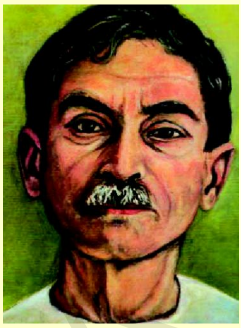

مصنف کا تعارف

پریم چند 13؍ جولائی 1880ء کو بنارس کے ایک چھوٹے سے گاؤں لُمہی میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عجائب لال ڈاک خانہ میں کلرک تھے۔ پریم چند کے والد نے ان کا نام دھن پت رائے رکھا۔ لیکن ان کے چچا انہیں نواب رائے کہہ کر پکارتے تھے۔ پریم چند آٹھ سال کی عمر میں تھے کہ ان کی ماں کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا۔ جب باپ نے دوسری شادی کی تو وہ ماں کی محبت کو ترس گئے۔ آخر 1897ء میں باپ کی شفقت سے بھی وہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ گھر کی ذمہ داریوں اور معاشی پریشانیوں نے انہیں چاروں طرف سے آ گھیرا۔ لیکن ایسے ناموافق اور ناسازگار حالات میں بھی وہ نہ ہارے۔ وہ گھریلو، چھوٹے اور بڑے سبھی کام کرتے۔ اس طرح انہوں نے تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ بعد کے دنوں میں پریم چند سرکاری اسکول میں مدرس ہو گئے۔ ملازمت کے دوران پریم چند نے حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار انگریزوں کی غلامی کے خلاف کئی کہانیاں لکھیں۔ اور یہ تمام کہانیاں افسانوں کے مجموعے ''سوزِ وطن'' کے نام سے شائع ہوئیں۔

پریم چند کو مختصر افسانہ نگاری کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ ان کی سب سے بڑی خدمت مختصر افسانہ نگاری میں ایسی روایتوں کی بنیاد ہے۔ جو دوسرے افسانہ نگاروں کے لئے مشعل راہ بنی۔ اس طرح اردو افسانہ کے فن کو پریم چند نے استحکام بخشا۔ اور وہ اردو کے ایک بلند پایا افسانہ نگار مانے جاتے ہیں۔

پریم چند ترقی پسند تحریک کے حامی تھے۔ گاؤں اور دیہات میں بسنے والے، امیروں اور غریبوں، کسانوں اور دیہاتوں کی منظر کشی انہیں ایک دوامی افسانہ نگار کی حیثیت عطا کرتی ہیں۔ ان کے مشہور ناولوں میں ''گئودان'' اور افسانوں میں ''کفن'' کافی مشہور ہوئے۔

اردو ادب کا یہ مشہور افسانہ نگار 18؍ اکتوبر 1936ء کو ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

مختصر افسانہ کی تعریف

وہ تحریری قصّہ جسے ایک نشست میں پڑھ لیا جائے مختصر افسانہ کہا جاتا ہے۔ عام طور سے یہ تسلیم شدہ ہے کہ فکشن کی سب سے مختصر شکل ہے۔ جس میں قصّہ' پلاٹ' کردار' نقطۂ عروج' زماں و مکاں کے ساتھ وحدتِ تاثر کا ہونا لازمی ہے۔ کامیاب افسانے میں واقعات کی پیش کش میں وحدت تاثر یا واقعاتی مرکز پر اتحاد کے بغیر اچھا افسانہ نہیں لکھا جا سکتا۔

یہ کیجیے

I سمجھنا ۔ اظہار خیال کرنا

A اپنے الفاظ میں اظہار خیال کیجیے۔

1. عید کی صبح گھروں اور محلوں میں کیسی چہل پہل ہوتی ہے؟
2. ''روزے بڑے بوڑھوں کے لئے ہوں گے۔ بچوں کے لئے تو عید ہے۔'' مصنف نے ایسا کیوں کہا؟
3. حامد کے گھر میں دانہ نہیں ہے پھر بھی وہ خوش ہے۔ اسکی خوشی کی وجہ کیا ہے؟

B پڑھیے ۔ سمجھ کر بولیے

(الف) سبق میں ذیل کے جملوں کی نشاندہی کیجیے اور بتلائیے کہ یہ جملے کس نے کس سے کہے ہیں۔

1. میرا بہشتی روز پانی دینے جائے گا، صبح و شام
2. تین ہی پیسے تو ہیں کیا کیا لو گے؟
3. تمہارے کام کا نہیں جی!
4. یہ دست پناہ لایا ہے۔ احمق اس کا کیا کرے گا؟'
5. سارے میلے میں تجھے اور چیز نہ ملی جو یہ لوہے کا چمٹا اٹھالایا؟

(ب) ذیل میں سبق کے چند جملے دیے گئے ہیں۔ ان کے پس منظر کو بیان کیجیے۔

1. ان کی اپنی جیبوں میں تو قارون کا خزانہ رکھا ہوا ہے۔ بار بار جیب سے اپنا خزانہ نکال کر گنتے ہیں، دوستوں کو دکھاتے ہیں اور خوش ہوکر رکھ لیتے ہیں۔
2. اس اٹھنی کو ایمان کی طرح بچاتی چلی آئی تھی۔ اس عید کے لیے۔
3. کوئی ایسی کشش ہے جس نے سب کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔
4. ذرا سا چکر کھانے کے لئے اپنے خزانے کا ایک تہائی نہیں دے سکتا۔
5. میرا بہادر شیر ہے یہ دست پناہ!''

(ج) ذیل کے اقتباس کو پڑھیے اور دیے گئے سوالوں کے جواب لکھیے۔

کسی ملک کی خوبی و عمدگی اور قدر و منزلت بہ نسبت وہاں کی حکومت کے عمدہ ہونے کے زیادہ تر اس ملک کی رعایا کے چال چلن، اخلاق و عادات، تہذیب و شائستگی پر منحصر ہے۔ کیونکہ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہے اور ایک قوم کی تہذیب

SCERT TELANGANA

درحقیقت ان مرد وعورت اور بچوں کی شخصی ترقی ہے جن سے وہ قوم بنی ہے۔مستقل اور مضبوط آزادی۔ سچی عزت۔ اصلی ترقی شخصی چال چلن کے عمدہ ہونے پر منحصر ہے۔اور وہی شخصی چال چلن، قومی ترقی کا بڑا ضامن ہے۔ایک نہایت عاجز و مسکین غریب آدمی جو اپنے ساتھیوں کو محنت اور پرہیز گاری اور خالص ایمانداری کی نظیر دکھاتا ہے اس شخص کا اس زمانہ میں اور آئندہ زمانے میں اس کے ملک، اس کی قوم کی بھلائی پر بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے کیونکہ اسکی زندگی کا طریقہ اور چال چلن گو معلوم نہیں ہوتا مگر اور لوگوں کی زندگی میں آہستہ آہستہ پھیل جاتا ہے اور آئندہ نسل کے لئے ایک عمدہ نظیر بن جاتا ہے۔

1. کسی ملک کی قدر و منزلت کس پر منحصر ہے؟
2. شخصی چال چلن کے عمدہ ہونے سے کیا فائدے ہوتے ہیں؟
3. قوم کی موجودہ اور آئندہ نسلوں پر کیسے لوگوں کی زندگی کا اثر پڑتا ہے؟
4. اس اقتباس کے لئے ایک موزوں عنوان تجویز کیجیے۔

(د) سبق پڑھ کر دیے گئے سوالوں کے جواب لکھیے۔

1. پریم چند کے حالات زندگی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟
2. پریم چند کے افسانوں کے اہم موضوعات کیا ہیں؟
3. حامد کی دادی امینہ کی فکرمندی کی وجہ کیا تھی؟
4. مصنف نے عید کی نماز کا منظر کیسے پیش کیا ہے؟
5. حامد نے ہارنے والے کے آنسو پوچھے۔ کیسے؟

II اظہار مافی الضمیر۔ تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1. امید بہت بڑی چیز ہے۔ کیا آپ اس جملے سے متفق ہیں؟ کیوں؟
2. ''چمٹے کا سکہ خوب بیٹھ گیا''۔ کیسے وضاحت کیجیے۔
3. کھلونوں کو دیکھ کر حامد کس کشمکش میں مبتلا ہوا اور آخر اس نے کیا فیصلہ کیا؟
4. حامد نے دوستوں کے سامنے دست پناہ کی کیا خوبیاں بیان کی؟
5. حامد نے بوڑھے حامد کا پارٹ کیسے ادا کیا؟

SCERT TELANGANA

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب تفصیل سے لکھیے۔

1. منشی پریم چند نے اپنے افسانے "عیدگاہ" میں ایثار و قربانی کا جو نمونہ پیش کیا ہے، اسے اپنے الفاظ میں لکھیے۔
2. اسلام کی نگاہ میں سب برابر ہیں۔ اسکی وضاحت کیجیے۔

(ج) تخلیقی انداز میں لکھیے

1۔ عید کے موقع پر مبارکبادی کے کارڈ تیار کیجیے اور انہیں دوستوں میں تقسیم کیجیے۔

یا

اس افسانے کو ڈرامے کی شکل میں لکھیے۔

(د) توصیفی انداز میں لکھیے

1۔ ایک غریب لڑکے نے موسم گرما میں لوگوں کی پیاس بجھانے کے لیے اپنے گھر کے سامنے دو گھڑے رکھ کر پانی پلانے کا نظم کیا۔ یہ خبر ایک روزنامہ میں شائع ہوئی۔ اس کی توصیف بیان کرتے ہوئے ایک مضمون لکھیے۔

III زبان شناسی

لفظیات

(الف) ذیل میں دیے گئے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

1۔ کھسیا جانا	2۔ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا
3۔ کلیجہ منہ کو آنا	4۔ بال بیکا نہ کرنا
5۔ ایڑی چوٹی کا زور لگانا	6۔ ناطقہ بند ہونا

(ب) مندرجہ ذیل جملوں میں خط کشیدہ الفاظ کے معنی لکھیے اور جملوں میں استعمال کیجیے۔

1. حامد نے خنجری کی طرف حقارت سے دیکھا۔
2. احمد اپنی ذہانت سے ہر امتحان میں سب پر سبقت لے جاتا ہے۔
3. محسن فیاض طبع لڑکا ہے۔
4. بڑھیا کا رویہ حامد کے بارے میں شفقت میں تبدیل ہو گیا۔
5. منصف کو غیر جانبدار ہونا چاہیے۔

SCERT TELANGANA

قواعد

ان جملوں کوغور سے پڑھیے۔

پیالہ قیمتی ہے۔	پیالی ٹوٹ گئی۔
ٹوکرا لاؤ۔	محمود نے ٹوکری لائی۔
شیشہ خالی ہے۔	یہ عطر کی شیشی ہے۔

اوپر کی مثالوں میں پیالہ،ٹوکرا،اور شیشہ مذکر استعمال ہوئے ہیں۔اور پیالی،ٹوکری اور شیشی مونث استعمال ہوئے ہیں۔جو تمام کے تمام غیر جاندار ہیں۔

غیر جاندار اشیا کی تذکیر و تانیث جنس غیر حقیقی کہلاتی ہے

مشق:- اس سبق میں جنس غیر حقیقی کو تلاش کرکے لکھیے۔

غیر جاندار اسماء کے آخر میں ''ا'' یا ''ہ'' ہو تو وہ عام طور پر مذکر ہوتے ہیں۔ جیسے لوٹا،تختہ،چمچہ،کپڑا وغیرہ۔

اسی طرح غیر جاندار اسماء کے آخر میں۔ی۔ت۔ٹ۔ ہو تو وہ عام طور پر مونث ہوتے ہیں۔ جیسے شیروانی۔صورت۔وغیرہ

مشق:- ذیل کے الفاظ سبق میں استعمال ہوے ہیں۔انہیں جدول کے مطابق لکھیے۔

بستی – کھلونا – مٹھائی – روزہ – ہریالی – کرتا – خزانہ – سایہ – روپیہ – کوٹھری – دانہ – علاقہ

جنس غیر حقیقی مذکر	جنس غیر حقیقی مونث

اس طرح جنس کی دو قسمیں ہیں۔

جنس حقیقی
- مذکر (تذکیر)
- مونث (تانیث)

جنس غیر حقیقی
- مذکر (تذکیر)
- مونث (تانیث)

SCERT TELANGANA

مشق:- ذیل کے جملوں میں موجود اسماء کو جدول کے مطابق لکھیے۔

سلسلہ نشان	جملے	جنس حقیقی		جنس غیر حقیقی	
		مذکر	مونث	مذکر	مونث
1	حامد نے سوئی خریدی۔				
2	لڑکے نے دادی کو چمٹا دیا۔				
3	ہمارے شہر کی عیدگاہ بڑی ہے۔				
4	رضیہ نے میلے سے گڑیا خریدی۔				
5	مزدور دن رات محنت کرتے ہیں۔				
6	ہمالیہ دنیا کا بلند ترین پہاڑ ہے۔				

منصوبہ کام

1. پریم چند کے افسانوں کے مجموعے کو کتب خانے سے حاصل کیجیے اور کوئی دو پسندیدہ افسانے لکھ کر دیواری رسالہ پر چسپاں کیجیے۔

SCERT TELANGANA

5. مرغ اور صیاد

پڑھیے، سوچیے اور جواب دیجیے۔

پنڈت دیا شنکر نسیم

ایک کچّے کو کہیں سے روٹی کا
ایک ٹکڑا ملا۔ وہ روٹی کے ٹکڑے کو چونچ میں دبائے اڑتے ہوئے جنگل
میں پہنچا اور ایک درخت پر بیٹھ گیا۔ وہاں سے گزرنے والی ایک لومڑی کی نظر کوے کی
چونچ میں دبے روٹی کے ٹکڑے پر پڑی۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہ اسی درخت کے نیچے
بیٹھ کر کوے سے روٹی حاصل کرنے کی تدبیر سوچنے لگی۔ اور آخر اس نے کوے کی خوبصورت
آواز کی تعریف کرتے ہوئے کوے سے گانے کی فرمائش کی۔ لومڑی کی تعریف سے خوش
ہو کر کوے نے جونہی گانے کے لئے اپنی چونچ کھولی تو روٹی کا ٹکڑا نیچے
گر پڑا۔ لومڑی جھپٹ پڑی اور روٹی لے کر
بھاگ گئی۔

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ کوا روٹی کا ٹکڑا لے کر کہاں پہونچا؟

2۔ لومڑی کے منہ میں پانی کیوں بھر آیا؟

3۔ لومڑی نے کوے سے روٹی کس طرح حاصل کی؟

4۔ کسی کی خوشامد کی باتوں میں آنے سے کیا ہوتا ہے؟

مرکزی خیال

مثنوی ''مرغ اور صیاد'' کے ذریعے دیا شنکر نسیم نے دانائی کی اہمیت کو بتلایا ہے کہ پرندہ جب اپنی دانائی سے اپنی جان بچا سکتا ہے تو پھر انسان جو اشرف المخلوقات ہے اپنی عقل کو بروئے کار لا کر حیرت انگیز کارنامے انجام دے سکتا ہے۔

ماخذ

یہ اشعار مثنوی گلزارِ نسیم کا ایک حصہ ہے

طلبا کے لیے ہدایات

- سبق کی تصویریں دیکھیے اور ان کے بارے میں اظہار خیال کیجیے۔
- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 2018-19

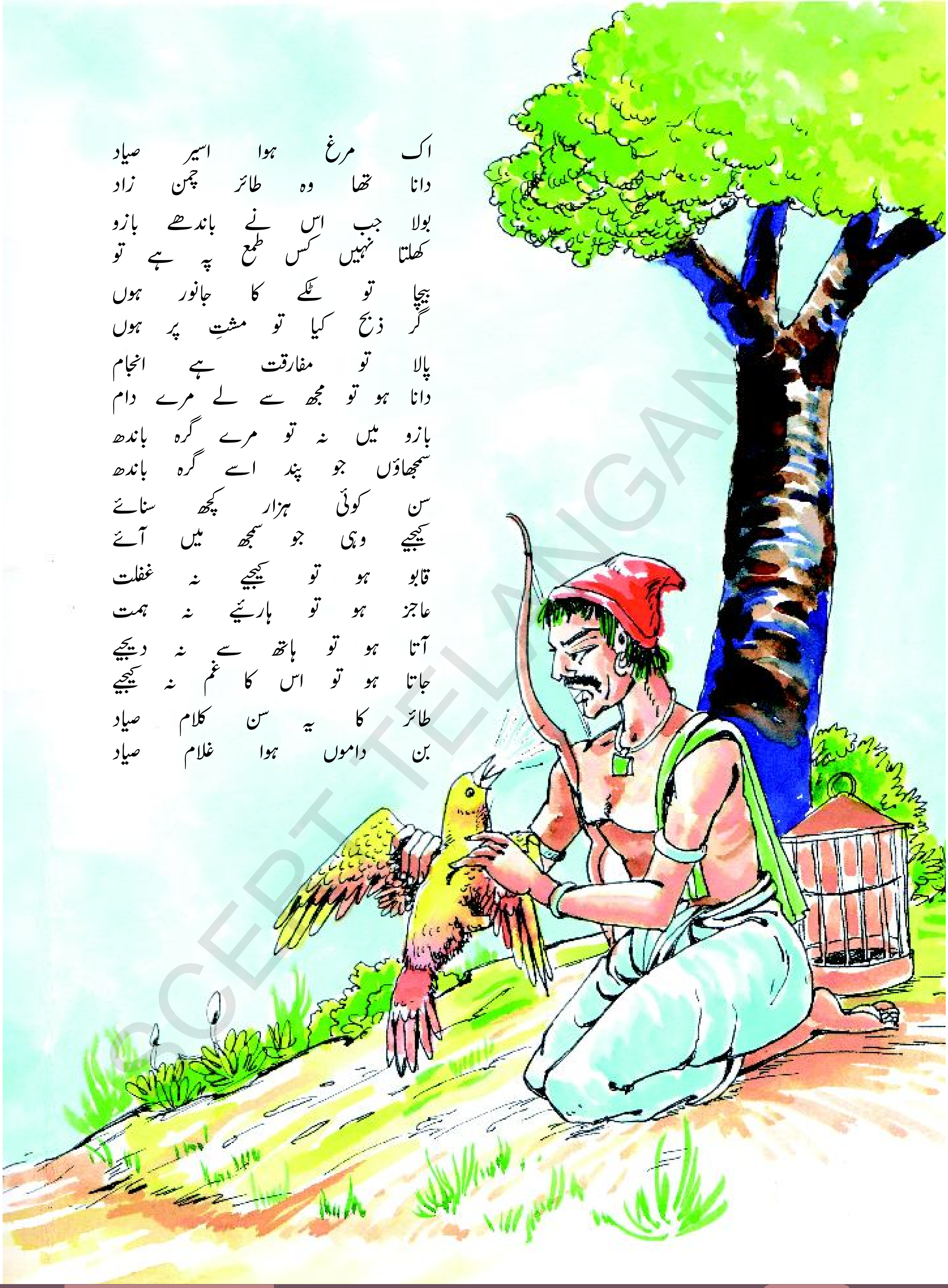

اک مرغ ہوا اسیر صیاد
دانا تھا وہ طائر چمن زاد

بولا جب اس نے باندھے بازو
کھلتا نہیں کس طمع پہ ہے تو

بیچا تو ٹکے کا جانور ہوں
گر ذبح کیا تو مشتِ پر ہوں

پالا تو مفارقت ہے انجام
دانا ہو تو مجھ سے لے مرے دام

بازو میں نہ تو مرے گرہ باندھ
سمجھاؤں جو پند اسے گرہ باندھ

سن کوئی ہزار کچھ سنائے
کیجیے وہی جو سمجھ میں آئے

قابو ہو تو کیجیے نہ غفلت
عاجز ہو تو ہاریے نہ ہمت

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجیے
جاتا ہو تو اس کا غم نہ کیجیے

طائر کا یہ سن کلام صیاد
بن داموں ہوا غلام صیاد

SCERT TELANGANA

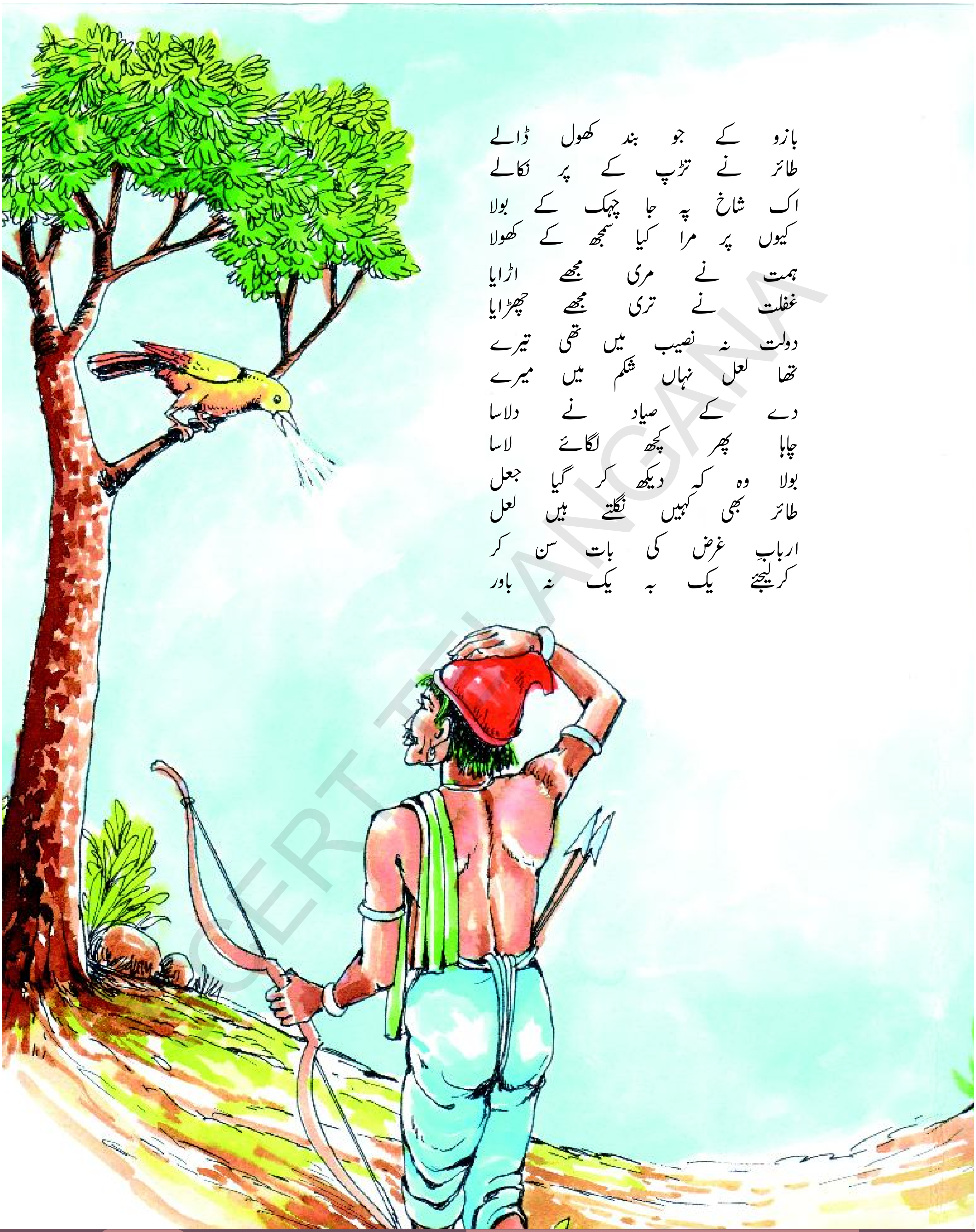

بازو کے جو بند کھول ڈالے
طائر نے تڑپ کے پر نکالے

اک شاخ پہ جا چہک کے بولا
کیوں پر مرا کیا سمجھ کے کھولا

ہمت نے مری مجھے اڑایا
غفلت نے تری مجھے چھڑایا

دولت نہ نصیب میں تھی تیرے
تھا لعل نہاں شکم میں میرے

دے کے صیاد نے دلاسا
چاہا پھر کچھ لگائے لاسا

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل
طائر بھی کہیں نگلتے ہیں لعل

اربابِ غرض کی بات سن کر
کرلیجئے یک بہ یک نہ باور

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے-19-2018

صنف کی تعریف

مثنوی کا لفظ عربی لفظ مثنیٰ سے بنا ہے جس کے لغوی معنیٰ ''دو'' کے ہیں۔ شاعری میں اس صنف کو مثنوی کہتے ہیں جس کے ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں۔ مثنوی میں اشعار کی تعداد پر پابندی نہیں ہوتی ہے۔ اسی لیے مثنوی طویل بھی ہوسکتی ہے اور مختصر بھی۔ مثنوی کے لیے ربط اور تسلسل ضروری ہے۔ سلاست اور روانی کے بغیر کوئی مثنوی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ مثنوی میں مافوق الفطرت عناصر کا ذکر ہوتا ہے۔ مثنوی سحرالبیان اور گلزارِنسیم اردو کی بہترین مثنویاں شمار کی جاتی ہیں۔ مثنوی نگار شعراء میں سراؔج اورنگ آبادی، میر تقی میرؔ، میر حسن، مرزا شوقؔ، دیا شنکر نسیمؔ اہم ہیں۔

شاعر کا تعارف

نام دیا شنکر اور نسیمؔ تخلص تھا۔ کشمیری پنڈتوں کے کول خاندان سے تعلق تھا۔ ۱۸۱۱ء بمقام لکھنو پیدا ہوئے۔ والد کا نام پنڈت گنگا پرشاد کول تھا۔ اس زمانے کے رواج کے مطابق اردو اور فارسی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی بیس برس کی عمر ہی میں شاعری میں نام پیدا کرلیا۔ آتشؔ کے شاگرد تھے۔ نسیم نے ۱۸۳۸ء میں مثنوی گلزارِ نسیم لکھی۔ ان کی یہ مثنوی اردو کی بہترین مثنویوں میں شمار ہوتی ہے۔ ابتداء میں نسیم نے جو مثنوی لکھی تھی وہ بہت طویل تھی لیکن آتشؔ نے اختصار کی طرف مائل کیا۔ چنانچہ نسیمؔ نے ایک طویل داستاں کو مختصر ترین کر کے پیش کیا۔ لیکن خوبی یہ ہے کہ مثنوی کا حسن کہیں بھی متاثر نہیں ہوتا بلکہ تشبیہ و استعارہ اور صنعتوں کے استعمال سے نسیمؔ نے اس کو خوب سے خوب تر بنا دیا۔ نسیم نے زیادہ عمر نہ پائی جوانی ہی میں ۱۸۴۵ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔

خلاصہ

نظم ''مرغ اور صیاد'' اردو کی مشہور مثنوی ''گلزارِ نسیم'' کا ایک اقتباس ہے۔ دیا شنکر نسیم نے مثنوی کے اس اقتباس میں ایک پرندے اور شکاری کی گفتگو کو منظوم کیا اور بڑے ہی دلچسپ اور مکالماتی انداز میں پیش کیا ہے۔

ایک پرندہ شکاری کے جال میں پھنس گیا وہ ایک عقلمند پرندہ تھا جب شکاری اُس کے بازو باندھنے لگا تو پرندے نے شکاری سے کہا کہ تم نے مجھے کس لالچ میں پکڑا ہے اگر تم عقلمند ہو تو میں جو باتیں کہہ رہا ہوں اسکو ذہن نشین کرلو اگر تم نے مجھے بیچا تو بہت کم قیمت حاصل ہوگی اور اگر ذبح کیا تو ایک مشت پر ملیں گے۔ اگر تم نے مجھے پالنے کی کوشش کی تو کسی نہ کسی دن اُڑ جاؤں گا۔ اسی لیے میری ان نصیحتوں کو یاد رکھو کہ ہر کسی کی بات پر آنکھ بند کرکے عمل کرنے کے بجائے اسی بات پر عمل کرو جو اپنی سمجھ میں آئے۔ اور اگر کوئی شئے قابو میں ہو تو غفلت مت کرو اور کسی بات پر عاجز ہوجائیں تو ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح کوئی چیز مفت حاصل ہوجائے تو اسے حاصل کرلو اور کسی چیز کا نقصان ہوجائے تو اسکا غم مت کرو۔

پرندے کی باتیں سن کر شکاری کا دل پسیج گیا اور پرندے کی باتوں میں آ کر اس نے اسکے بازو کھول دیئے۔ اسی لمحے پرندے نے تڑپ کر ایک جست لگائی اور شاخ پر بیٹھ کر شکاری سے مخاطب ہوا کہ اس نے پرندے کو آزاد کرکے بڑی غلطی کی

SCERT TELANGANA

ہے۔کیونکہ اس کے پیٹ میں ایک قیمتی ہیرا چھپا ہوا تھا۔اگر وہ اسے ذبح کر دیتا تو اسے وہ نایاب ہیرا مل جاتا اور وہ امیر و کبیر بن جاتا لیکن اس نے یہ نادر موقع کھودیا۔حالانکہ پرندے کا جواب حقیقت پر مبنی نہیں تھا بلکہ وہ تو صرف ایک فریب تھا۔وہ شکاری کے دل میں غم واندوہ پیدا کرنا چاہتا تھا۔اسی لئے اس نے ایسی باتیں کیں۔اس واقعہ سے اہل دانش کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ کسی کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آئے چاہے ان کا مخاطب کتنا ہی معصوم اور معمولی کیوں نہ ہو۔

یہ کیجیے

I سمجھنا، اظہار خیال کرنا

A. اپنے الفاظ میں سوالوں کے جواب دیجیے۔

1. پرندہ اپنی رہائی کے لئے کس دام کی پیشکش کرتا ہے؟ بیان کیجیے۔
2. ارباب غرض کی باتوں کو سن کر ہمیں فوراً کیوں یقین نہیں کرنا چاہئے؟

B. پڑھیے۔سمجھ کر بولیے۔

(الف) دیے گئے الفاظ کی مثنوی میں نشاندہی کیجیے۔ان مصرعوں کو پڑھ کر سنائیے جن میں یہ الفاظ استعمال ہوے ہیں۔

1۔اسیرِ صیاد	2۔اربابِ غرض	3۔طائرچمن زاد	4۔مشتِ پر
5۔کلام صیاد	6۔دلاسا	7۔باور	8۔لعل

(ب) ذیل کے اشعار کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

بیچا تو ٹکے کا جانور ہوں — گر ذبح کیا تو مشتِ پر ہوں
بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جل — طائر بھی کہیں نگلتے ہیں لعل
آتا ہے تو ہاتھ سے نہ دیجیے — جاتا ہو تو اس کا غم نہ کیجیے

(ج) ذیل کی رباعی پڑھ کر دیے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

تیمور نے اک مورچہ زیرِ دیوار
دیکھا کہ چڑھا دانے کو لے کر سو بار
آخر سرِ بام لے کے پہنچا تو کہا
مشکل نہیں کوئی پیشِ ہمت دشوار

1. اس رباعی کے قافیے اور ردیف کی نشاندہی کیجیے۔
2. تیمور نے کیا منظر دیکھا؟
3. چیونٹی کے عمل سے تیمور نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟
4. اس رباعی سے ہمیں کیا درس ملتا ہے؟

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

(د) ذیل کے سوالوں کے جواب دیجیے۔

1. آتش کی تربیت کا دیا شنکر نسیم کی شاعری پر کیا اثر ہوا؟
2. گلزار نسیم کو اردو کی اہم مثنویوں میں کیوں شمار کیا جاتا ہے؟
3. پرندے کی گفتگو سن کر صیاد کے دل پر کیا اثر ہوا؟
4. ''سب کی سن اپنی کر'' اس محاورے کا مطلب مثنوی کے کس شعر میں ملتا ہے؟
5. مثنوی میں دانائی کا اظہار کون کر رہا ہے؟
6. غفلت نے تری مجھے چھڑایا۔ اس مصرعے میں کون کس سے مخاطب ہے؟

II۔ اظہار ما فی الضمیر۔ تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1. مرغ نے صیاد کو کن نصیحتوں کو گرہ میں باندھنے کا مشورہ دیا؟
2. 'بن داموں ہوا غلام صیاد' اس مصرعے کا مطلب کیا ہے؟
3. عاجز ہونے پر کیا کرنا چاہیے؟
4. 'جاتا ہو تو اس کا غم نہ کیجیے' اس مصرعے کا مطلب کیا ہے؟
5. اس مثنوی کا کونسا شعر آپ کو پسند ہے اور کیوں؟

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب تفصیل سے لکھیے۔

1. اس مثنوی سے آپ کو کیا درس ملتا ہے؟ ایسی ہی کوئی مثال دیتے ہوئے لکھیے۔
2. پرندہ شکاری سے چھوٹنے کے بعد کیا کہتا ہے؟
3. اس شعر کا مطلب بیان کیجیے۔ اور وجوہات لکھیے۔

ارباب غرض کی بات سن کر
کر لیجیے یک بیک نہ باور

(ج) تخلیقی انداز میں لکھیے

1. اس مثنوی کو ڈرامے کی شکل میں تحریر کیجیے۔

SCERT TELANGANA

(د)۔ توصیفی انداز میں لکھیے

آپ کے گاؤں/شہر میں جانوروں کے تحفظ کی خاطر ایک تنظیم قائم کی گئی ہے اس کے کاموں کی ستائش کرتے ہوے ضلع کلکٹر کو ایک خط لکھیے۔ جس میں اس تنظیم کو ایوارڈ دینے کی سفارش کی گئی ہو۔

IV۔ زبان شناسی

لفظیات

(الف) ذیل کے اشعار میں ان الفاظ کو تلاش کیجیے جو نظم 'مرغ اور صیاد' میں بھی استعمال ہوے ہیں۔ ان الفاظ کے معنی لکھ کر جملوں میں استعمال کیجیے۔

1- گنج پنہاں ہے تصرف میں بنی آدم کے — کان سے لعل یہ دریا سے گہر لیتا ہے

2- ہم سے کہتے ہیں چمن والے، غریبانِ چمن — تم کوئی اچھا سا رکھ لو اپنے ویرانے کا نام

3- اقبالؔ کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں — معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

4- تری اک مشتِ خاک کے بدلے — لوں نہ ہرگز اگر بہشت ملے

(ب) اس مثنوی میں کچھ ذو معنی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے ''دام'' جس کے معنی قیمت اور جال (پھندا) دونوں کے ہیں۔ مزید ایسے الفاظ تلاش کر کے ان کی فہرست تیار کیجیے اور لفظ کے دونوں معنی لکھیے۔

قواعد

اس شعر پر غور کیجیے۔

بازو میں نہ تو مرے گرہ باندھ — سمجھاؤں جو پند اسے گرہ باندھ

شعر کے پہلے مصرعے میں شاعر بزبان طائر کہہ رہا ہے کہ مرے پروں میں تم گرہ (گانٹھ) مت باندھو بلکہ جو نصیحت کر رہا ہوں اسکو گرہ میں باندھ لو (ذہن نشین کرلو) گویا گرہ باندھنے کے دو معنی ہوئے۔ گانٹھ باندھنا اور ذہن نشین کرنا

کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال جو املا میں تو یکساں ہوں مگر معنی الگ الگ ہوں **صنعت تجنیس** کہلاتا ہے۔

مشق:-

1. اس شعر میں ''صنعت تجنیس'' کی نشاندہی کیجیے۔

یہ بھی نہ پوچھا کبھی صیاد نے — کون رہا کون رہا ہوگیا

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

2. ان اشعار میں صنعت تضاد کی نشاندہی کیجیے۔

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجیے
جاتا ہوتو اس کا غم نہ کیجیے

بولا جب اس نے باندھے بازو
کھلتا نہیں کس طمع پہ ہے تو

منصوبہ کام

1. پرندوں اور جانوروں کی دانائی کو ظاہر کرنے والی نظموں کو جمع کیجیے اور اسے کتابچہ کی شکل دیجیے۔

SCERT TELANGANA

6. دو فرلانگ لمبی سڑک

کرشن چندر

پڑھیے۔ سوچیے اور جواب دیجیے۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشہ میرے آگے

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1. شاعر نے دنیا کو کس سے تشبیہ دی ہے؟
2. بازیچۂ اطفال سے کیا مراد ہے؟
3. شب و روز کے تماشوں سے کیا مراد ہے؟
4. اکثر تماشے ہمیں کہاں دیکھنے کو ملتے ہیں؟

مرکزی خیال

کرشن چندر نے اپنے افسانہ ''دو فرلانگ لمبی سڑک'' کے ذریعے یہ پیغام دینے کی کوشش کی ہے کہ سڑک پر مختلف واقعات و حوادث رونما ہوتے رہتے ہیں۔ سڑک پر نظر آنے والے ان مناظر میں بظاہر کوئی ربط و تعلق نظر نہیں آتا لیکن وہ غیر محسوس طریقے سے زندگی کے مختلف پہلوؤں سے باہم مربوط ہوتے ہیں۔ اور سڑک ان تمام کوائف و حوادث کا بے حسی و بے پروا ہی سے نظارہ کرتی ہے۔ کسی واقعے یا حادثے پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کرتی۔ اسی طرح آج کا انسان بھی اپنے اطراف و اکناف کے حالات و حوادث سے بے خبر و بے پرواہ ہو کر زندگی گذار رہا ہے۔ اسی کو افسانہ نگار نے طنزیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ ان باتوں پر افسانہ نگار کا حساس دل بے تاب ہو جاتا ہے۔

ماخذ

یہ افسانہ کرشن چندر کے افسانوں کے دوسرے مجموعے ''نظارے'' سے لیا گیا ہے۔

طلبا کے لیے ہدایات

- سبق کی تصویریں دیکھیے اور ان کے بارے میں اظہار خیال کیجیے۔
- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018
SCERT TELANGANA

کچہریوں سے لے کر کالج تک بس یہی کوئی دو فرلانگ لمبی سڑک ہوگی، ہر روز مجھے اسی سڑک پر سے گزرنا ہوتا ہے، کبھی پیدل کبھی سائیکل پر۔ سڑک کے دو رویہ شیشم کے سوکھے سوکھے اداس سے درخت کھڑے ہیں۔ ان میں نہ حسن ہے نہ چھاؤں، سخت کھردرے تنے اور ٹہنیوں پر گِدھوں کے جھنڈ، سڑک صاف سیدھی اور سخت ہے۔ متواتر نو سال سے میں اس پر چل رہا ہوں۔ نہ اس میں کبھی کوئی گڑھا دیکھا ہے، نہ شگاف، سخت پتھروں کو کوٹ کوٹ کر یہ سڑک تیار کی گئی ہے۔ اور اب اس پر کول تار بھی بچھی ہے، جس کی عجیب سی بو، گرمیوں میں طبیعت کو پریشان کر دیتی ہے۔

سڑکیں تو میں نے بہت دیکھی بھالی ہیں۔ لیکن جتنی اچھی طرح میں اس سڑک کو جانتا ہوں کسی اپنے گہرے دوست کو بھی اتنی اچھی طرح نہیں جانتا۔ متواتر نو سال سے اسے جانتا ہوں اور ہر صبح اپنے گھر سے جو کچہریوں سے قریب ہی ہے، اٹھ کر دفتر جاتا ہوں جو لا کالج کے پاس واقع ہے۔ بس یہی دو فرلانگ کی سڑک، ہر صبح اور ہر شام، کچہریوں سے لے کر لا کالج کے آخری دروازے تک، کبھی سائیکل پر کبھی پیدل۔

اس کا رنگ کبھی نہیں بدلتا، اس کی ہیئت میں تبدیلی نہیں آتی۔ اس کی صورت میں روکھا پن بدستور موجود ہے۔ جیسے کہہ رہی ہو، مجھے کسی کی کیا پرواہ۔ اور یہ ہے بھی سچ۔

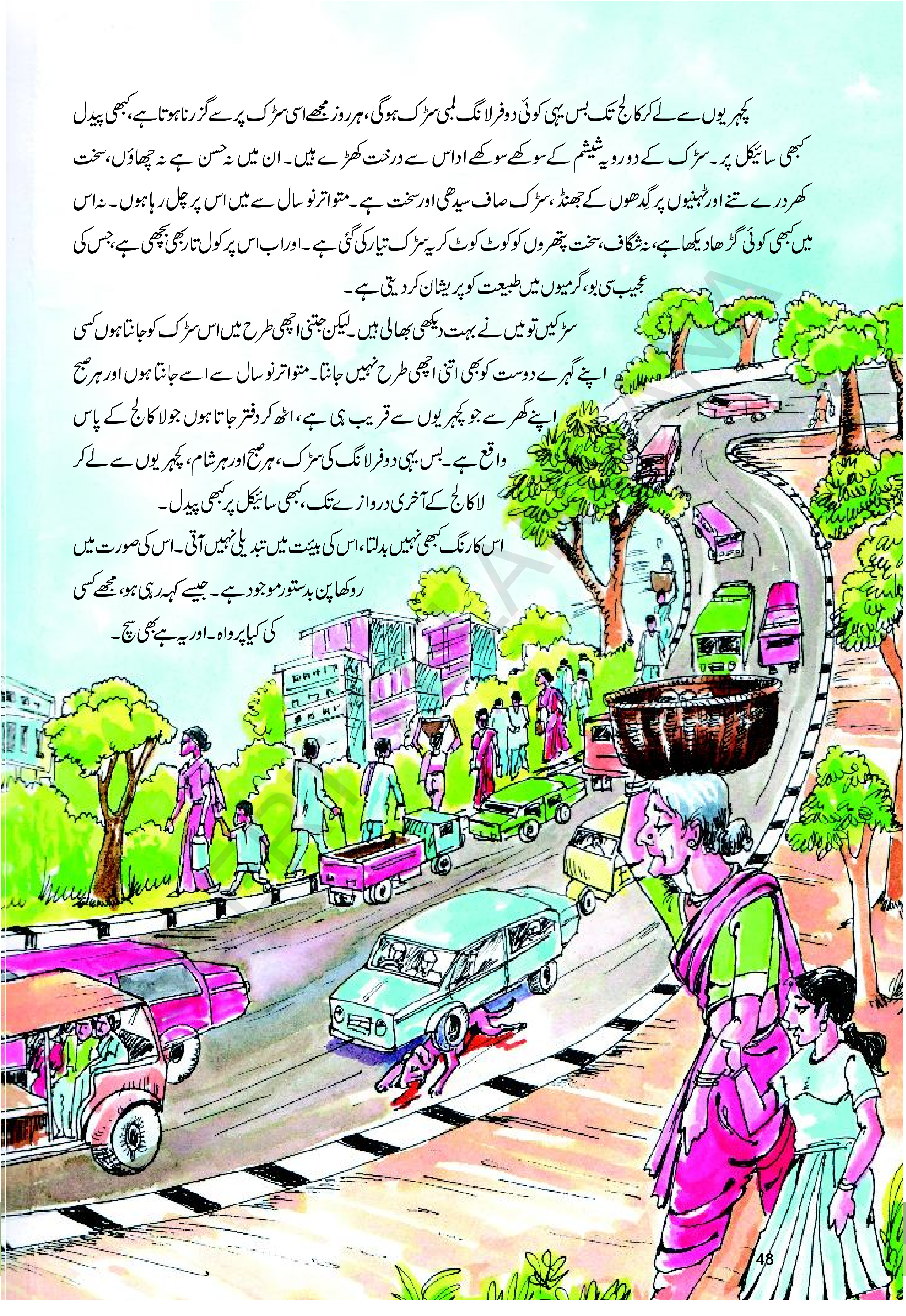

اسے کسی کی پرواہ کیوں ہو؟ سینکڑوں ہزاروں انسان، گھوڑے گاڑیاں، موٹریں اس پر سے ہر روز گزر جاتی ہیں اور پیچھے کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔ اس کی ہلکی نیلی اور سانولی سطح اسی طرح سخت اور سنگلاخ ہے جیسے پہلے روز تھی، جب ایک یوروپین ٹھیکیدار نے اسے بنایا تھا۔

یہ کیا سوچتی ہے؟ یا شاید سوچتی ہی نہیں، میرے سامنے ان نو سالوں میں اس نے کیا کیا واقعات، حادثے دیکھے۔ ہر روز ہر لمحہ کیا نئے تماشے نہیں دیکھتی لیکن کسی نے اسے مسکراتے نہیں دیکھا، نہ روتے ہی۔

"ہائے بابو! اندھے محتاج، غریب فقیر پر ترس کھاؤ۔ ارے بابا! اے بابو! خدا کے لئے ایک پیسہ دیتے جاؤ۔ ارے بابا! ارے کوئی بھگوان کا پیارا نہیں، صاحب جی میرے ننھے بچے بلک رہے ہیں، ارے کوئی تو ترس کھائے ان یتیموں پر۔"

بیسیوں گداگر اسی سڑک کے کنارے بیٹھے رہتے ہیں۔ کوئی اندھا ہے، تو کوئی لُنجا، کسی کی ٹانگ پر ایک خطرناک زخم ہے تو کوئی غریب عورت دو تین چھوٹے بچے گود میں لیے حسرت بھری نگاہوں سے راہ گیروں کی طرف دیکھتی ہے۔ کوئی پیسہ دے دیتا ہے، کوئی تیوری چڑھائے گزر جاتا ہے۔

کام۔ بیکاری۔ بھیک۔

دولڑکے سائیکل پر سوار ہنستے ہوئے جا رہے ہیں۔ ایک بوڑھا امیر آدمی اپنی شاندار فٹن میں بیٹھا سڑک پر بیٹھی ہوئی

بھکارن کی طرف دیکھ رہا ہے، اور اپنی انگلیوں سے مونچھوں کو تاؤ دے رہا ہے۔ ایک سست مضمحل کتّا فٹن کے پہیوں تلے آ گیا ہے۔ اس کی پسلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ لہو بہہ رہا ہے۔ اس کی آنکھوں کی افسردگی، بے چارگی، اس کی ہلکی ہلکی دردناک ٹیاؤں ٹیاؤں کسی کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتی۔

پھر کبھی سڑک سنسان ہوتی ہے۔

شام کے دھندلکے میں بجلی کے قمقمے روشن ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ کچہریوں کے قریب چند مزدور بال بکھرے، میلے لباس پہنے باتیں کر رہے ہیں۔

”بھیا بھرتی ہو گیا؟“

”ہاں“

”تنخواہ تو اچھی ملتی ہوگی“

”ہاں“

''بڑھوؤ کے لیے کمالائے گا۔ پہلی بیوی تو ایک ہی پھٹی ساڑی میں رہتی تھی۔''

''سنا ہے، جنگ سروع (شروع) ہونے والی ہے۔''

''کب شروع ہو گی؟''

''کب؟ اسکا پتہ نہیں، مگر ہم گریب (غریب) ہی تو مارے جائیں گے۔''

''کون جانے گریب مارے جائیں گے کہ امیر''

''ننھا کیسا ہے؟''

''بخار نہیں ٹلتا، کیا کریں؟ ادھر جیب میں پیسے نہیں ہیں۔ ادھر حکیم سے دوا۔۔۔۔۔۔''

''بھرتی ہو جاؤ۔''

''سوچ رہے ہیں''

پھٹی ہوئی دھوتیاں، ننگے پاؤں، تھکے ہوئے قدم، یہ کیسے لوگ ہیں۔ یہ نہ تو آزادی چاہتے ہیں نہ حریت۔ یہ کیسی عجیب باتیں ہیں، پیٹ، بھوک، بیماری، پیسے۔ قمقموں کی زرد زرد روشنی سڑک پر پڑ رہی ہے۔

دو عورتیں، ایک بوڑھی ایک

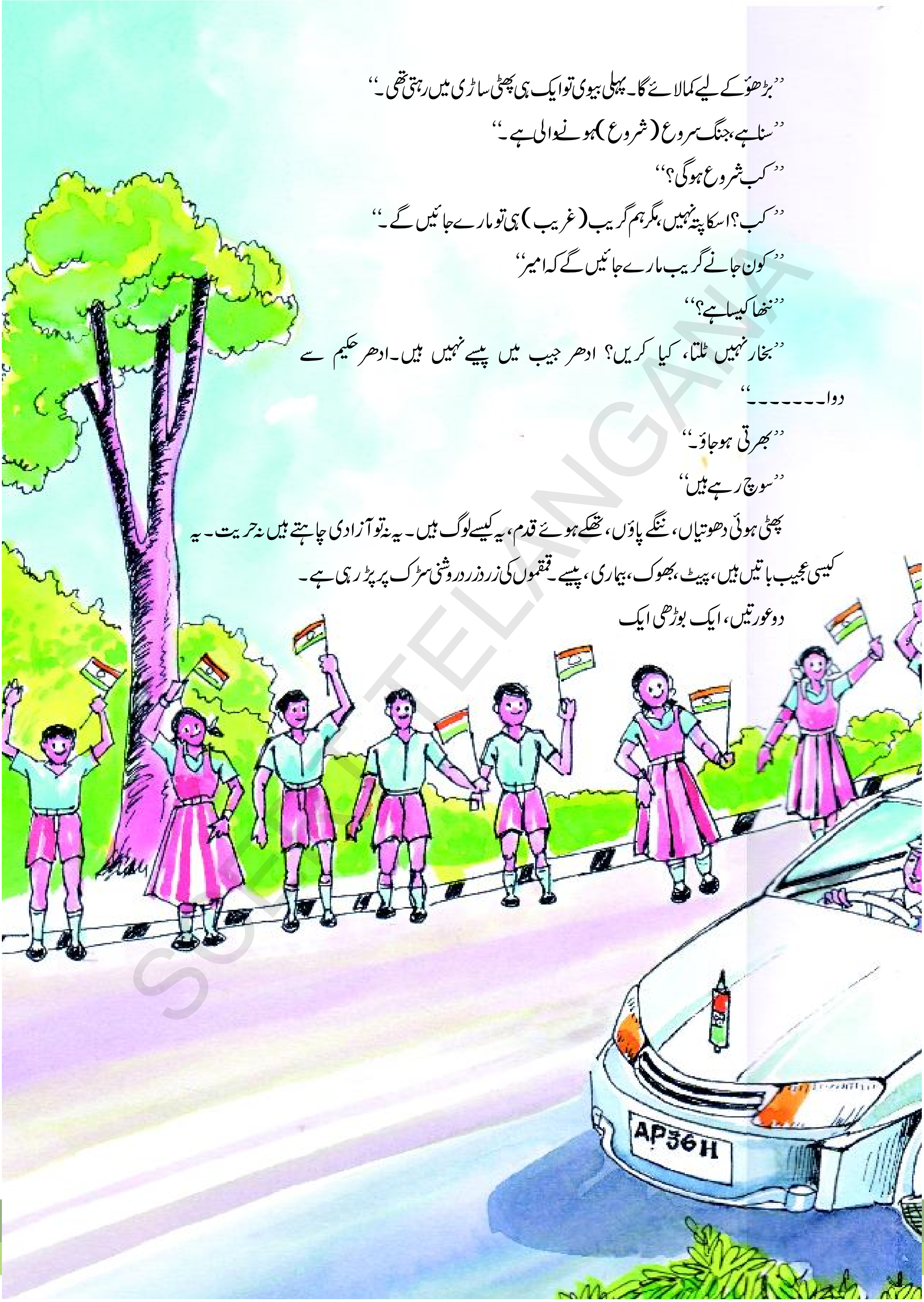

SCERT TELANGANA

جوان، اپلوں کے ٹوکرے اٹھائے خچروں کی طرح ہانپتی ہوئی گزر رہی ہیں۔ جوان عورت کی چال تیز ہے۔

''بیٹی ذرا ٹھہر تو۔'' بوڑھی عورت کے چہرے پر بے شمار جھریاں ہیں۔ اس کی چال مدہم ہے۔ اس کے لہجے میں بے کسی ہے۔

''بیٹی، ذرا ٹھہر، میں تھک گئی۔۔۔۔ میرے اللہ!''

''اماں! ابھی گھر جا کر روٹی پکانی ہے، تو تو باولی ہوئی ہے۔''

''اچھا بیٹی، اچھا بیٹی''

بوڑھی عورت جوان عورت کے پیچھے بھاگتی ہوئی جا رہی ہے۔ بوجھ کے مارے اس کی ٹانگیں کانپ رہی ہیں۔ اس کے پاؤں ڈگمگا رہے ہیں۔

وہ صدیوں سے اسی سڑک پر چل رہی ہے، اپلوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے۔ کوئی اس کا بوجھ ہلکا نہیں کرتا، کوئی اسے ایک لمحہ ستانے نہیں دیتا، وہ بھاگی ہوئی جا رہی ہے، اس کی ٹانگیں کانپ رہی ہیں۔ اس کے پاؤں ڈگمگا رہے ہیں۔ اس کی جھریوں میں غم ہے۔۔۔۔۔ اور بھوک۔۔۔۔۔ اور فکر۔۔۔۔۔ اور غلامی۔۔۔۔۔ اور صدیوں کی غلامی۔

تین چار نوخیز لڑکیاں، بھڑکیلی ساڑیاں پہنے، باہوں میں باہیں ڈالے ہوئے جا رہی ہیں۔

''بہن، آج شملہ پہاڑی کی سیر کریں۔''

''بہن، آج لارنس گارڈن چلیں۔''

''بہن، آج انار کلی''

''ریگل؟''

''شٹ اپ، یو فول''

آج سڑک پر سرخ حلوان بچھا ہے، آر پار جھنڈیاں لگی ہوئی ہیں، جا بجا پولیس کے سپاہی کھڑے ہیں۔ کسی بڑے آدمی کی آمد ہے۔ جبھی تو اسکولوں کے چھوٹے چھوٹے لڑکے نیلی پگڑیاں باندھے سڑک پر دو رویہ قطاروں میں کھڑے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں ہیں۔ ان کے لبوں پر پپڑیاں جم گئی ہیں۔ ان کے چہرے دھوپ کی شدت سے تمتما اٹھے ہیں۔ اسی طرح کھڑے کھڑے وہ ڈیڑھ گھنٹے سے بڑے آدمی کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب وہ پہلے پہل یہاں سڑک پر کھڑے ہوئے تھے تو ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ اب سب چپ ہیں۔ چند لڑکے ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ گئے تھے۔ اب استاد اُنھیں کان پکڑ کر اٹھا رہے ہیں۔ شفیع کی پگڑی کھل گئی تھی۔ استاد اسے گھور کر کہہ رہا ہے ''او شفیع! پگڑی ٹھیک کر؟'' پیارے لال کی شلوار اس کے پاؤں میں اٹک گئی ہے اور ازار بند جوتیوں تک لٹک رہا ہے۔ ''تمھیں کتنی بار سمجھایا ہے پیارے لال!''

''ماسٹر جی، پانی''

''پانی کہاں سے لاؤں؟ یہ بھی تم نے اپنا گھر سمجھ رکھا ہے؟ دو تین منٹ اور انتظار کرو، بس ابھی چھٹی ہوا چاہتی ہے۔''

SCERT TELANGANA

''دومنٹ، تین منٹ، آدھ گھنٹہ۔''

''ماسٹر جی، پانی''

''ماسٹر جی، پانی''

''ماسٹر جی بڑی پیاس لگی ہے۔''

لیکن استاد اب اس طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے وہ ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے ہیں۔ ''لڑکو ہوشیار ہو جاؤ۔ دیکھو جھنڈیاں اس طرح ہلانا، ابے تیری جھنڈی کہاں ہے؟ قطار سے باہر ہو جا، بدمعاش کہیں کا۔۔۔۔۔۔۔سواری آرہی ہے۔''

موٹر سائیکلوں کی پھٹ پھٹ، بینڈ کا شور، پتلی اور چھوٹی جھنڈیاں بے دلی سے ہلتی ہوئیں۔ سوکھے ہوئے گلوں سے پژمردہ نعرے۔ بڑا آدمی سڑک سے گزر گیا، لڑکوں کی جان میں جان آ گئی ہے۔ اب وہ اچھل اچھل کر جھنڈیاں توڑ رہے ہیں، شور مچا رہے ہیں۔

خوانچے والوں کی صدائیں، ریوڑیاں، گرم گرم چنے، حلوہ پوری، نان، کباب۔

ایک خوانچے والا ایک طرے والے بابو سے جھگڑ رہا ہے۔ مگر آپ نے میرا خوانچا الٹ دیا۔ میں آپ کو نہیں جانے دوں گا۔ میرا تین روپے کا نقصان ہو گیا۔ میں غریب آدمی ہوں، میرا نقصان پورا کر دیجیے تو میں جانے دوں گا۔

میونسپلٹی کا پانی والا چھکڑا آہستہ آہستہ سڑک پر چھڑکاؤ کر رہا ہے۔ چھکڑے کے آگے جتے ہوئے دو بیلوں کی گردنوں پر زخم پیدا ہو گئے ہیں۔ چھکڑے والا سردی میں ٹھٹھرتا ہوا کوئی گیت گانے کی کوشش کر رہا ہے۔ بیلوں کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ ابھی سڑک کا کتنا حصہ باقی ہے۔

سڑک کے کنارے ایک بوڑھا گدا گر مرا پڑا ہے۔ اس کے میلے دانت ہونٹوں کے اندر دھنس گئے ہیں۔ اس کی کھلی ہوئی بے نور آنکھیں آسمان کی طرف تک رہی ہیں۔

''خدا کے لئے مجھ غریب پر ترس کر جاؤ رے بابا۔''

کوئی کسی پر ترس نہیں کرتا۔ سڑک خاموش اور سنسان ہے۔ یہ سب کچھ دیکھتی ہے، سنتی ہے، مگر ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ انسان کے دل کی طرح بے رحم، بے حس اور وحشی ہے۔

انتہائی غیظ و غضب کی حالت میں اکثر میں اسکی سطح پر چلتے چلتے پاگل سا ہو جاتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اسی دم کپڑے پھاڑ کر سڑک پر ناچنے لگوں اور چلّا چلّا کر کہوں ''میں انسان نہیں ہوں، میں پاگل ہوں، مجھے انسانوں سے نفرت ہے۔ مجھے پاگل خانے کی غلامی بخش دو۔ میں ان سڑکوں کی آزادی نہیں چاہتا۔''

سڑک خاموش ہے اور سنسان۔ بلند ٹہنیوں پر گِدھ بیٹھے اونگھ رہے ہیں۔ یہ دو فرلانگ لمبی سڑک۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 2018-19-

SCERT TELANGANA

افسانہ نگار کا تعارف

کرشن چندر 23 نومبر 1913ء کو بھرت پور، راجستھان میں پیدا ہوئے۔ ان کا مذہبی عقیدہ سناتن دھرم تھا۔ ان کے والد میڈیکل آفیسر تھے۔ کرشن چندر نے بھرت پور اور پونچھ میں تعلیم حاصل کی انہوں نے پانچویں جماعت تک اردو پڑھی اور چھٹی جماعت سے بجائے اردو، سنسکرت پڑھنے لگے۔ میٹرک کرنے کے بعد کرشن چندر 1929ء میں لاہور منتقل ہوگئے۔ یہیں انہوں نے 1933ء میں آرٹس کے مضامین میں گریجویشن کیا اور انگریزی ادب میں ایم۔ اے کیا اس کے بعد 1937ء میں ایل ایل بی کی تکمیل بھی کی۔

کرشن چندر نے افسانے، ناول، ڈرامے، ریڈیو ڈرامے، رپورتاژ، طنزیہ مزاحیہ ناول اور خاکے لکھنے کے علاوہ "میری یادوں کے چنار" کے عنوان سے اپنی سوانح عمری بھی لکھی ہے۔ انہوں نے ایک عرصے تک ترقی پسند مصنفین کے صدر کی حیثیت سے فرائض بھی انجام دیے۔ 1977ء میں ان کا انتقال ہوا۔ کرشن چندر کی تخلیقات چاہے وہ افسانے ہوں کہ ناول، یا کچھ اور ان میں انسان دوستی اور انسانی عظمت لازمی طور پر موضوع کا حصہ ہوتے ہیں۔

یہ کیجیے

I سمجھنا۔ اظہار خیال کرنا

A. اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

1. اس افسانے کے ذریعے مصنف کیا پیغام دینا چاہتا ہے؟
2. بعض گداگروں پر لوگوں کو غصہ کیوں آتا ہے؟ کیا آپ ان سے متفق ہیں؟ کیوں؟

B. پڑھیے۔ سمجھ کر بولیے۔

(الف) ذیل کے جملوں کو پڑھیے اور ان کا مطلب بیان کیجیے۔

1. یہ کیسی عجیب باتیں ہیں، پیٹ، بھوک، بیماری اور پیسے۔
2. وہ صدیوں سے اس سڑک پر چل رہی ہے کوئی اس کا بوجھ ہلکا نہیں کرتا۔
3. بڑا آدمی سڑک سے گزر گیا۔ لڑکوں کی جان میں جان آ گئی ہے۔
4. اس کی صورت میں روکھاپن موجود ہے جیسے کہہ رہی ہو مجھے کسی کی کیا پروا۔
5. انسان کے دل کی طرح بے رحم، بے حس اور وحشی ہے۔

SCERT TELANGANA

(ب) ذیل کے اقتباس کو پڑھیے اور سوالوں کے جواب دیجیے۔

انسان قواعد قدرت کے مطابق مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ وہ تنہا اپنی حوائج ضروری کو مہیا نہیں کرسکتا۔ اس کو ہمیشہ مددگاروں اور معاونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر متعصب بسبب اپنے تعصب کے تمام لوگوں سے منحرف اور بیزار رہتا ہے اور کسی کی دوستی اور محبت کی طرف بجز ان چند لوگوں کے جو اس کے ہم رائے ہیں مائل نہیں ہوتا۔ بہت سی قومیں جو اپنے تعصب کے باعث سے تمام باتوں میں کیا اخلاق میں اور کیا علم و ہنر میں، کیا عقل و دانش میں اور کیا تہذیب و شائستگی میں اعلیٰ درجہ سے نہایت پست درجہ مذلت اور خواری کو پہنچ گئی ہیں اور بہت سی قومیں جنھوں نے اپنی بے تعصبی سے ہر جگہ اور ہر قوم سے اچھی اچھی باتیں اخذ کیں اور ادنیٰ درجہ سے ترقی کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئیں۔

1. انسان کو مدنی الطبع کیوں کہا گیا ہے؟
2. متعصب شخص کن لوگوں سے بیزار نہیں ہوتا؟
3. بے تعصبی سے قوم کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟
4. کیسی قومیں پستی اور ذلت کا شکار ہو جاتی ہیں؟
5. انسان کو معاونوں اور مددگاروں کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟

(ج) دیے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

1. کرشن چندر نے کن کن موضوعات پر کتابیں لکھیں ہیں؟
2. کرشن چندر کی افسانہ نگاری کی کیا خصوصیات تھیں؟
3. سڑک کی حالت کیسی تھی؟
4. بڑے آدمی کے آنے پر سڑک پر کیا انتظامات کئے گئے تھے؟
5. سڑک سے گذرنے والی بوڑھی عورت کی کیا حالت تھی؟
6. سڑک کے کنارے دو مزدور کس بارے میں بات چیت کر رہے تھے؟

II اظہار مافی الضمیر۔ تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1. بے کاری اور گداگری میں کیا کوئی تعلق ہے؟ اگر ہے تو کیا ہے؟
2. حادثے میں مرنے والے کتے کی دردناک آوازیں کسی کو اپنی طرف کیوں متوجہ نہیں کرسکیں؟
3. اس افسانے میں نوجوانوں کی کن عادات پر طنز کیا گیا ہے؟

SCERT TELANGANA

4. غربت کے مارے لوگ آزادی سے زیادہ روٹی کو ترجیح دیتے ہیں۔کیوں؟

5. افسانہ نگار کیوں پاگل سا ہو جاتا ہے؟

(ب) ذیل کے سوالوں کے تفصیل سے جواب لکھیے۔

1. سڑک کے کسی ایسے منظر کے بارے میں لکھیے جو عام طور پر سڑکوں پر دیکھنے کو ملتا ہے۔جسکا ذکر اس افسانے میں نہ ہو؟

2. افسانے کے کس منظر نے آپ کو زیادہ متاثر کیا۔اور کیوں؟

3. اپنے علاقے کی سڑک سے گزرتے ہوئے آپ کے مشاہدات کیا ہیں؟ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

(ج) ذیل کے سوال کے جواب تخلیقی انداز میں لکھیے۔

1۔ آپ نے افسانے میں بڑے آدمی کے سڑک پر سے گزرنے کے منظر کو پڑھا ہے۔اپنے مدرسے میں اس منظر کو اداکاری کے ذریعے پیش کیجیے اور اس کے لیے درکار اشیاء کو دوستوں کی مدد سے تیار کیجیے۔

(د) توصیفی انداز میں لکھیے

1۔ آپ اپنے ساتھی طالب علم کے ساتھ کسی سڑک سے گذر رہے ہیں اچانک آپ لوگوں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا بچّہ اپنی دھن میں جا رہا ہے اور ایک تیز رفتار گاڑی کے زد میں آ رہی رہا تھا کہ آپ کے ساتھی نے دفعتاً آگے بڑھ کر اس کو بچالیا۔حالانکہ اس میں خود اس کی جان کو بھی خطرہ لاحق ہوسکتا تھا۔اپنے ساتھی کے اس اقدام کی ستائش دعائیہ اجتماع میں کن الفاظ میں کروگے؟ تحریر کیجیے۔

III زبان شناسی

لفظیات

(الف) ذیل کے الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

پژمردہ – سنگلاخ – متواتر – جھریاں – مضمحل

(ب) ذیل کے الفاظ کے ذریعے خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

شگاف – خوانچہ – تیوری – قمقموں – گداگروں

1. غصہ ور آدمی معمولی باتوں پر .... چڑھاتا ہے۔

2. .... کے ساتھ صلہ رحمی کرنا بڑی نیکی ہے۔

3. بڑھیا........... میں امرود، انار اور آم رکھ کر فروخت کر رہی ہے۔

4. اکثر قدیم عمارتوں کی دیواروں پر .... پڑ جاتے ہیں۔

5. ساجد کے بھائی کی شادی پر انکے گھر کو بجلی کے.............سے سجایا گیا تھا۔

SCERT TELANGANA

قواعد

(الف) ان جملوں کو غور سے پڑھیے اور فرق محسوس کیجیے۔

♦ لڑکا آیا۔	♦ لڑکے آئے۔
♦ گائے دودھ دیتی ہے۔	♦ گائیں گھاس کھاتی ہیں۔
♦ یہ اُردو کی کتاب ہے۔	♦ یہ کتابیں رافع کی ہیں۔
♦ میری ٹوپی نئی ہے۔	♦ اس دکان میں اچھی ٹوپیاں ہیں۔

اوپر کے جملوں میں لڑکا، گائے، کتاب اور ٹوپی ایک ایک چیز کے نام ہیں۔ یہ سب واحد ہیں۔ جبکہ لڑکے، گائیں، کتابیں، ٹوپیاں یہ ایک سے زیادہ چیزوں کے نام ہیں۔ یہ سب جمع ہیں۔

واحد: ایک کو واحد کہتے ہیں۔
جمع: ایک سے زائد کو جمع کہتے ہیں۔
تعداد: اسماء یا چیزوں کی گنتی کو تعداد کہتے ہیں۔

(ب) ان جملوں پر غور کیجیے۔

♦ بچہ کھڑا ہے۔	♦ بچے کھڑے ہیں۔
♦ مدرسہ بند ہے۔	♦ مدرسے کھل گئے ہیں۔
♦ گھوڑا دوڑ رہا ہے۔	♦ گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔

اوپر کی مثالوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جس واحد مذکر کے آخر میں الف یا ہ ہو تو اس کو جمع میں 'ے' سے بدل دیتے ہیں۔ (سوائے چند الفاظ کے جیسے دریا، راجہ، چچا، دادا، نانا)

(ج) ان جملوں کو غور سے پڑھیے۔

♦ لڑکی آئی۔	♦ لڑکیاں آئیں۔
♦ ٹوکری نئی ہے۔	♦ ٹوکریاں نئی ہیں۔
♦ گھوڑی دوڑ رہی ہے۔	♦ گھوڑیاں دوڑ رہی ہیں۔

اوپر کے مثالوں سے معلوم ہوا کہ جس مونث کے آخر میں 'ی' ہو اس کے آخر میں 'اں' بڑھا دینے سے جمع بن جاتا ہے۔

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

مشق۔ جملوں کے مطابق واحد و جمع مذکر، واحد و جمع مونث کو قوسین میں لکھیے۔

اسکول کا گھنٹہ بجا۔ (واحد مذکر)	ہانڈی چولہے پر ہے۔ ( )	یہ آم کا درخت ہے۔ ( )
شیشی میں عطر ہے۔ ( )	کمرے بڑے ہیں۔ ( )	یہ کرسیاں نئی ہیں۔ ( )
عورتیں کام کر رہی ہیں۔( )	پردہ قیمتی ہے۔ ( )	لڑکیاں گانا گا رہی ہیں۔ ( )
بلیاں دودھ پی رہی ہیں۔( )	یہ گھر نیا ہے۔ ( )	قمقمے روشن ہیں۔ ( )

منصوبہ کام

1۔ آپ کے علاقے کی سڑکوں پر ہونے والے غیر معمولی اور اہم واقعات کی خبروں کو جمع کیجیے اور دیواری رسالے پر چسپاں کیجیے۔

7. غزل

پروین شاکر

پڑھیے، سوچیے اور جواب دیجیے۔

مرنے کی دعا کیوں مانگوں جینے کی تمنا کون کرے
یہ دنیا ہو یا وہ دنیا اب خواہش دنیا کون کرے
جب کشتی ثابت و سالم تھی ساحل کی تمنا کس کو تھی
اب ایسی شکستہ کشتی پر ساحل کی تمنا کون کرے
جو آگ لگائی تھی تم نے اس کو بجھایا اشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ شاعر کو کس چیز کی خواہش نہ رہی؟

2۔ شاعر، ساحل کی تمنا سے کیوں گریز کر رہا ہے؟

3۔ اشکوں کی آگ کس طرح بجھائی جاتی ہے؟

ماخذ

یہ غزل پروین شاکر کے مجموعہ کلام خوشبو سے ماخوذ ہے

طلبا کے لیے ہدایات

- سبق کی تصویریں دیکھیے اور ان کے بارے میں اظہار خیال کیجیے۔
- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 2018-19

غزل

بارش ہوئی تو پھولوں کے تن چاک ہوگئے
موسم کے ہاتھ بھیگ کے سفاک ہوگئے

بادل کو کیا خبر کہ بارش کی چاہ میں
کیسے بلند و بالا شجر خاک ہوگئے

جگنو کو دن کے وقت پرکھنے کی ضد کریں
بچے ہمارے عہد کے چالاک ہوگئے

لہرا رہی ہے برف کی چادر ہٹا کے گھاس
سورج کی شہہ پر تنکے بھی بے باک ہوگئے

بستی میں جتنے آب گزیدہ تھے سب کے سب
دریا کے رخ بدلتے ہی تیراک ہوگئے

جب بھی غریبِ شہر سے کچھ گفتگو ہوئی
لہجے ہوائے شام کے نمناک ہوگئے

SCERT TELANGANA

صنف کی تعریف

غزل کے لغوی معنی عورتوں سے باتیں کرنا ہے۔لیکن دورجدید کے شعراء نے صنف غزل میں سیاسی،سماجی،مذہبی اور فلسفیانہ خیالات کوبھی پیش کیا ہے۔غزل کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں۔جس کے دونوں مصرعوں میں قافیہ اور ردیف کی پابندی کی جاتی ہے۔اگر غزل کے دوسرے شعر کے دونوں مصرعوں میں بھی قافیہ اور ردیف کی پابندی کی جائے تو حسن مطلع کہلاتا ہے۔غزل کے آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں۔جس میں شاعر اپنا تخلص پیش کرتا ہے۔غزل کا ہر شعر معنی ومفہوم کے لحاظ سے مکمل ہوتا ہے نظم کی طرح ایک شعر دوسرے شعر سے مربوط نہیں رہتا۔غزل کے ہر شعر کے دوسرے مصرعے میں قافیہ اور ردیف کی پابندی کی جاتی ہے۔شعر کے آخری لفظ کو ردیف کہتے ہیں۔ردیف سے پہلے آنے والے ہم وزن الفاظ کو قافیہ کہتے ہیں۔عموماً غزل میں کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ اکیس اشعار ہوتے ہیں۔

غزل کی تشریح

پہلے شعر میں شاعرہ نے کہا ہے کہ بارش کی بوندوں کی وجہ سے پھول بکھر گئے ہیں۔اور پھولوں کی اسی نزاکت اور کمزوری نے موسم کو ظالم اور بے رحم بنادیا ہے۔اس شعر میں اشارہ ہے کہ مظلوم کی بزدلی اور کمزوری بھی اکثر ظالم کو سفاکی پر آمادہ کرتی ہے۔

دوسرے شعر میں شاعرہ نے بادل کی بے خبری کو موضوع بناتے ہوئے کہا ہے کہ بارش کی خواہش میں جیسے بلندوبالا درخت بھی خاک ہوجاتے ہیں اُسی طرح انسان اپنی بے جا تمناؤں اور خواہشوں کی تکمیل کی کوشش میں اپنی عزت نفس اور وقار کو کھودیتا ہے۔

تیسرے شعر میں پروین شاکر نے اپنے عہد کے بچوں کی چالاکی کو موضوع بنایا ہے کہ وہ جگنو کو دن کی روشنی میں پرکھنا چاہتے ہیں۔جگنو کی جانچ کرنا چاہتے ہیں کہ آخروہ رات ہی کو کیوں چمکتا ہے۔اس شعر میں عصری حسیت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا کہ آج کل ناممکنات کوممکن بنانے کی جستجو اور لگن ہر طرف دکھائی دیتی ہے۔

چوتھے شعر میں شاعرہ کہتی ہیں ہے کہ سورج کی روشنی سے حوصلہ پاکر گھاس کے تنکے بھی بے باک ہوکر اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں اس شعر میں بھی طنزیہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ بعض اوقات کمزور اور کم ظرف آدمی بھی کسی زور آور اور طاقتور کے ساتھ مل کر خود کو بڑا سمجھنے لگتا ہے۔اور خودستائی اور خودنمائی کرنے لگتا ہے۔

پانچویں شعر میں شاعرہ نے بزدل افراد پر طنز کیا ہے کہ وہ ظالم کے آگے حق بات کہنے کی جرأت تو نہیں کرتے بلکہ اُس کی پیٹھ پیچھے اپنی بڑائی اور ہمت کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔

مقطع میں پروین شاکر نے دیار غیر میں بسنے والے لوگوں کی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اُن کی غریب الوطنی کی حالت سن کر اکثر لوگ رنجیدہ ہوجاتے ہیں۔

SCERT TELANGANA

شاعرہ کا تعارف

پروین شاکر 24؍نومبر 1952ء کو کراچی (پاکستان) میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد کا نام سید شاکر حسین تھا۔ پروین شاکر کا گھرانہ علمی، ادبی اور مذہبی تھا۔ انہیں اوائل عمری سے شاعری کا ذوق تھا۔ وہ میرانیس سے متاثر تھیں۔ انہوں نے ایم۔اے کیا اس کے بعد سول سروس امتحان میں کامیابی حاصل کی اور محکمہ کسٹم سے وابستہ ہوگئیں۔ ابتداء میں ان کا تخلص بیناؔ تھا۔ بعد میں انہوں نے اپنا تخلص تبدیل کیا۔

پروین شاکر کے پانچ شعری مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ خوشبو، صد برگ، خود کلامی، انکار اور کف آئینہ۔ اُن کے مجموعہ کلام ہیں۔ جس سے اُنہیں بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ 26؍ڈسمبر 1984ء کو ایک کار حادثے میں ان کی موت واقع ہوگئی۔

پروین شاکر نے غزلوں کے ساتھ ساتھ نظمیں بھی کہیں ہیں۔ ان کی شاعری میں نسائی رنسوانی جذبات کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ ان کے بعض شعر تو ہندوپاک میں زبان زد خاص و عام ہوئے۔ مثلاً

ریل کی سیٹی میں کیسی ہجر کی تمہید تھی
اس کو رخصت کر کے گھر لوٹے تو اندازہ ہوا

چھونے سے قبل رنگ کے پیکر پگھل گئے
مٹھی میں آ نہ پائے کہ جگنو نکل گئے

آگے تو صرف ریت کے دریا دکھائی دیں
کن بستیوں کی سمت مسافر نکل گئے

پروین شاکر نے اردو شاعری کے منظر نامہ پر نیا تخیل، نئی تشبیہات، نئی لفظیات اور نئے تراکیب کا اضافہ کیا۔

یہ کیجیے

I سمجھنا۔ ردعمل کا اظہار

A اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

1۔ موسم کے ہاتھوں کو شاعرہ نے سفاک کیوں کہا ہے؟ وضاحت کیجیے۔

2۔ شاعرہ کا کہنا ہے کہ اس دور کے بچے چالاک ہوگئے ہیں۔ کیا آپ اس سے اتفاق رکھتے ہیں؟ کیوں؟

B۔ پڑھیے۔ سمجھ کر بولیے۔

(الف) غزل پڑھیے اور قافیوں کی نشاندہی کیجیے۔

SCERT TELANGANA

(ب) ذیل کے مصرعوں کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

1۔ کیسے بلند و بالا شجر خاک ہو گئے۔

2۔ جگنو کو دن کے وقت پر کھنے کی ضد کریں۔

3۔ سورج کی شہہ پہ تنکے بھی بے باک ہو گئے۔

4۔ بارش ہوئی تو پھولوں کے تن چاک ہو گئے۔

5۔ دریا کے رخ بدلتے ہی تیراک ہو گئے۔

(ج) ذیل کے اشعار پڑھ کر سوالوں کے جواب لکھیے۔

اسی فریب نے مارا کہ کل ہے کتنی دور — اس آج کل میں عبث دن گنوائے ہیں کیا کیا

پہاڑ کاٹنے والے زمیں سے ہار گئے — اسی زمین میں دریا سمائے ہیں کیا کیا

بلند ہوتو کھلے تجھ پہ زور پستی کا — بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگائے ہیں کیا کیا

خدا ہی جانے یگانہ میں کون ہوں کیا ہوں — خود اپنی ذات پہ شک دل میں آئے ہیں کیا کیا

1. آدمی ہمیشہ کس دھوکے میں رہتا ہے؟
2. زمیں سے ہارنے اور زمین میں سمانے کا کیا مطلب ہے؟
3. بڑے بڑے لوگوں کے قدم کیوں ڈگمگاتے ہیں؟
4. شاعر کو کس بات کا شک گزرتا ہے؟

(د) دیے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ پروین شاکر کی شاعری کی اہم خصوصیات کیا ہیں؟

2۔ بارش میں پھولوں کا کیا حشر ہوا؟

3۔ اونچے اونچے درخت مٹی میں کیوں مل گئے؟

4۔ ہمارے عہد کے بچے کیا چاہتے ہیں؟

5۔ گھاس نے برف کی چادر کیوں کر ہٹائی؟

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

II اظہار مافی الضمیر ۔ تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1۔ پھولوں کے تن چاک ہونے سے شاعرہ کی کیا مراد ہے؟

2۔ آپ کی نظر میں بچوں کو چالاک ہونا چاہئے یا نہیں؟ کیوں؟

3۔ سورج کی روشنی پڑنے سے تنکوں کو کیا حوصلہ ملا ہے؟

4۔ آب گزیدہ سے کیا مراد ہے؟

5۔ وطن سے دور لوگوں کی کیا حالت ہوتی ہے؟

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب تفصیل سے لکھیے۔

1۔ شاعرہ کا کہنا ہے کہ بارش کے انتظار میں بلند و بالا درخت بھی سوکھ کر خاک میں مل جاتے ہیں۔ بارش کے نہ ہونے سے انسانوں، جانوروں، پرندوں، چرندوں، کھیتوں اور کھلیانوں پر کیا اثر ہوتا ہے؟ تفصیل سے اپنے مشاہدات لکھیے۔

2۔ انسان اپنی بے جا خواہشات کی تکمیل میں کیوں کر بے حیثیت ہوتا ہے؟ تفصیل سے لکھیے۔

(ج) تخلیقی انداز میں لکھیے۔

1۔ ’’شجرکاری کے فوائد‘‘ عنوان پر ایک مضمون لکھیے۔ اور اسے دعائیہ اجتماع میں پڑھ کر سنائیے۔ یا

’شجرکاری کے فوائد‘ عنوان پر نعرے لکھیے۔

(د) توصیفی انداز میں لکھیے۔

(ا) آپ کے دوست کے والد انتہائی غربت کے باوجود اپنی ضرورتوں اور خواہشات کی تکمیل کے لئے بُرے راستوں کو اپنانے کے بجائے سادگی و شرافت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں اور دوسروں کے لئے مثال بنے ہوئے ہیں۔ آپ اُن کی توصیف کس طرح بیان کروگے؟ لکھیے۔

لفظیات

III زبان شناسی

ذیل کے الفاظ ذو معنی ہیں۔ جملے کی مناسبت سے خط کشیدہ الفاظ کے معنیٰ لکھیے۔

چاک – چاہ – غربت

1۔ سلیم تختہ سیاہ پر چاک سے لکھ رہا ہے۔ (   )

2۔ درزی نے استر کا کپڑا چاک کر دیا۔ (   )

3۔ راموکی بیل گاڑی کا چاک ٹوٹ گیا۔ (   )

SCERT TELANGANA

4۔ عالیہ ترقی کرنے کی چاہ رکھتی ہے اس لئے بہت محنت سے پڑھتی ہے۔ (   )

5۔ دنیا بھر سے حج کو جانے والے چاہ زم زم سے آبِ زمزم لاتے ہیں۔ (   )

6۔ حامد کا کاروبار تباہ ہو گیا اور وہ غربت کا شکار ہو گیا۔ (   )

7۔ دیارِ غربت میں وطن کی یاد بہت آتی ہے۔ (   )

قواعد

(الف) ان اشعار میں صنعت کنایہ کی نشاندہی کیجیے۔

بارش ہوئی تو پھولوں کے تن چاک ہو گئے　　موسم کے ہاتھ بھیگ کے سفاک ہو گئے

لہرا رہی ہے برف کی چادر ہٹا کے گھاس　　سورج کی شہ پہ تنکے بھی بے باک ہو گئے

منصوبہ کام

1۔ پروین شاکر کی غزل کی طرح اور خاتون شعرا کی چند غزلوں کو اخبارات، ادبی رسالوں اور دیگر ذرائع سے اکٹھا کر کے خاتون شعرا کا مختصر مجموعہ کلام ترتیب دیجیے۔

SCERT TELANGANA

8. چڑیا گھر کا ہاتھی

پروفیسر وحیدالدین سلیم

پڑھیے، سوچیے اور جواب دیجیے۔

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا
آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
اپنی خوشی سے آنا اپنی خوشی سے جانا
لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم
شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مسکرانا

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1. پرندے کو گزرا ہوا زمانہ کیوں یاد آرہا ہے؟
2. پرندہ کس بات پر حسرت کا اظہار کر رہا ہے؟
3. آزادی کیوں ضروری ہے؟

ماخذ

یہ سبق وحیدالدین سلیم کے مضامین سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال

چڑیا گھر کے ایک ہاتھی کو فیل بان نے یہ سوچ کر زنجیروں سے آزاد کر دیا کہ وہ بھی آزادی سے لطف اندوز ہو سکے۔ لیکن ہاتھی بدستور اپنی جگہ کھڑا رہا گویا ابھی بھی وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو۔ مصنف نے ہاتھی کے اس ردعمل کو ہماری حالت سے تعبیر کیا ہے کہ ہم بھی آج آزادی کا صحیح مفہوم نہیں جانتے اور غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہونا نہیں چاہتے۔ اس سبق کے ذریعے مصنف پروفیسر وحیدالدین سلیم یہ پیام دینا چاہتے ہیں کہ ہمیں زمانے کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیئے۔ تعصّبات اور اوہام کی زنجیروں کو علم اور دانائی کی کلید سے کھول کر آزادی اور ترقی کے راہوں پر گامزن ہونا چاہیئے۔

طلبا کے لیے ہدایت

- سبق کی تصویریں دیکھیے اور ان کے بارے میں اظہار خیال کیجیے۔
- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

SCERT TELANGANA

امریکہ کے مشہور شہر نیویارک کے چڑیا گھر میں ایک ہاتھی ہے۔ جو عمر کی بہت سی منزلیں طے کر چکا ہے اور لوہے کی بھاری زنجیروں میں جکڑا ہوا ایک جگہ چپ چاپ کھڑا رہتا ہے۔ چڑیا گھر کے منتظموں نے خیال کیا تھا کہ یہ ہاتھی نہایت تند، سرکش اور وحشی ہے ،اس لئے انہوں نے مناسب سمجھا کہ اس کو آہنی زنجیروں میں جکڑ دیں تا کہ وہ چڑیا گھر کے ان لوگوں کو نہ ستا سکے جو سیر کرنے کے لئے اس باغ میں آتے رہتے ہیں۔

ایک دن اتفاق سے فیل بان نے ، جو اس کی نگرانی اور نگہبانی پر مقرر تھا، خیال کیا کہ اس ہیبت ناک جانور کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ایک زمانہ گزر چکا ہے، اب اس میں وحشت اور سرکشی باقی نہ رہی ہوگی۔ میں عرصۂ دراز سے اس کی نگرانی اور نگہبانی پر مامور ہوں، مگر میں نے اس کی کوئی ایسی حرکت نہیں دیکھی جس سے یہ خیال ہو کہ آزاد ہو جانے کے بعد یہ وحشی اور سرکش ہو جائے گا۔ فیل بان نے یہ خیال کر کے نہایت دلیری سے اس کی زنجیریں کھول دیں اور اس کو آزاد کر دیا۔

زنجیریں کھول دی گئیں۔ ہاتھی آزاد ہو گیا۔ فیل بان نے اپنے دل میں کہنے لگا ''بے چارہ ہاتھی اب آزادی کی ہوا کھائے گا۔ اور باغ کے احاطے میں گردش کرے گا،'' مگر نہیں، ہاتھی نے ذرا حرکت نہیں کی۔ وہ بدستور اپنی جگہ پر کھڑا ہے۔ گویا اب بھی آہنی زنجیروں میں بندھا ہوا ہے۔ بھاری بھاری زنجیریں، جن میں وہ عرصۂ دراز سے جکڑا ہوا تھا اور جن کے سبب وہ ذرا ہل نہیں سکتا تھا، اگرچہ اب نہیں ہیں، اور وہ آزاد ہے مگر پھر بھی اسی حالت میں اپنی جگہ چپ چاپ کھڑا ہے۔ غلامی کی عادت اس پر مسلط ہو چکی ہے اور اس کے دل و دماغ میں غلامی کے سوا کوئی جذبہ نہیں۔

یہ ہیبت ناک گرانڈیل ہاتھی آزاد ہو چکا ہے، مگر اپنی جگہ سے سرکنا نہیں جانتا۔ سر ہلاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آزادی کے معنی نہیں سمجھتا۔ چڑیا گھر میں بہت سی عورتیں مرد اور بچے آتے ہیں اور اس ہاتھی کو دیکھتے ہیں۔ نامہ نگار اس کو دیکھ کر اخباروں اور میگزینوں میں اس کا حال چھپواتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ ہاتھی غالباً کند ذہن ہے۔

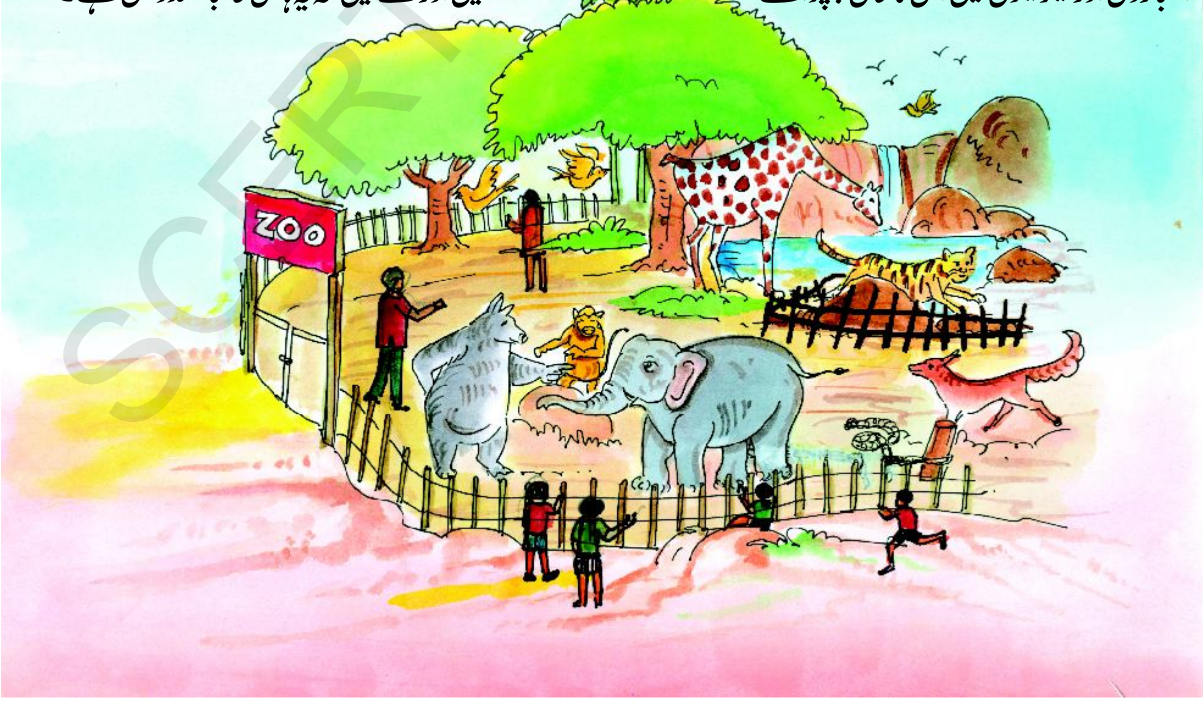

ایک نامہ نگار لکھتا ہے، یہ ہاتھی نہیں جانتا کہ زنجیریں کب کھولی گئیں۔اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ بالکل جاہل ہے۔

لوگوں کے نزدیک یہ بات بہت آسان ہے کہ جانوروں اور اپنے سوا دیگر انسانوں پر حرف گیری کریں، مگر ہم میں سے کون ہے جو نہایت سچائی سے اس بات کا دعویٰ کرے کہ میں اس جانور کی طرح ہوں، جو مدت دراز سے زنجیروں میں جکڑا کھڑا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم بھی مدت دراز سے جاہلیت اور نادانی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور اوہام وتعصّبات کے دائرے سے نکل کر آزادی کی ہوا کھانا پسند نہیں کرتے۔ ہزاروں نامور عالم اور واعظ گزرے ہیں، جنھوں نے اپنا تمام وقت اسی کام میں صرف کیا کہ ہم کو جہالت ونادانی، قدامت پرستی اور تعصب کی زنجیروں سے آزاد کرائیں۔ مگر ہم اپنی جگہ سے نہیں سرکے۔ ہم آج تک اسی نقطے پر کھڑے ہیں۔ جہاں پہلے کھڑے تھے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس قید سے نکل کر آزادی کی ہوا کھانے میں کیا لطف آتا ہے۔

ہماری قوم میں لاکھوں آدمی ہیں، جو اس بیچارے ہاتھی کی طرح مقید ہیں اور زمانۂ قدیم کی خرافات اور جاہلانہ خیالات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ حکومت نے ہم کو آزادی عطا کی ہے۔ علم وعمل کا کھلا میدان ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، مگر ہم حرکت کرنا نہیں جانتے اور آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔

زمانۂ سلف کے پیشواؤں اور ہادیوں نے ہم کو بتا دیا کہ ہمارے لیے نجات اور کامیابی کا کون سا راستہ ہے اور ہم کیوں کر ترقی کر سکتے ہیں؟ مگر ہم بدستور اپنی جگہ پر چپ چاپ کھڑے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو برا جانتا اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ہم باہم مکروفریب سے پیش آتے ہیں اور ایک دوسرے کو ستاتے اور تکلیفیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ شاید آہستہ آہستہ ہم کو محسوس ہو کہ اس زمانے میں ہماری زنجیریں کھول دی گئی ہیں اور اگر ہم چاہیں تو آزادی کی ہوا کھا سکتے ہیں، مگر ہماری عقل ابھی کمزور ہے، ہمارے دماغ میں ابھی روشنی کی جھلک نہیں آئی۔ ہماری طبیعتوں میں ابھی ترقی کرنے کا ولولہ پیدا نہیں ہوا۔ ہماری ترقی کی رفتار بہت کم ہے۔ ہماری نجات اور کامیابی کی منزل ابھی دور ہے۔

آؤ! دیکھو اور غور کرو کہ تم ان نعمتوں سے کیوں محروم ہو، جو خداوند عالم نے تمھیں عطا کی ہیں اور ان برکتوں سے کیوں مستفید نہیں ہوتے جو زمانۂ حال کی بدولت تم کو ملنے والی ہیں۔

کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم اپنی عقل کو کام میں لاؤ اور اپنی زندگی کو اپنے لیے اور اپنے سوا اوروں کے لئے مفید بناؤ؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم اپنی عادتوں کی اصلاح کرو اور اپنے افعال کو شائستہ بناؤ؟

اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر تم اس ہاتھی کے حال پر رحم کرو اور اس پر کوئی طعن نہ کرو، کیوں کہ بالکل یہی حالت تمھاری ہے۔ وہ لوہے کی زنجیروں میں گرفتار تھا تم تعصّبات اور اوہام کی زنجیروں میں بندھے ہوئے ہو۔ وہ زنجیروں سے آزاد ہو کر بھی اپنی جگہ پر چپ چاپ کھڑا رہا، تم اس روشنی کے زمانے میں ہو کر بھی ترقی کے میدان میں آگے نہیں بڑھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تم میں اور اس ہاتھی میں کوئی فرق نہیں ہے اور تمھاری عقل اور اس کی عقل دونوں یکساں ہیں۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

مصنف کا تعارف

وحیدالدین سلیم 1867ء کو پانی پت میں پیدا ہوے۔لاہور کے اورینٹل کالج سے منشی فاضل کیا۔سرسید سے ان کا تعارف مولانا حالی کے توسط سے ہوا۔اوران کے ادبی مشیر مقرر ہوے۔سرسیّد کے انتقال کے بعد صحافت سے وابستہ ہوے اور معارف علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، مسلم گزٹ اور زمیندار کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔آخری عمر میں جامعہ عثمانیہ میں اردو کے پروفیسر ہو گئے تھے۔دارالترجمہ کی وضع اصطلاحات کی مجلس کے رکن کی حیثیت سے انہوں نے جو خدمات انجام دی ہیں، انہیں بھلایا نہیں جاسکتا۔

وہ بڑے جوشیلے اخبار نویس ، بلند پایہ انشا پرداز ، بہترین شاعر اور وضع اصطلاحات کے ماہر تھے۔ان کی کتاب وضع اصطلاحات علمیہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔افادات سلیم کے علاوہ ان کے مضامین ''مضامین سلیم'' کے نام سے کئی جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔وہ شاعر بھی تھے'ان کی نظموں کا مجموعہ ''افکار سلیم'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ان کا انتقال 1928ء میں ہوا۔

یہ کیجیے

I سمجھنا–اظہار خیال کرنا

A اپنے الفاظ میں اظہار خیال کیجیے۔

1. اس سبق سے ہمیں کیا درس ملتا ہے؟
2. اخبار والوں نے ہاتھی کو کند ذہن اور جاہل کیوں کہا؟
3. ہم اپنی زندگی کو اپنے اور دوسروں کے لئے کیسے مفید بنا سکتے ہیں؟

B پڑھیے۔سمجھ کر بولیے۔

(الف) سبق پڑھ کر مرکب الفاظ کی نشاندہی کیجیے۔

(ب) ذیل کے جملے پڑھیے اور سبق میں ان کے پس منظر کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

1. اب اس میں وحشت اور سرکشی باقی نہ رہی ہوگی۔
2. وہ بدستور اپنی جگہ کھڑا ہے۔گویا اب بھی آہنی زنجیروں میں بندھا ہوا ہے۔
3. زمانہ سلف کے پیشواؤں اور ہادیوں نے ہم کو بتا دیا کہ ہمارے لیے نجات اور کامیابی کا کون سا راستہ ہے۔
4. ہماری نجات اور کامیابی کی منزل ابھی دور ہے۔
5. تمہاری عقل اور اسکی عقل دونوں یکساں ہیں۔

SCERT TELANGANA

(ج) ذیل میں دیے گئے اقتباس کو غور سے پڑھیے اور سوالوں کے جواب دیجیے۔

ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہوجاتے ہیں۔ایک بیج صد ہا شاخیں اور ہزاروں پھل پیدا کر دیتا ہے۔ کیوڑے کا ایک درخت پورے باغ کے معطر ہونے کے لئے کافی ہوتا ہے۔یہی حال قوموں اور ملکوں کا ہے۔قوموں میں جب زندگی آتی ہے تو ہزاروں افراد کے ذریعے نہیں، بلکہ ہمیشہ سرچشمۂ حیات ایک یا ایک سے زیادہ چند نفوس قلیلہ وعدیدہ ہی میں ہوتا ہے۔اس عالم کی زندگی قوموں سے ہے،مگر قوموں کی زندگی صرف اشخاص کے دم سے وابستہ ہے۔ایک ہی انسان چاہیئے، جو انسان ہو۔اور ایک پوری قوم اور پورے ملک کو زندہ کر دے۔اس عالم کی رونق اقوام کے دم سے وابستہ ہے۔قومیں مرتی ہیں اور زندہ ہوتی ہیں۔لیکن ان کی موت وحیات کے یہی معنی ہیں کہ پہلی صورت میں ان نفوس عالیہ سے خالی ہوجاتی ہیں، جن کے دم سے ان کی زندگی وابستہ تھی اور دوسری حالت میں ان کے اندر ایسے وجود قدسیہ موجود ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کے سرچشمے سے پوری قوم کے کشت واقبال کو سرسبز وشاداب کر دیتے ہیں۔

1۔ کامل انسان کو کن کن چیزوں کے مثل قرار دیا گیا ہے؟

2۔ قوموں کی زندگی کن کے دم سے وابستہ ہے؟

3۔ قومیں کیسے مرتی ہیں؟

4۔ قوموں کی زندگی کی دلیل کیا ہے؟

5۔ آج قوم وملک کو کیسے انسانوں کی ضرورت ہے؟

(د) دیے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ وحیدالدین سلیم کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

2۔ پروفیسر وحیدالدین سلیم کا سب سے گراں قدر کارنامہ کیا ہے؟

3۔ ہاتھی کو کہاں رکھا گیا اور کیسے رکھا گیا؟

4۔ ہاتھی کی نگرانی پر کون مامور تھا اور اس نے ایک دن کیا سوچا؟

5۔ ہاتھی کو آ ہنی زنجیروں میں جکڑ کر رکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

6۔ زنجیروں سے آزاد ہونے کے بعد بھی ہاتھی کی کیا حالت تھی؟

II۔اظہارِ مافی الضمیر۔تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1۔ فیل بان کے عمل کو دلیری سے تعبیر کیوں کیا گیا؟

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے-2018-19
SCERT TELANGANA

2۔ جاہلیت اور نادانی کی دلیل کیا ہے؟

3۔ مصنف نے لوگوں کو چڑیا گھر کے ہاتھی کے مماثل قرار دیا ہے کیا آپ مصنف سے متفق ہیں؟ کیوں؟

4۔ انسانوں میں باہمی نفرت وعداوت کی وجوہات کیا ہوسکتی ہیں؟ تبصرہ کیجیے۔

5۔ طعن وتشنیع کے اصل سزاوار درحقیقت کون ہیں؟ اور کیوں؟

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب تفصیل سے دیجیے۔

1۔ ''حقیقت یہ ہے کہ ہم بھی مدت دراز سے جاہلیت اور نادانی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔'' اظہار خیال کیجیے۔

2۔ ''دوسروں پر حرف گیری کرنا ایک آسان کام ہے۔'' تشریح کیجیے۔

3۔ آزادی اور باہمی تعاون، ترقی اور کامرانی کی کلید ہیں۔ اس فقرے کی وضاحت کیجیے۔

(ج) تخلیقی انداز میں لکھیے۔

1. چڑیا گھر کے زنجیروں سے آزاد ہونے کے باوجود وہ اپنی جگہ کھڑا رہا تو یہ دیکھ کر ایک ریچھ حیرت زدہ ہو گیا۔ اور ہاتھی سے کچھ گفتگو کی۔ ان دونوں میں کیا گفتگو ہوئی ہوگی؟ سوچ کر مکالمے کے انداز میں لکھیے۔

(د) توصیفی انداز میں لکھیے

ایک غریب طالب علم نے حالات سے مجبور ہو کر آٹھویں جماعت میں تعلیم ترک کر دیا اور پھر اساتذہ کی ترغیب سے حوصلہ پا کر دوبارہ اپنی تعلیم کو شروع کیا۔ اور آخر کار جماعت دہم میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور ضلع کلکٹر کے ہاتھوں انعام پایا۔ اس لڑکے کی جدوجہد کی ستائش کرتے ہوئے اپنے چھوٹے بھائی کے نام خط لکھیے۔

III زبان شناسی

لفظیات

(الف) ذیل کے جملوں میں خط کشیدہ الفاظ کے چار مختلف معنی دیے گئے ہیں۔ صحیح معنی کا انتخاب کیجیے۔ اور قوس میں درج کیجیے۔

1۔ انگریزوں نے ہندوستان پر عرصۂ دراز تک حکومت کی ( )

(الف) درمیانی عرصہ (ب) تھوڑا عرصہ (ج) لمبا عرصہ (د) اچھا عرصہ

2۔ گود سے گور تک علم حاصل کرنا چاہئے ( )

(الف) گھر (ب) باغ (ج) میدان (د) قبر

3۔ تعلیم یافتہ انسان میں شائستگی پائی جاتی ہے ( )

(الف) تہذیب (ب) وحشی پن (ج) سرکشی (د) نادانی

SCERT TELANGANA

4۔ بچّوں پر بے جا سختی انہیں سرکش بنا دیتی ہے۔ (   )

(الف) با ادب (ب) بے وقوف (ج) نافرمان (د) مشہور

5۔ کسی پر حرف گیری کرنا بری بات ہے (   )

(الف) وضاحت کرنا (ب) نکتہ چینی کرنا (ج) تعریف کرنا (د) تائید کرنا

(ب) درج ذیل الفاظ کے مترادفات لکھیے۔ اور دونوں مترادفات کو ایک ہی جملہ میں استعمال کیجیے۔

سرکش – وہم – خرافات – وحشی – تند

مثال:– سماج کے باعمل افراد ہی سماج کے پیشوا اور ہادی بننے کے لائق ہوتے ہیں۔

قواعد

♦ ان جملوں کو غور سے پڑھیے۔

☆ یہ آم کا درخت ہے۔ ☆ جنگل میں بہت سارے پیپل کے درخت ہیں۔

☆ یہ انگریزی اخبار ہے۔ ☆ میرے پاس چار زبانوں کے اخبار آتے ہیں۔

ایسے مذکر اسم جن کے آخر میں 'الف' یا 'ہ' نہ ہو وہ واحد اور جمع میں یکساں ہوتے ہیں۔

♦ ان جملوں پر غور کیجیے۔

☆ گھٹا چھا رہی ہے۔ ☆ گھٹائیں چھا گئیں۔

☆ ہوا چل رہی ہے۔ ☆ ہوائیں چل رہی ہیں۔

اوپر کے جملوں سے پتہ چل رہا ہے کہ جن واحد مونث الفاظ کے آخر میں 'ا' ہوتا ہے۔
جمع میں ان کے بعد 'ئیں' بڑھا دیتے ہیں۔

♦ ان جملوں کو پڑھیے۔

☆ چڑیا ڈال پر بیٹھی ہے۔ ☆ چڑیاں اڑ گئیں۔

☆ یہ میری گڑیا ہے۔ ☆ سیما کے پاس کئی گڑیاں ہیں۔

جن واحد مونث الفاظ کے آخر میں 'یا' ہو، ان کی جمع میں 'ں' بڑھا دیتے ہیں۔

♦ ان جملوں کو پڑھیے۔

☆ ان لوگوں کا خدا ہی حافظ ہے۔

☆ شیر سب جانوروں سے زیادہ بہادر ہوتا ہے۔

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 2018-19

☆ ٹوکریوں میں آم رکھے ہوئے ہیں۔
☆ فقیروں کی جھولی کبھی خالی نہیں ہوتی۔
☆ ان بے چاروں نے کیا خطا کی۔
☆ میلوں تک لوگ نظر آرہے تھے۔

کا۔ سے۔ میں۔ کی۔ نے۔ تک۔ پر۔ میں سے کوئی لفظ بھی جمع مذکر یا جمع مونث کے بعد آجائے تو اس لفظ جمع کے آخر میں ''وں'' لگانا پڑتا ہے۔

مشق I:۔ ان جملوں میں سے جمع کی شناخت کر کے قوسین میں درج کیجیے۔

1۔ لڑکوں نے پوریاں کھائیں۔ (   )
2۔ یہ سبزیوں کی دوکان ہے (   )
3۔ پھولوں کا ہار بڑا ہے۔ (   )
4۔ ان تھیلوں میں شکر ہے۔ (   )
5۔ غریبوں کا مذاق نہ اُڑاؤ۔ (   )
6۔ ان کی باتوں سے ہم متاثر ہوئے۔ (   )

مشق II:۔ جدول میں دیئے گئے جملے پڑھیے اور ان کی مناسبت سے آگے کے خانوں میں لکھیے۔

جملے	واحد مذکر	جمع مذکر	واحد مونث	جمع مونث
لڑکا کتاب پڑھ رہا ہے۔				
اس باغ میں کتنے درخت ہیں۔				
چولہے پر ہانڈی رکھی ہے۔				
ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔				
دکانیں کھلی ہیں۔				

منصوبہ کام

1. آپ نے جن جانوروں اور پرندوں کو دیکھا ہے ان کی خصوصیات، عادات وغیرہ کو جدول کی شکل میں تحریر کر کے کمرہ جماعت میں آویزاں کیجیے۔

SCERT TELANGANA

9. جب کربلا میں عترت اطہار لٹ گئی

مرزا سلامت علی دبیرؔ

پڑھیے۔ سوچیے اور جواب دیجیے۔

خالق نے جنھیں دیا ہے زر دیتے ہیں
زر کیا ہے خدا کی راہ میں گھر دیتے ہیں
اپنا سرمایہ ہے رکوع و سجود
ساماں نہیں رکھتے ہیں سر دیتے ہیں
امجد حیدرآبادی

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ لوگ خدا کی راہ میں کیا کیا لٹاتے ہیں؟
2۔ جو لوگ مال و دولت نہیں رکھتے ان کا سرمایہ کیا ہوتا ہے؟
3۔ اس رباعی سے ہمیں کیا سبق حاصل ہوتا ہے؟

مرکزی خیال

اس مرثیہ میں حضرت امام حسین کی شہادت کے علاوہ ان کے عزیز و اقارب کی شہادت اور خواتین کے غم کی عکاسی کی گئی ہے۔ عابد بیمار حضرت زین العابدین کی بے بسی کی ترجمانی کی گئی ہے اور ان پر ہونے والے مظالم کو اجاگر کرتے ہوئے یہ بتلایا گیا ہے کہ حق و باطل کی کشمکش میں حق پرست کسی بھی قیمت پر باطل کے آگے سر نہیں جھکاتے چاہے انہیں اپنا سر کٹانا کیوں نہ پڑ جائے۔

ماخذ

یہ مرثیہ مراثی دبیر سے ماخوذ ہے

طلبا کے لیے ہدایت

- سبق کی تصویریں دیکھیے اور ان کے بارے میں اظہار خیال کیجیے۔
- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

SCERT TELANGANA

جب کربلا میں عترت اطہار لٹ گئی　　یعنی سب آل احمدؐ مختار لٹ گئی
بارگاہ حیدرؓ کرار لٹ گئی　　بالکل حسینؓ پیاسے کی سرکار لٹ گئی
بیداد لشکر عمر نابکار سے
سادات نکلے خیمہ سے زہراؓ مزار سے

کٹوا کے سر جو شاہ شہیداں ہوئے حسینؓ　　یعنی خدا کی راہ میں قرباں ہوئے حسینؓ
مختار کارخانہ یزداں ہوئے حسینؓ　　فخر ذبیح و فدیۂ سبحاں ہوئے حسینؓ
تھا وقت عصر بھائی سے زینبؓ جو چھٹ گئی
مغرب تلک حسینؓ کی سرکار لٹ گئی

مقتل کے سامنے حرم آ آ کے گر پڑے　　اور پہلوؤں میں بچے بھی غش کھا کے گر پڑے
اک جاستارے خاک پہ زہراؓ کے گر پڑے　　عابدؓ وفور ضعف سے تھرا کے گر پڑے
آیا نہ کوئی غش سے اٹھانے کے واسطے
زنجیر لایا شمر پہنانے کے واسطے

SCERT TELANGANA

عابدؓ نے غش میں شور جو زنجیر کا سنا — نا طاقتی میں ضعف سے کی نیم چشم وا
زنجیر و طوق دیکھ کے بیمار نے کہا — کیوں منصفو یہی ہے مرے درد کی دوا
بیمار تلخ کام ہوں اور تشنہ کام ہوں
یارو امام زادہ ہوں اور خود امام ہوں

پہناتے ہو جو بیڑیاں میری خطا ہے کیا — بابا تو قتل ہوگئے میں زندہ کیوں رہا
سمجھا میں ہتھکڑی پہنانے کا مدعا — عباسؓ کی طرح نہ ہوئے ہاتھ کیوں جدا
اصغرؓ کی طرح حلق نہ زخمی ہوا مرا
سو طوق ریسماں کے ہے قابل گلا مرا

تلواریں سر پہ کھینچ کے بولے جفا شعار — تجھ کو پہننا ہوئے گا سب اے نحیف و زار
یہ ہتھکڑی یہ بیڑیاں یہ طوق خار دار — گردن میں تیری ہوگی رسن ہاتھ میں مہار
ہم ساربان بناکے یہ زیور پہنائیں گے
تا شام کربلا سے یوں ہی لے کے جائیں گے

صنف کی تعریف

مرثیہ اردو کی ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں مرنے والے کی تعریف وتوصیف بیان کی جاتی ہے۔عام طور پر میدان کربلا میں شہید ہونے والے حضرت امام حسینؓ اور آپ کے رفقاء پر مرثیے لکھے جاتے ہیں۔ان کے علاوہ مرثیے شخصی بھی لکھے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر مہاتما گاندھی کے قتل پر مرثیہ لکھا گیا ہے۔مجاز نے لکھا کہ

ہندو چلا گیا نہ مسلماں چلا گیا
انساں کی تلاش میں انساں چلا گیا

قدیم اردو کے کلاسیکی سرمایے میں جو مرثیے ملتے ہیں جو تقریباً تمام تر غزل کی ہیئت کے ہیں۔عصر حاضر میں مرثیہ مسدس کی ہیئت میں لکھا جاتا ہے۔میر انیسؔ اور دبیرؔ عظیم مرثیہ گوشعراء ہیں۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے-19-2018

مرثیہ کی تشریح

اس مرثیہ کے پہلے بند میں دبیرؔ نے بیان کیا ہے کہ میدان کربلا میں اہل بیت اطہار لٹ گئے۔ حضرت علیؓ کا کنبہ تاراج ہو گیا۔ بھوک و پیاس کی شدت کے مارے تڑپنے لگے۔ یزیدی فوج کے سپہ سالار عمر بن سعد کے مظالم سے اپنے خیموں سے باہر آ گئے اور ان کی بے بسی و لاچاری کے غم سے شہزادی کونین جناب فاطمہ زہراؓ کی روح بھی اپنے روضے میں بے چین ہو گئی ہوگی۔

دوسرے بند میں حضرت امام حسینؓ کے جام شہادت نوش کرنے کا بیان کیا گیا ہے۔ آپ کا سر مبارک تن سے جدا ہوا۔ آپ نے خدا کی راہ میں اپنی جان عزیز قربان کر دی۔ حق کے لیے جان عزیز کی قربانی دے کر آپ شہیدوں کے شہنشاہ ہو گئے۔ یہ واقعہ عصر کے وقت پیش آیا۔ امام عالی مقام اپنی ہمشیرہ حضرت زینبؓ سے جدا ہوئے اور غروب آفتاب تک حضرت امام حسینؓ کے عزیز و اقارب بھی شہید ہو گئے۔

تیسرے بند میں دبیرؔ نے مقتل کی عکاسی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب خواتین کو پتہ چلا کہ حضرت امام حسینؓ شہید ہو گئے ہیں۔ ان کے ساتھ حضرت عباسؓ، حضرت علی اکبر، حضرت اصغر وغیرہ بھی شہید ہو چکے ہیں تو وہ مقتل میں آ گئیں اور روتے ہوئے زمین پر گر پڑیں۔ ان کے معصوم بچے بھی ان کی گودوں میں بے ہوش ہو گئے۔ جب حضرت زین العابدینؓ کو پتہ چلا تو وہ بھی کانپ اٹھے اور زمین پر گر پڑے۔ وہ بیمار تھے اور بستر سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ انہیں عابد بیمار کہا جاتا ہے۔ جب سارے اہل بیت غش کھا کر گر پڑے تو انہیں اٹھانے والا کوئی نہیں تھا۔ ایسے میں قاتلِ حسین شمر انہیں زنجیر پہنانے کے لیے آیا۔

دبیرؔ نے چوتھے بند میں حضرت زین العابدینؓ کی حالت زار بیان کی ہے۔ ان کی کمزوری بے حد و بے حساب تھی۔ انہوں نے زنجیروں کو دیکھ کر کہا کیا یہی ان کے درد و کرب کا علاج ہے۔ وہ کہنے لگے کہ وہ بیمار ہیں، پیاسے ہیں اور حضرت امام کے خانوادے سے ہیں خود امام ہیں لیکن ان کی کسی نے ایک نہ سنی۔

دبیرؔ نے پانچویں بند میں لکھا ہے کہ حضرت زین العابدینؓ ظالموں سے پوچھنے لگے کہ آخر ان کی کیا غلطی ہے؟ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں کیوں ڈالی جا رہی ہیں۔ کاش کہ ان کے ہاتھ بھی حضرت عباسؓ کی طرح کٹے ہوتے۔ چھ ماہ کے شیر خوار حضرت اصغر کی طرح ان کا حلق بھی زخمی ہوتا تو اچھا تھا لیکن ایسا لگتا ہے کہ میرا حلق طوق و زنجیر کے لیے بنایا گیا۔

دبیرؔ نے چھٹے بند میں لکھا ہے کہ ظالم یزیدی فوجوں نے تلوار کھینچ کر کہا کہ اے کمزور و بیمار! تجھے یہ طوق و زنجیر پہننا ہوگا۔ یہ ہتھکڑیاں، بیڑیاں اور طوق کے زیور پہنا کر تجھے کربلا سے شام تک یوں ہی لے جائیں گے۔

SCERT TELANGANA

شاعر کا تعارف

مرزا سلامت علی دبیرؔ ۲۹ / اگست ۱۸۰۳ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مرزا غلام حسین تھا۔ ابتدائی تعلیم لکھنو میں ہوئی۔ دبیر بارہ سال کی عمر سے ہی شعر گوئی کی طرف مائل ہوئے اور میر ضمیر سے اپنے کلام پر اصلاح لینے لگے۔ دبیر شوکت لفظی کے ماہر تھے۔ دبیر کے مرثیوں میں سراپا اور رزم کا پہلو نمایاں ہے۔ دبیر نے مختلف مرثیوں میں سراپا مختلف انداز سے لکھا ہے۔ اس طرح کہ شخصیت کا نقش ذہن پر مرتسم ہو جاتا ہے۔ میر انیسؔ کی طرح دبیرؔ کو مرثیہ نگاری میں اہم مقام حاصل ہے۔ دبیرؔ نے مرثیہ کے علاوہ رباعیات، سلام وغیرہ بھی کہے ہیں۔ دبیر کا انتقال ۱۸۷۵ء میں لکھنو میں ہوا۔

یہ کیجیے

I سمجھنا۔ اظہار خیال کرنا

A اپنے الفاظ میں بولیے۔

1۔ دسویں محرم سے متعلق کوئی مشہور واقعہ بیان کیجیے۔

2۔ حق کی سربلندی کے لیے انسان کو باطل کے آگے استقلال کے ساتھ ڈٹ جانا چاہیے۔ کیسے؟ تبصرہ کیجیے۔

B۔ پڑھیے۔ سمجھ کر بولیے۔

(الف) مرثیے میں شاعر نے کن کن قافیوں کو استعمال کیا ہے ان کی فہرست بنائیے۔

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ عابد بیمار نے کس سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں امام ہوں؟

2۔ عابد بیمار کے ہاتھوں میں کیا پہنایا گیا؟

3۔ یہ کس نے کہا کہ بابا قتل ہو گئے اور میں زندہ ہوں؟

4۔ کس نے کس سے کہا کہ کیا یہ میرے درد کی دوا ہے؟

5۔ کون تشنہ کام و تلخ کام تھے؟

(ج) ذیل کے مضمون کو پڑھیے اور دیے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

یونان کے شہر ایتھنز کے فلسفی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے نوجوانوں کو سچائی، خیر اور حسن کے بارے میں تلقین کی۔ سچائی سے مراد یہ ہے کہ جھوٹ سے بچنا چاہیے اور حق کی حمایت کرنا چاہیے۔ خیر سے مراد یہ ہے کہ خلق خدا کے ساتھ رحم اور انسانیت کا سلوک کیا جائے۔ حسن سے مراد یہ ہے کہ سچائی ہی دنیا کی آخری خوبصورت شئے ہے۔ اس سے زیادہ دلکشی اور کشش

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

کسی شئے میں نہیں ہے۔سقراط بازاروں میں ٹھہر کر گھنٹوں ان موضوعات پر روشنی ڈالتا اور لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتا کہ وہ حقیقی معنوں میں کیا ہیں؟

حکومت وقت کو اسکی تعلیمات شاق گزرنے لگیں۔انہوں نے اس پر غداری کا مقدمہ دائر کر دیا۔مقدمہ چلنے لگا۔ سقراط کو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا۔اسے معافی مانگنے کے لیے کہا گیا۔اور جب اس نے انکار کر دیا تو اسے سزائے موت دی گئی۔اسے مرنے کے لیے زہر کا پیالہ پیش کیا گیا۔جسے اس نے خوشی سے پی لیا۔لیکن سرنگوں نہ ہوا۔اس وقت کے بادشاہ اپنے کو خدا کے برابر سمجھتے تھے۔اورعوام خوف کے مارے ایسے ظالم بادشاہوں کے سامنے جھک جاتے تےلیکن سقراط ایسا فلسفی تھا جو''سچ'' جانتا تھا۔اوراس سچ کی تشہیر نے اسے زہر کا پیالہ پینے پر مجبور کر دیا۔

1۔ سقراط کون تھا؟

2۔ سقراط نے کس بات کی تلقین کی؟

3۔ حکومت سقراط کے خلاف کیوں ہوگئی؟

4۔ کیا سقراط نے ظالم حکومت کے آگے جھکنا منظور کیا؟ کیوں؟

5۔ سقراط نے زہر کا پیالہ کیوں پی لیا؟

6۔ اس واقعہ سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

(د) دیے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ دبیر کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

2۔ دبیر کے مرثیوں کی کیا خصوصیات ہوتی ہیں؟

3۔ زنجیر وطوق دیکھ کر حضرت عابدؓ نے کیا کہا؟

4۔ یزید کی فوج کے سالاروں نے حضرت عابدؓ سے کیا کہا؟

5۔ اس مرثیہ میں امام عالی مقام کے جن عزیز و اقارب کے نام آئے ہیں ان کی نشاندہی کیجیے؟

6۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد خیموں میں کیا ردعمل تھا؟

II۔اظہار مافی الضمیر۔تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1۔ حضرت امام حسینؓ کون تھے؟ اور انہیں کربلا میں اپنی جان کی قربانی کیوں دینی پڑی؟

2۔ شاعر نے حضرت امام حسینؓ کو اس مرثیہ میں فخر ذبیح اور فدیہ سبحان سے کیوں موسوم کیا؟

SCERT TELANGANA

3۔ ''مقتل کے سامنے حرم آ آ کے گر پڑے''اس مصرعے کی وضاحت کیجیے۔

4۔ اس مرثیہ سے ہمیں کیا نصیحت ملتی ہے؟

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب تفصیل سے لکھیے۔

1۔ اس مرثیہ کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

2۔ کربلا کا معرکہ حق و باطل کا معرکہ تھا؟ وضاحت کیجیے۔

(ج) تخلیقی انداز میں تحریر کیجیے

1۔ اس مرثیہ کی روشنی میں عابد بیمار اور یزیدی فوجوں کے درمیان جو بات چیت ہوئی اسے مکالمے کی شکل میں تحریر کیجیے۔

یا

حق اور سچائی کے لیے جدوجہد کرنے والوں کے بارے میں ایک مضمون لکھیے۔

(د) توصیفی انداز میں لکھیے

1۔ اس مرثیہ کو جماعت میں جذبات، چہرے کے تاثرات، آواز کے اتار چڑھاؤ، توقف کا لحاظ کرتے ہوئے بہتر انداز میں کس نے پڑھا؟ آپ اس کی توصیف کس طرح کریں گے؟ لکھیے

III۔زبان شناسی

لفظیات

(الف) صحیح جواب منتخب کر کے قوسین میں درج کیجیے۔

1۔ کربلا کے میدان میں خیمے سے باہر نکلے۔ (   )

(الف) اولیاء (ب) سادات (ج) خواتین

2۔ خدا کی راہ میں کون قربان ہوئے؟ (   )

(الف) سپاہی (ب) حضرت حسینؓ (ج) مہمان

3۔ زنجیر کس لیے لائی گئی؟ (   )

(الف) مارنے کے لیے (ب) پہنانے کے لیے (ج) دکھانے کے لیے

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

4۔ عابد بیمار تھرا کے کیوں گر پڑے۔ (   )

(الف) وفورِ ضعف سے (ب) تشنگی سے (ج) غم سے

5۔ کس نے اپنی خطا پوچھی؟ (   )

(الف) عابدِ بیمارؓ (ب) حضرت عباسؓ (ج) حضرت حسینؓ

(ب) ذیل کے الفاظ کے معنی لکھیے۔

مختار - نابکار - سادات - یزداں - مقتل - تشنہ کام - نحیف - رسن - ساربان

قواعد

اس شعر پر غور کیجیے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف ہے چرخِ کہن کانپ رہا ہے

یہاں پر شیر سے مراد حضرت عباسؓ ہیں یہاں شیر حقیقی معنوں میں نہیں بلکہ مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

استعارہ: استعارہ کے لغوی معنیٰ مستعار (اُدھار) لینے کے ہیں مگر اصطلاحِ شعر میں لفظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا علاقہ حرفِ تشبیہ کے بغیر ہو۔ جیسے : زید شیر ہے۔

مشق۔I

مرثیہ کے اس شعر کی نشاندہی کر کے لکھیے جس میں استعارہ استعمال ہوا ہے۔

منصوبہ کام

1۔ میر انیسؔ اور دیگر شعراء کے لکھے ہوئے مرثیے پڑھیے اور ان میں سے کوئی ایسا مرثیہ جو آپ کو بہت زیادہ متاثر کرتا ہو اسے کمرہ جماعت میں پڑھ کر سنائیے۔

SCERT TELANGANA

10. جھینگر کا جنازہ

خواجہ حسن نظامی

پڑھیے، سوچیے اور جواب دیجیے۔

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا ایک گلہری سے
تجھے ہو شرم تو پانی میں جاکے ڈوب مرے
ذرا سی چیز ہے اس پر غرور کیا کہنا
یہ عقل اور یہ سمجھ یہ شعور کیا کہنا
کہا یہ سن کے گلہری نے منہ سنبھال ذرا
یہ کچی باتیں ہیں دل سے انہیں نکال ذرا
قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں
تری بڑائی ہے خوبی ہے اور کیا تجھ میں
جو تو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دکھا مجھ کو
یہ چھالیہ ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھ کو
نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ اس نظم میں گفتگو کس کے درمیان ہو رہی ہے؟
2۔ پہاڑ نے گلہری سے کیا کہا؟
3۔ گلہری نے پہاڑ کو کیا جواب دیا؟
4۔ اس نظم سے ہم کو کیا سبق ملتا ہے؟

مرکزی خیال

اس سبق کے مصنف خواجہ حسن نظامی نے جھینگر اور آدمی کے مکالمے کے ذریعے طنزیہ انداز میں ایسے تعلیم یافتہ لوگوں پر چوٹ کی ہے جو بڑی بڑی ڈگریاں تو حاصل کر لیتے ہیں مگر قابلیت سے وہ محروم ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مصنف نے یہ درس بھی دینے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کوئی بھی شئے بیکار نہیں پیدا فرمائی ہے۔

ماخذ : یہ انشائیہ خواجہ حسن نظامی کی تصنیف ''سی پارہ دل'' سے ماخوذ ہے۔

طلبا کے لیے ہدایت

- سبق کی تصویریں دیکھئے اور ان کے بارے میں اظہار خیال کیجیے۔
- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

میری سب کتابوں کو چاٹ گیا۔ بڑا موذی تھا۔ خدا نے پردہ ڈھک لیا۔ افوہ! جب اسکی لمبی لمبی مونچھوں کا خیال کرتا ہوں، جو وہ مجھ کو دکھا کر ہلایا کرتا تھا تو آج اس کی لاش دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ اس جھینگر کی داستان ہرگز نہ کہتا، اگر دل سے عہد نہ کیا ہوتا کہ دنیا میں جتنے حقیر و ذلیل مشہور ہیں، میں ان کو چاند لگا کر چمکاؤں گا۔

ایک دن اس مرحوم کو میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عربی کی "فتوحات مکیہ" کی ایک جلد میں چھپا بیٹھا ہے۔ میں نے کہا کیوں رے شریر! تو یہاں کیوں آیا؟ اچھل کر بولا ذرا اس کا مطالعہ کرتا تھا۔

سبحان اللہ! بھائی کیا خاک مطالعہ کرتے تھے۔ بھائی یہ تو ہم انسانوں کا حصہ ہے۔ بولا، قرآن نے گدھے کی مثال دی ہے کہ لوگ کتابیں پڑھ لیتے ہیں مگر نہ ان کو سمجھتے ہیں نہ ان پر عمل کرتے ہیں، لہٰذا وہ بوجھ اٹھانے والے گدھے ہیں جن پر علم و فضل کی کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔

مگر میں نے اس مثال کی تقلید نہیں کی۔ خدا مثال دینی جانتا ہے تو بندہ بھی اس کی دی ہوئی بلاغت سے ایک نئی مثال پیدا کرسکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان مثل ایک جھینگر کے ہیں جو کتابیں چاٹ لیتے ہیں۔ سمجھتے بوجھتے خاک نہیں۔

یہ جتنی یونیورسٹیاں ہیں سب میں یہی ہوتا ہے۔ ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس نے علم کو علم سمجھ کر پڑھا ہو۔

جھینگر کی یہ بات سن کر مجھ کو غصّہ آیا اور میں نے زور سے کتاب پر ہاتھ مارا۔ جھینگر پھدک کر دوسری کتاب پر جا بیٹھا اور قہقہہ مار کر کہنے لگا۔ واہ خفا ہوگئے، بگڑ گئے، لاجواب ہو کر لوگ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

لیاقت تو یہ تھی کہ کچھ جواب دیتے۔ لگے ناراض ہونے اور دھتکارنے۔

ہائے کل تو یہ تماشا دیکھا تھا۔ آج غسل خانہ میں وضو کرنے گیا تو دیکھا بے چارے جھینگر کی لاش کالی چیونٹیوں کے ہاتھوں پر رکھی ہے اور وہ اس کو دیوار پر کھینچے لیے جاتی تھیں۔

جمعہ کا وقت قریب تھا۔ خطبہ کی اذان پکاری جارہی تھی۔ دل نے کہا، جمعہ تو ہزاروں آئیں گے۔ خدا سلامتی دے، نماز پڑھ لینا۔ اس جھینگر کے جنازے کو کندھا دینا ضروری ہے۔ یہ موقع بار بار نہیں آتے۔

بیچارہ غریب تھا، خلوت نشین تھا، خلقت میں حقیر و ذلیل تھا، مکروہ تھا، غلیظ سمجھا جاتا تھا۔ اسی کا ساتھ نہ دیا تو امریکہ کے کروڑ پتی راک فیلر کے شریک ماتم ہوگئے۔

SCERT TELANGANA

اگرچہ اس جھینگر نے ستایا تھا، جی دکھایا تھا لیکن حدیث میں آیا ہے کہ مرنے کے بعد لوگوں کا اچھے الفاظ میں ذکر کیا کرو۔ اس واسطے میں کہتا ہوں۔

خدا بخشے بہت سی خوبیوں کا جانور تھا۔ ہمیشہ دنیا کے جھگڑوں سے الگ کونے میں، کسی سوراخ میں، بوریے کے نیچے، آبخورے کے اندر چھپا بیٹھا رہتا تھا۔

نہ بچھو کا سا زہریلا ڈنک تھا، نہ سانپ کا ڈسنے والا پھن، نہ کچّے کی سی شریر چونچ تھی، نہ بلبل کی مانند پھولوں کی عشق بازی۔ شام کے وقت عبادتِ رب کے لیے ایک مسلسل بین بجاتا تھا اور کہتا تھا کہ غافلوں کے لیے صور ہے اور عاقلوں کے لیے جلوۂ طور۔

ہائے آج غریب مرگیا۔۔ جی سے گذر گیا۔ اب کون جھینگر کہلائے گا۔ اب ایسا مونچھوں والا کہاں دیکھنے میں آئے گا۔ ولیم میدان جنگ میں ہے ورنہ اس کو دو گھڑی پاس بیٹھا کر جی بہلاتے کہ میری مٹی کی نشانی ایک یہی بے چارہ دنیا میں باقی رہ گیا ہے۔

ہاں تو ''جھینگر کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے'' چیونٹیاں تو اس کو اپنے پیٹ کی قبر میں دفن کردیں گی۔ خیر تو مرثیہ کے دو لفظ کہہ کر مرحوم سے رخصت ہونا چاہیے۔

جھینگر کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے
قیصر کا پیارا ہے اسے توپ پہ کھینچو

اے پروفیسر، اے فلاسفر، اے متوکل درویش، اے نغمۂ ربانی گانے والے قوال! ہم تیرے غم میں نڈھال ہیں اور توپ کی گاڑی پر تیری لاش اٹھانے اور اپنے بازو پر کالا نشان باندھنے کا ریزولیوشن پاس کرتے ہیں۔ خیر اب تو شکم مور کی قبر میں دفن ہو جا مگر ہم ریزولیوشن میں تجھے یاد رکھیں گے۔

صنف کی تعریف

انشائیہ کے معنی ہیں ''ایسی تحریر جو ذہنی اپج کو گرفت میں لاتی ہو۔'' یہ نثر کی ایک خاص صنف ہے جس میں نفس مضمون کا بیان تخلیقی طور پر ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی ادبی چاشنی بھی برقرار رہتی ہے۔

انشائیہ کسی بھی موضوع پر لکھا جا سکتا ہے مزاح اس کا خاص جوہر ہے اور دلکشی مصنف کی آزاد خیالی اور بات سے بات پیدا کرنے کی صلاحیت میں پوشیدہ ہوتی ہے۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے-19-2018
SCERT TELANGANA

مصنف کا تعارف

خواجہ حسن نظامی 1878ء میں دلّی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم عربی اور فارسی میں حاصل کی۔ بچپن میں والدین کے انتقال کے بعد انکے بڑے بھائی نے پرورش کی۔ خواجہ حسن نظامی کو عبدالحلیم شرر کے ناول پڑھ کر انشاپردازی کا چسکا لگا۔

خواجہ حسن نظامی اردو ادب کے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی سوانح عمری ''آپ بیتی حسن نظامی'' کے نام سے لکھ کر اردو ادب میں ایک نئی صنف کا اضافہ کیا۔

انکی تحریروں میں درد و تاثیر کے ساتھ ندرت اور بیان میں سوز و گداز کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ انکی مشہور کتابیں ''سی پارہ دل'' 'غدر کے افسانے' اور 'دہلی کا روزنامچہ' ہیں۔ خواجہ حسن نظامی نے ایسی چیزوں کو اپنے مضامین کا موضوع بنایا ہے جو بظاہر ہماری زندگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ لیکن ان ہی بے حیثیت چیزوں کو اپنا موضوع بنا کر حسن نظامی نے بڑے نصیحت آمیز انشائیے تحریر کیے ہیں۔

SCERT TELANGANA

یہ کیجیے

I۔ سمجھنا۔ اظہار خیال کرنا

A۔ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

1۔ مصنف نے جھینگر کو متوکل درویش کیوں کہا ہے؟

2۔ مرنے کے بعد لوگوں کا اچھے الفاظ میں کیوں ذکر کیا جاتا ہے؟ تبصرہ کیجیے۔

B۔ پڑھیے۔ سمجھ کر بولیے۔

(الف) ذیل کے محاوروں اور الفاظ کی سبق میں نشاندہی کیجیے۔

1۔ کتابیں چاٹنا	2۔ خلوت نشین ہونا	3۔ بین بجانا	4۔ کندھا دینا
5۔ جی دکھانا	6۔ خدا بخشے	7۔ آبخورہ	8۔ متوکل درویش
9۔ شکم مور	10۔ ریزولیوشن		

(ب) ذیل کے جملوں کو پڑھیے اور ردعمل کا اظہار کیجیے۔

1۔ ''بھائی کیا خاک مطالعہ کرتے تھے۔ بھائی! یہ تو ہم انسانوں کا حصہ ہے'' یہ جملہ کس نے کس سے کہا۔

2۔ ''وہ بوجھ اٹھانے والے گدھے ہیں جن پر علم و فضل کی کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔'' اس جملے کا مطلب بیان کیجیے۔

3۔ ''اپنے بازو پر کالا نشان باندھنے کا ریزولیوشن پاس کرتے ہیں۔'' اس جملے کا مطلب ذیل کے جملوں میں شناخت کیجیے۔

(الف) خوشی ومسرت کا اظہار کرنا (ب) غم وغصہ کا اظہار کرنا (ج) شوق وجستجو کا اظہار کرنا

4۔ سبق میں اس پیراگراف کی نشاندہی کیجیے جس کا مطلب اس شعر سے قریب ہو۔

تعلیم سے جاہل کی جہالت نہ گئی
نادان کو الٹا بھی تو نادان رہا

(ج) ذیل کی عبارت کو پڑھیے اور دیے گئے سوالوں کے صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے۔

دنیا میں عزت ومرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے یہ کسی شخص کو دولت، شہرت، طاقت اور حکمت کی بنیاد پر حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے عقل مند لوگ عزت ومرتبہ کو اللہ کی نعمت سمجھتے ہوئے مزید عجز وانکساری کا اظہار کرتے ہیں۔ البتہ جاہل اور کم عقل لوگوں کو عزت ومرتبہ ملتا ہے تو وہ اسے اپنی ذاتی کامیابی اور قابلیت سمجھتے ہیں اور خدا کی حمد وثنا کرنے اور اس کا شکر بجا لانے کے بجائے اپنی بڑائی کرنے لگتے ہیں۔ ان کی حالت ایسی ہی ہے جیسے خالی برتن کو بجانے پر وہ زیادہ آواز کرتے ہیں۔

1۔ عزت ومرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

(الف) دولت سے (ب) طاقت سے (ج) اللہ کی طرف سے

2۔ عقل مند لوگ عزت ومرتبے حاصل ہونے پر کیا کرتے ہیں؟

(الف) عجز وانکساری کو اختیار کرتے ہیں (ب) اپنی بڑائی کرتے ہیں (ج) خوب دولت حاصل کرتے ہیں

3۔ اپنی ثناخوانی کون کرتے ہیں؟

(الف) عقل مند (ب) جاہل (ج) بہادر

4۔ 'جو ظرف کہ خالی ہو صدا دیتا ہے' کی مثال کس پر صادق آتی ہے؟

(الف) عقل مند لوگ (ب) کم عقل لوگ (ج) قابل لوگ

(د) ذیل کے سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ خواجہ حسن نظامی کو انشاء پردازی کا چسکا کیسے لگا؟

2۔ خواجہ حسن نظامی کے مضامین کیسے ہوتے ہیں؟

3۔ جھینگر کے قہقہے میں کیا طنز پوشیدہ ہے؟

4۔ مصنف نے نماز جمعہ میں شریک ہونے کے بجائے جھینگر کے جنازے میں شرکت کیوں ضروری سمجھی؟

5۔ جھینگر نے انسان کو اپنے مثل کیوں قرار دیا؟

6۔ جھینگر کی موت پر مصنف نے کن الفاظ میں افسوس کا اظہار کیا ہے؟

SCERT TELANGANA

II۔ اظہارِ مافی الضمیر۔ تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1۔ مصنف کی خوشی کی وجہ کیا ہے؟

2۔ مصنف یہ مضمون لکھنے پر کیوں مجبور ہوا؟

3۔ اس سبق میں کونسے جانداروں کا ذکر کیا گیا ہے انکی فطرت کیا ہے؟

4۔ جھینگر نے 'فتوحاتِ مکیہ' میں بیٹھنے کی وجہ کیا بتائی؟

5۔ مصنف اس شعر کے ذریعے کیا پیغام دینا چاہتا ہے؟

جھینگر کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے
قیصر کا پیارا ہے اسے توپ پہ کھینچو

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب تفصیل سے لکھیے۔

1۔ اس سبق میں مصنف نے جھینگر کے روزمرہ کی زندگی کو کس طرح بیان کیا ہے اپنے الفاظ میں لکھیے۔

2۔ جھینگر کا انسان کو اپنے سے حقیر سمجھنے کی وجہ کیا ہے؟ وضاحت کیجیے۔

3۔ ''شام کے وقت عبادتِ رب کے لیے ایک مسلسل بین بجاتا تھا اور کہتا تھا کہ غافلوں کے لیے صور ہے اور عاقلوں کے لیے جلوۂ طور'' اس کا مطلب اپنے الفاظ میں لکھیے۔

(ج) ذیل کے بارے میں تخلیقی انداز میں لکھیے۔

1. شفاء اور شاداں نے گھر میں دیکھا کہ چیونٹیاں قطار در قطار دانوں کو لیکر جارہی ہیں۔ یہ دیکھ کر دونوں نے کچھ گفتگو کی۔ ان لڑکیوں نے کیا گفتگو کی ہوگی اپنے الفاظ میں لکھیے۔

(د) توصیفی انداز میں لکھیے۔

آپ کے گاؤں یا محلّہ کا ایک لڑکا بہت با اخلاق اور باعمل ہے۔ وہ اچھی باتوں پر خود عمل کرتا ہے اور دوسروں کو اچھے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کی ستائش کرتے ہوئے دس سطریں لکھیے۔

لفظیات

III زبان شناسی

1۔ اس سبق میں چند مرکب الفاظ استعمال ہوئے ہیں تلاش کر کے فہرست تیار کیجیے اور انہیں جملوں میں استعمال کیجیے۔

جیسے خلوت نشین جملہ: اللہ کے برگزیدہ بندے خلوت نشین ہو کر عبادت کرتے ہیں۔

SCERT TELANGANA

2۔ ذیل کی عبارت میں جو خط کشیدہ الفاظ ہیں اس کے مترادفات سبق میں موجود ہیں تلاش کر کے لکھیے۔

راشد اور حبیب دونوں ایک جنگل سے اللہ کے تخلیق کردہ مختلف جانوروں اور چرند اور پرند کو دیکھتے ہوئے گزر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان میں بہت سارے تکلیف دینے والے جانور بھی موجود ہیں۔ اسی دوران ان لوگوں کی نظر دور ایک جھونپڑی پر پڑی۔ وہ لوگ وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں ایک اللہ والے بزرگ اپنی مترنم آواز میں اللہ کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حبیب نے کہا میرے دادا (اللہ ان پر رحم فرمائے) بھی ایسے ہی تنہائی پسند تھے۔ ہم کو بھی ان کی اتباع کرنا چاہیے۔ پھر دونوں نے بزرگ کے پاس رکھی ہوئی صراحی سے پانی پیا اور واپس روانہ ہو گئے۔

قواعد

ہدایت: پچھلے اسباق میں آپ نے جمع بنانے کے کئی طریقے پڑھے اور سمجھے ہیں۔ مزید چند آسان طریقے دیے جا رہے ہیں قاعدہ ذہن نشین کیجیے اور مشق کیجیے۔

- چند الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کے شروع میں 'م' ہوتا ہے۔ ان الفاظ کی جمع بنانے کے لیے 'م' کے ایک اور حرف کے بعد 'ا' کا اضافہ کریں۔

جیسے مسجد کی جمع مساجد مسجد کی م۔س کے بعد 'ا' کا اضافہ کیا گیا۔

مشق:-

واحد	منظر	مکتب	مقصد	مسکن	مرکز	مشغلہ	مصرف	مذہب	مدرسہ	مرحلہ
جمع										

- چند الفاظ ایسے ہوتے ہیں جس کے آخر میں 'ت' آتا ہے۔ اسکی جمع بنانے کے لیے آخر میں 'یں' کا اضافہ کریں۔

جیسے عورت کی جمع عورت+یں=عورتیں

مشق:-

واحد	نصیحت	نزاکت	شفقت	صورت	خدمت	شکایت	دعوت	رحمت	جماعت	شرارت
جمع										

- چند الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کے آخر میں ''ات'' کا اضافہ کریں تو انکی جمع بن جاتی ہے۔

جیسے۔ 'معمول' کی جمع 'معمولات'

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے-2018-19

مشق:۔

واحد	خیال	جواب	جنگل	باغ	امتحان	عنوان	عادت	انعام	مکان	تعمیر
جمع										

♦ جن الفاظ کے آخر میں 'ی' ہو تو ایسے الفاظ کی جمع کے لیے ''اں'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

جیسے اشرفی+اں=اشرفیاں

مشق:۔

واحد	نوکری	مچھلی	خوشی	سردی	سبزی	زندگی	بستی	کاپی	کشتی	بکری
جمع										

♦ چند الفاظ ایسے ہوتے ہیں جسکے آخر میں ''ا'' اور ''ء'' کا اضافہ کرکے اسکی جمع بناتے ہیں اور اگر لفظ کے آخری حرف سے پہلے ''ی'' ہو تو اسکی حذف کردیا جاتا ہے۔ جیسے۔ غریب میں ''ی'' کو حذف کرنے کے بعد غرب ہوا۔ اب اس میں ''اء'' کا اضافہ کیجیے۔

غرب+اء=غرباء

مشق:۔

واحد	امیر	شریف	فقیر	خلیفہ	شاعر	شریک	عالم	وزیر	ادیب	رئیس
جمع										

مشق:۔ ان الفاظ کی جمع بنائیے۔

واحد	گرمی	جنگل	کاپی	مقصد	ادیب	عنوان	مرکز	مذہب	عالم	تعمیر
جمع										
واحد	فقیر	رحمت	تفصیل	خیال	مشغلہ	شریک	امتحان	اشرفی	مصرف	نزاکت
جمع										

منصوبہ کام

1. خواجہ حسن نظامی کے مضامین کا مجموعہ ''سہ پارہ دل'' ہے۔ مدرسہ کی لائبریری سے لے کر اسکا مطالعہ کریں۔ ان میں سے جو مضامین آپ کو بہت پسند آئیں ان کے اہم نکات کو اپنی ڈائری میں درج کریں اور کمرہ جماعت میں سنائیں۔

SCERT TELANGANA

11. شامِ رنگین

حفیظ جالندھری

پڑھیے، سوچیے اور جواب دیجیے۔

جھٹپٹے وقت کا ہے سناٹا
ابر چھایا ہوا ہے ہلکا سا
کس تکلف سے چل رہی ہے ہوا
جیسے کوئل کی وادیوں میں صدا
دھیمی دھیمی ہواؤں کا ہے اثر
گھاس کے نرم نرم ریشوں پر
نور ظلمت پر ہو رہا ہے فدا
کیا سلونی ہے جھٹپٹے کی فضا

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ وادی میں کوئل کی صدا سے کس کو تشبیہ دی گئی ہے؟
2۔ گھاس کے نرم نرم ریشوں پر کس کا اثر نظر آ رہا ہے؟
3۔ نور ظلمت پر فدا ہونے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
4۔ اس بند میں شاعر کس وقت کا منظر بیان کر رہا ہے؟

SCERT TELANGANA

مرکزی خیال

برصغیر کے منفرد لب ولہجہ کے شاعر حفیظ جالندھری نے اس نظم میں ڈھلتی شام سے قبل کے مناظر کو بہت ہی خوشنما انداز میں پیش کیا ہے۔

ماخذ

اس نظم کو حفیظ جالندھری کے مجموعہ کلام نغمہ زار سے لیا گیا ہے

طلبا کے لیے ہدایت

- سبق کی تصویر دیکھئے اور اس کے بارے اظہار خیال کیجیے۔
- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

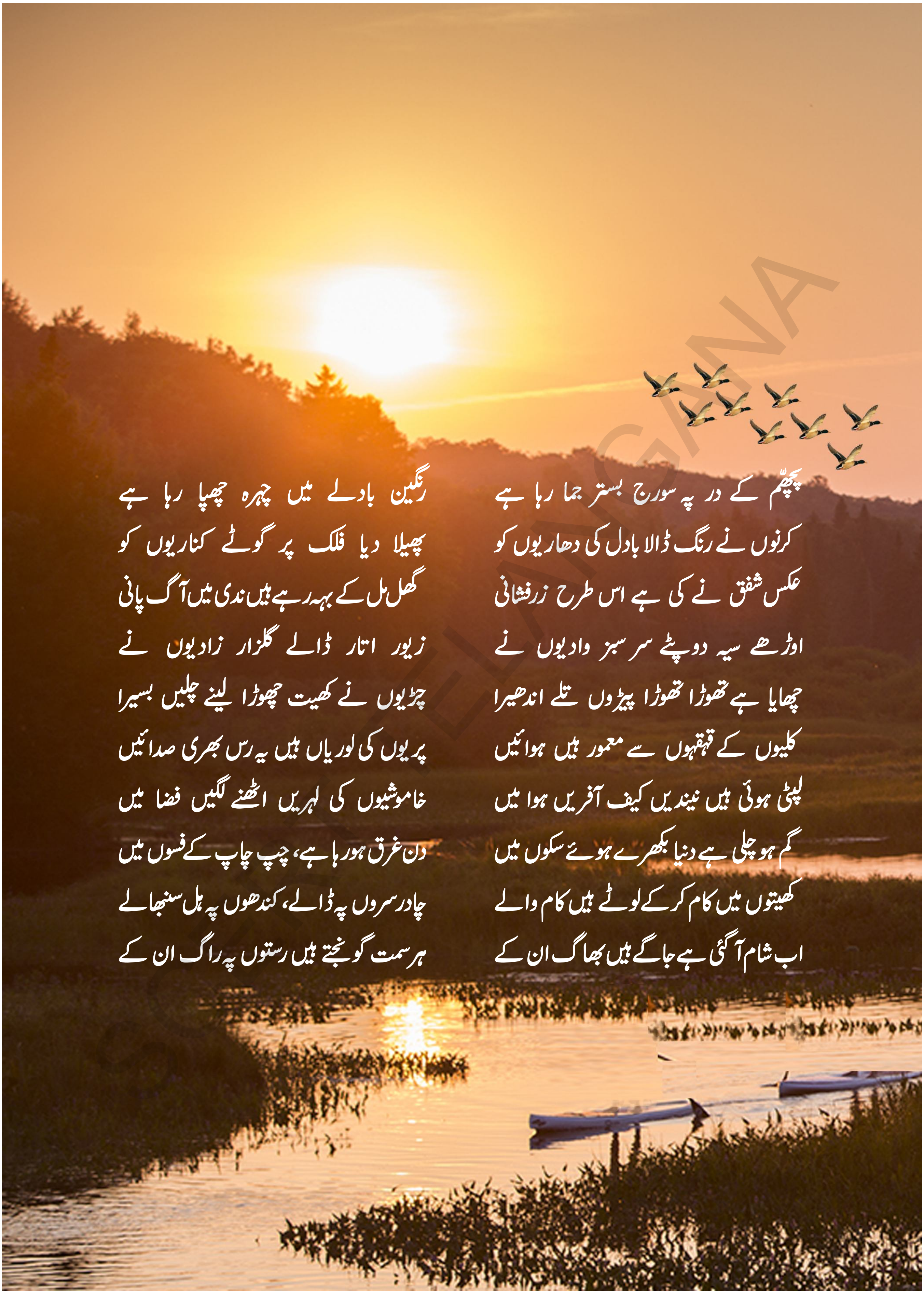

پچھّم کے در پہ سورج بستر جما رہا ہے
رنگین بادلے میں چہرہ چھپا رہا ہے

کرنوں نے رنگ ڈالا بادل کی دھاریوں کو
پھیلا دیا فلک پر گوٹے کناریوں کو

عکس شفق نے کی ہے اس طرح زرفشانی
گھل مل کے بہہ رہے ہیں ندی میں آگ پانی

اوڑھے سیہ دوپٹے سرسبز وادیوں نے
زیور اتار ڈالے گلزار زادیوں نے

چھایا ہے تھوڑا تھوڑا پیڑوں تلے اندھیرا
چڑیوں نے کھیت چھوڑا لینے چلیں بسیرا

کلیوں کے قہقہوں سے معمور ہیں ہوائیں
پریوں کی لوریاں ہیں یہ رس بھری صدائیں

لپٹی ہوئی ہیں نیندیں کیف آفریں ہوا میں
خاموشیوں کی لہریں اٹھنے لگیں فضا میں

گم ہو چلی ہے دنیا بکھرے ہوئے سکوں میں
دن غرق ہو رہا ہے، چپ چاپ کے فسوں میں

کھیتوں میں کام کرکے لوٹے ہیں کام والے
چادر سروں پہ ڈالے، کندھوں پہ ہل سنبھالے

اب شام آگئی ہے جاگے ہیں بھاگ ان کے
ہر سمت گونجتے ہیں رستوں پہ راگ ان کے

شاعر کا تعارف

حفیظ جالندھری کا پورا نام حفیظ الدین تھا۔ 1900ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شمس الدین تھا وہ حافظ قران تھے۔ حفیظ نے زیادہ تعلیم حاصل نہیں کی۔ وہ ایک فطری شاعر تھے۔ انہوں نے اپنی ریاضت سے شاعری میں کمال پیدا کیا۔ روانی اور ترنم کے علاوہ انکے کلام کی خصوصیت نرم اور شیریں الفاظ کا استعمال بھی ہے۔ ان کا ایک اہم شعری کارنامہ ''شاہ نامہ اسلام'' ہے جس میں انہوں نے اسلام کی منظوم تاریخ قلمبند کی اور اسلام کی عظمت کو پیش کیا ہے۔ شاہ نامہ اسلام کے علاوہ ان کے کلام کے دو مجموعے ''نغمہ زار'' اور ''سوز وساز'' شائع ہوئے۔ حفیظ کا انتقال 1983ء میں ہوا۔

خلاصہ

اس نظم میں حفیظ جالندھری نے غروب آفتاب کا منظر پیش کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ سورج شام کے اندھیرے میں اب اپنے آپ کو چھپا رہا ہے۔ ہر طرف شفق کی لالی بکھری ہوئی ہے۔ جسکی وجہ سے ایسے لگ رہا ہے کہ ندی میں آگ اور پانی گھل مل کے بہہ رہے ہوں۔

شاعر نے شام کے دھندلکے کو سیاہ دوپٹے سے تشبیہ دی ہے۔ اور کہتا ہے کہ سرسبز وادیاں اندھیرا چھا جانے سے ایسا منظر پیش کر رہی ہیں گویا انہوں نے سیاہ دوپٹے اوڑھ لیے ہیں۔ چڑیاں کھیت کھلیانوں کو چھوڑ کر اپنے اپنے گھونسلوں کی جانب لوٹ رہی ہیں۔ کلیاں فضاؤں میں خوشبو بکھیر رہی ہیں۔ اور ان کی سرسراہٹ پریوں کی لوریوں کی مانند معلوم ہو رہی ہے۔ کیف آفریں ہوائیں نیند کی طرف مائل کر رہی ہیں۔ کھیتوں میں کام کرنے والے کسان اپنے کاندھوں پر ہل رکھے خوشی کے گیت گاتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہیں۔

اردو شاعری کا ایک موضوع منظر نگاری اور منظر کشی بھی ہے۔ جو کہ فطرت نگاری کا ایک جز ہے۔ مشرقی شعریات میں فطرت کا ایک مخصوص تصور یہ ہے کہ یہ انسان کے تابع ہے اور انسان کے آرام و آسائش کا حصہ ہے۔ شاعر نے شام کو رنگین اسی لیے قرار دیا ہے کہ یہ اہل مشقت کے لیے کیف آفریں سکوں اور نیند کا سبب ہیں۔

I۔ سمجھنا۔ ردعمل کا اظہار کرنا

A۔ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

1۔ کسانوں اور کاشت کاروں کے ساتھ ملک کی خوش حالی جڑی ہوتی ہے' وضاحت کیجیے۔

2۔ شفق کے منظر کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

B۔ پڑھیے۔ سمجھ کر بولیے۔

(الف) حسبِ ذیل عبارتوں کا تعلق کن اشعار سے ہے نشاندہی کیجیے اور لکھیے

1۔ ہر طرف شفق کی لالی بکھری ہوئی ہے جس کی وجہ سے ایسا لگ رہا ہے کہ ندی میں آگ اور پانی گھل مل کر بہہ رہے ہیں۔

2۔ درختوں کے نیچے اندھیرا چھانے لگا ہے اور چڑیاں اپنے گھونسلوں کی جانب لوٹ رہی ہیں۔

3۔ ہوائیں غنچوں کی شگفتگی سے بھری ہوئی ہیں۔ ہوا کی سرسراہٹیں پریوں کے گیتوں کی مانند لگ رہی ہیں۔

(ب) ذیل کے اشعار پڑھ کر دیے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

وہ دیکھو اٹھی کالی کالی گھٹا
ہے چاروں طرف چھانے والی گھٹا

گھٹا کے جو آنے کی آہٹ ہوئی
ہوا میں بھی ایک سنسناہٹ ہوئی

گھٹا آن کر مینہ جو برسا گئی
تو بے جان مٹی میں جان آ گئی

زمین سبزے سے لہلہانے لگی
کسانوں کی محنت ٹھکانے لگی

جڑی بوٹیاں پیڑ آئے نکل
عجب بیل بوٹے عجب پھول پھل

جہاں کل تھا میدان چٹیل پڑا
وہاں آج ہے گھاس کا بن کھڑا

ہزاروں پھدکنے لگے جانور
نکل آئے گویا کہ مٹی کے پر

1۔ ہوا میں سنسناہٹ کی وجہ کیا ہے؟

2۔ بے جان مٹی میں جان آنے کا کیا مطلب ہے؟

3۔ زمین کے لہلہانے اور کسانوں کی محنت ٹھکانے لگنے میں کیا تعلق ہے؟

4۔ جانوروں کے پھدکنے سے کیسا معلوم ہوتا ہے؟

5۔ بارش کی وجہ سے چٹیل میدان کا حال کیا ہوا؟

(ج) ذیل کے سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ حفیظ جالندھری کے کلام کی خصوصیات بیان کیجیے۔

2۔ ''شاہ نامہ اسلام'' کیا ہے؟

3۔ رس بھری صدائیں کیسی لگتی ہیں؟

4۔ ہوائیں کس چیز سے معمور ہیں؟

5۔ سرسبز وادیوں کے سیاہ دوپٹے اوڑھنے کا کیا مطلب ہے؟

6۔ کھیتوں سے کام والے کیسے لوٹ رہے ہیں؟

SCERT TELANGANA

II۔اظہار مافی الضمیر۔تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1۔ پچھّم کے در پہ سورج بستر جمانے کا کیا مطلب ہے؟

2۔ شام ہونے سے کام والوں کے بھاگ کیوں جاگتے ہیں؟

3۔ ندی میں آگ پانی کے گھل مل کے بہنے سے کیا مراد ہے؟

4۔ دن کے غرق ہونے سے کیا مراد ہے؟

5۔ گلزار زادیوں کا زیور اتارنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب تفصیل سے لکھیے۔

1۔ غروب آفتاب کا منظر اپنے الفاظ میں لکھیے۔

2۔ ان اشعار کا مطلب بیان کیجیے۔

گم ہو چلی ہے دنیا بکھرے ہوئے سکوں میں
دن غرق ہو رہا ہے چپ چاپ کے فسوں میں
کرنوں نے رنگ ڈالا بادل کے دھاریوں کو
پھیلا دیا فلک پر گوٹے کناریوں کو

(ج) تخلیقی انداز میں لکھیے۔

اس مصرعے کو مدنظر رکھتے ہوئے مزید ہم وزن مصرعے جوڑیے۔

مصرعہ : پچھّم کے در پہ سورج بستر جما رہا ہے

مثال : مشرق سے دیکھو سورج کیسے نکل رہا ہے

مصرعے : ---------------------

یا

غروب آفتاب کے منظر کی تصویر بنائیے

(د) توصیفی انداز میں لکھیے۔

1. آپ کے علاقے میں (شہر ہو یا گاؤں) شام کے وقت کے مناظر کو دیکھتے ہوئے قدرت کی صناعی کی تعریف کرتے ہوئے اپنے والدین کو خط لکھیے۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018
SCERT TELANGANA

لفظیات

نوٹ: ذیل کے جملوں میں بعض الفاظ اور انکے اضداد استعمال ہوئے ہیں۔ ان کی نشاندہی کیجئے۔ اور ان الفاظ سے متعلق مصرعے نظم سے تلاش کر کے لکھیے۔

1۔ اچھی بارش سے بنجر زمینات بھی سرسبز و شاداب ہوجاتی ہیں۔

مصرعہ ------------------------------------

2۔ کسی میدان میں کھڑے ہو کر دیکھیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ فلک کے کنارے زمین سے مل رہے ہیں۔

مصرعہ ------------------------------------

3۔ ہوم ورک کرنے کے بعد نجمہ بکھری ہوئی کتابوں کو سمیٹ کر رکھ رہی ہے۔

مصرعہ ------------------------------------

4۔ سورج پورب سے طلوع ہوتا ہے اور پچھّم میں غروب ہوتا ہے۔

مصرعہ ------------------------------------

5۔ سیاہ دوپٹے کو خوبصورت اور دلکش بنانے کے لئے سلمیٰ اس پر سفید گوٹے ٹانک رہی ہے۔

مصرعہ ------------------------------------

قواعد

اس شعر پر غور کیجیے۔

آنکھیں دکھلاتی ہیں تماشہ   ارباب غرض کو پتلیوں کا

اس شعر میں لفظ پتلی کے دو معنی لیے جاسکتے ہیں۔ایک پتلی بمعنی آنکھ کی پتلی، دوسرا پتلی بمعنی گڑیا

جب کلام میں ایسے لفظ استعمال کیا جائے جسکے دونوں معنی مراد لیے جاسکتے ہیں۔صنعت ایہام کہلاتا ہے۔

مشق: ۔ اس شعر میں صنعت ایہام کی نشاندہی کیجیے

میکش کو ہوس ایاغ کی ہے   پروانے کو لو چراغ کی ہے

منصوبہ کام

1. مناظر فطرت پر شاعری کرنے والے دیگر شعرا کی شام رنگین جیسی کچھ نظموں کو ان کی کتابوں سے حاصل کیجئے اور دیواری رسالہ پر چسپاں کیجیے۔

SCERT TELANGANA

12. خدا کے نام خط

گریگور یولو پیز فو آنتے

پڑھیے۔ سوچیے اور جواب دیجیے۔

ایک آدمی موسم گرما میں جنگل سے سفر کرتا ہوا جا رہا تھا۔ راستے میں اسے بڑی شدت کی پیاس لگی۔ وہ پانی کی تلاش میں ایک کنویں پر پہنچا۔ قریب ہی ایک ڈول اور رسی پڑی ہوئی تھی۔ جب اس نے ڈول سے پانی حاصل کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ رسی چھوٹی ہے اور پانی اسکی دسترس سے باہر ہے۔ اس نے مزید رسی کے لئے ادھر ادھر تلاش کیا مگر رسی نہ ملی۔ بالآخر وہ تھک کر کنویں کے قریب ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک بکری کنویں کے قریب آئی شاید اسے بھی پیاس لگی تھی۔ اس نے ایک بار کنویں کے اندر جھانکا۔ پھر اس نے اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھایا اور اوپر دیکھنے لگی۔ اور اس وقت مسافر کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر آنے لگا اور یہاں تک کہ بکری نے پانی پیا اور چل دی۔ مسافر حیرت کے عالم سے باہر نکل کر اپنے لئے پانی لینے آگے بڑھا تو اسے مزید تعجب اس بات پر ہوا کہ پانی اپنی سابقہ سطح پر جا چکا تھا۔

مرکزی خیال

اس کہانی میں خدا پر ایک کسان کے پختہ یقین کو اس ڈھنگ سے پیش کیا گیا ہے کہ اس سے باہمی ہمدردی اور انسان دوستی کی تصویر کشی ہو جاتی ہے۔

ماخذ

یہ ایک اسپینی لوک کہانی ہے جو گریگور یولو پیز فو آنتے نے لکھی ہے

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ مسافر پانی کی تلاش میں کہاں پہنچا؟

2۔ پانی حاصل کرنے کے لئے اسے کیا دشواری پیش آئی؟

3۔ بکری کو پانی کس طرح حاصل ہوا؟

4۔ اس کہانی سے آپ کو کیا سبق ملتا ہے؟

طلبا کے لیے ہدایات

- سبق کی تصویریں دیکھیے اور ان کے بارے میں اظہار خیال کیجیے۔
- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

SCERT TELANGANA

اس وادی کا اکلوتا مکان ایک چھوٹی سی چٹان کے اوپر بنا ہوا تھا۔ وہاں کھڑے ہو کر بہتے ہوئے دریا، مٹر اور چنے کے کھیتوں کو بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ یہ کھیت بڑی عمدہ فصل دیتے تھے۔ اور انھیں جس چیز کی بے حد ضرورت تھی وہ بارش تھی۔

لین شو اپنی زمین اور کھیتوں کے چپے چپے سے واقف تھا۔ وہ آج صبح سے بار بار آسمان دیکھے جا رہا تھا۔ اس نے تشویش ناک لہجے میں کہا: ''بی بی! میرا قیاس ہے کہ آج بارش ہوگی۔''

بی بی نے جو اس وقت کھانا تیار کر رہی تھی، یہ سن کر جواب دیا: ''ہاں، آج کسی بھی وقت بارش ہو سکتی ہے، اگر رب چاہے تو۔''

اس وقت بڑی عمر کے لڑکے کھیتوں میں کام کر رہے تھے اور چھوٹے بچے مکان کے نزدیک کھیل رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد بی بی نے انھیں آواز دی: ''آجاؤ، سب آجاؤ، کھانا تیار ہے۔''

جب سب مل کر کھانا کھا رہے تھے تو جیسا کہ لین شو نے قیاس آرائی کی تھی، بارش ہونے لگی۔ بارش کے شفاف قطرے زمین پر برس رہے تھے اور آسمان پر شمال کی جانب سے بادلوں کے پہاڑ چلے آرہے تھے۔ ہوا بھی تیز تھی۔ لین شو باہر کھیتوں میں نکل گیا۔ اس کا مقصد اس کے سوا کچھ اور نہ تھا کہ بارش سے پیدا ہونے والی ترنگ کو اپنے تن من میں رواں دیکھے۔ جب وہ گھر میں واپس آیا تو جذباتی اور جوشیلی آواز میں بولا:

''جو کچھ اس وقت آسمان سے برس رہا ہے وہ بارش کے قطرے نہیں بلکہ سکّے ہیں، بڑے اور چھوٹے۔''

پھر اس نے بڑے اطمینان سے یہ بھی کہا کہ غلّے کے کھیت اور مٹر کے نئے نئے کھلے ہوئے پھول بارش کی چادریں اوڑھ کر بہت خوش ہیں۔ ابھی اس نے یہ کہا ہی تھا کہ یک بارگی تند و تیز آندھی اٹھی پھر بارش کے ساتھ ژالہ باری ہونے لگی۔ اولے واقعی چاندی کے گول گول ڈلوں سے مشابہ تھے۔ بچوں نے یہ دیکھا تو لپک کر اندر سے باہر آگئے اور انہیں چننے میں جٹ گئے۔ بچّے خوش تھے لیکن ان کا باپ فکر مند ہو کر خود سے کہنے لگا ''اب تو معاملہ بگڑنے لگا ہے لیکن پھر بھی مجھے امید ہے کہ سب کچھ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔''

لیکن سب کچھ ٹھیک نہیں ہوا اور بہت دیر تک اولے گرتے رہے۔ زمین ایسے سفید ہو گئی، جیسے اس پر نمک کی چادر بچھا دی گئی ہو۔ درختوں پر ایک پتہ بھی نہ رہا۔ غلّے کے کھیتوں کا ستیاناس ہو گیا، مٹر کی بیلیں اور پودوں کے تازہ پھول ٹوٹ کر بکھر گئے۔ لین شو پریشان ہو گیا۔ اس نے بیٹوں سے کہا:

''اگر ان کھیتوں پر ٹڈی دل نے حملہ کیا ہوتا تو بھی ہمارے پاس اس سے زیادہ بچ رہا ہوتا لیکن اس ژالہ باری نے تو ہمیں مفلس اور قلاش بنا دیا ہے۔ اب ہمارے پاس نہ غلّہ ہے اور نہ سبزی ہے۔ اس سال تو ہمیں فاقے پہ فاقے کرنے ہوں گے۔''

وہ تمام لوگ جو وادی کے اس اکلوتے مکان میں رہتے تھے اپنے دلوں میں ایک ناقابلِ شکست امید لیے بیٹھے تھے اور ایک ان دیکھی قوت پر تکیہ کیے ہوئے تھے۔ وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا: ''دل چھوٹا مت کرو، ہمت مت ہارو۔''

''اس میں کوئی شک نہیں کہ سب کچھ تباہ ہو گیا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ بھوک سے کوئی نہیں مرتا۔''

لین شو کے تمام خیالات اپنی آخری امید یعنی آسمانی امداد کے گرد گھومتے رہے۔ اس کو بچپن ہی سے یہ تعلیم دی گئی تھی کہ سب کا

SCERT TELANGANA

پالن ہار بڑا رحیم اور کریم ہے۔ انسان کے دل کی گہرائیوں کی بات جانتا ہے۔

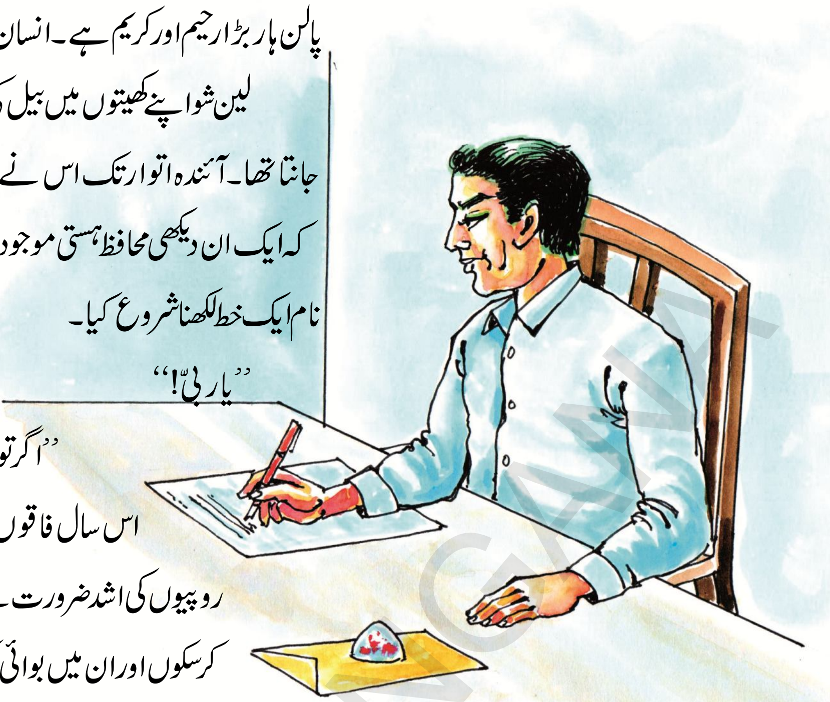

لین شو اپنے کھیتوں میں بیل کی طرح کام کرتا تھا۔ وہ کچھ لکھنا پڑھنا بھی جانتا تھا۔ آئندہ اتوار تک اس نے اپنے آپ کو اس بات کا یہ پختہ یقین دلا دیا کہ ایک ان دیکھی محافظ ہستی موجود ہے۔ اس یقین کے بعد اس نے خدا کے نام ایک خط لکھنا شروع کیا۔

''یا ربّ!''

''اگر تو نے میری مدد نہیں کی تو میں اور میرا کنبہ اس سال فاقوں کا شکار ہو جائیں گے۔ اس وقت ایک سو روپیوں کی اشد ضرورت ہے تاکہ میں کھیتوں کی حالت دوبارہ ٹھیک کرسکوں اور ان میں بوائی کرسکوں اور نئی فصل کی کٹائی تک زندہ بھی رہ سکوں کیونکہ ژالہ باری نے ساری فصل تباہ کر دی ہے۔''

لفافے پر پتے کی جگہ اس نے یہ الفاظ لکھے:

''یہ خط خدا کو ملے۔''

اس کے بعد اس نے لفافے کو بند کیا اور غمگین دل کے ساتھ شہر کی طرف چل دیا۔ ڈاک خانے پہنچ کر اس نے ٹکٹ خریدے، لفافے پر چپکائے اور لفافہ سپردِ ڈاک کر دیا۔

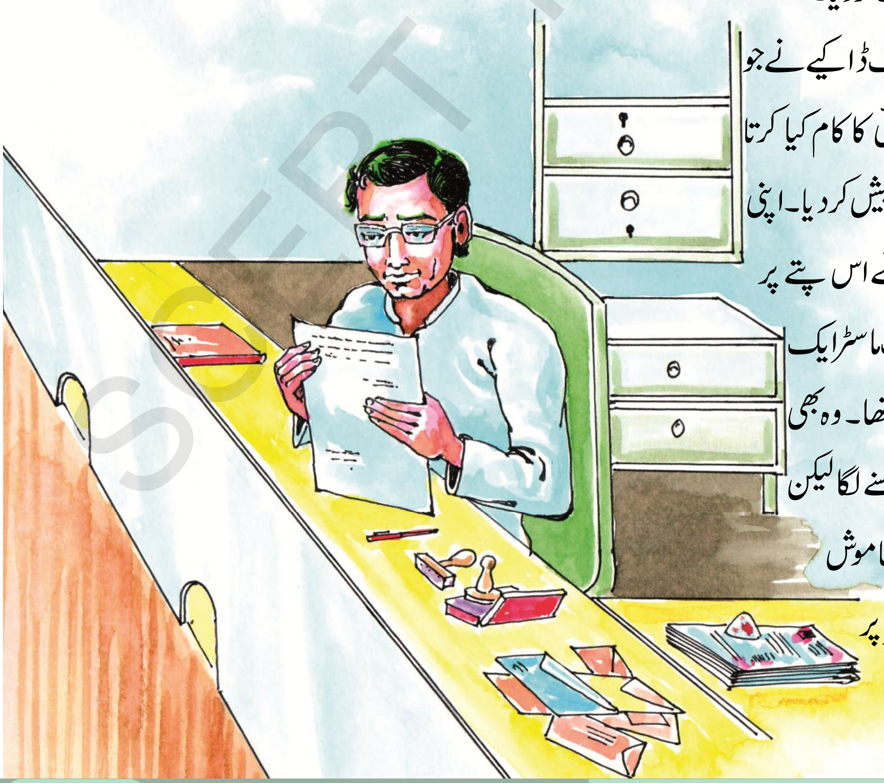

اس ڈاک خانے کے ایک ڈاکیے نے جو خطوں کی تقسیم کے ساتھ ان کی چھٹائی کا کام کیا کرتا تھا، ہنستے ہوئے یہ لفافہ اپنے افسر کو پیش کر دیا۔ اپنی ساری ملازمت کے دوران اس نے اس پتے پر کبھی ڈاک نہیں پہنچائی تھی۔ پوسٹ ماسٹر ایک خوش مزاج اور دردمند دل کا آدمی تھا۔ وہ بھی اس لفافے کو دیکھ کر بے اختیار ہنسنے لگا لیکن قہقہوں کے درمیان وہ ایک بارگی خاموش اور سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے لفافہ میز پر رکھ دیا اور کہنے لگا:

SCERT TELANGANA

''واہ، واہ! کیا پختہ ایمان ہے، کاش مجھے بھی ایسا ایمان نصیب ہوتا اور میں بھی ایسے ہی یقین کا حامل ہوتا۔ کیا بات لکھنے والے کی جس نے ایک پختہ امید پر خدا سے خط و کتابت شروع کر دی، واہ واہ!

پھر اس نے سوچا ایسے پختہ ایمان اور امید کو پاش پاش کرنا اچھا نہیں۔ اس نے اپنے ماتحتوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ خط پڑھا جائے اور اس کا جواب دیا جائے۔ جب لفافہ چاک کیا اور خط پڑھا تب اندازہ ہوا کہ اس خط کا جواب کاغذ، قلم، دوات اور روشنائی، دردمندی اور نیک دلی سے کچھ زیادہ کا طلب گار ہے۔ اس نے اپنے ماتحتوں کو ساری بات بتا کر چندے کی درخواست کی اور خود بھی ایک اچھی خاصی رقم پیش کی۔ اس کے عملے نے اس کارِ خیر میں حسبِ توفیق ہاتھ بٹایا۔

لین شو نے جس قدر رقم طلب کی تھی اتنی تو جمع نہ ہو سکی پھر بھی اس کے نصف سے کچھ زیادہ کا انتظام ہو گیا۔ پوسٹ ماسٹر نے تمام نوٹ ایک لفافے میں بند کیے پھر اس پر لین شو کا پتہ تحریر کیا اور ایک چٹھی لکھ کر لفافے میں رکھ دی۔ جس پر دستخط کے طور پر صرف اتنا لکھا تھا۔ ''خدا''

اگلے اتوار کو پھر لین شو ڈاک خانے میں آیا اور پوچھا کہ کیا اس کے نام کوئی خط آیا ہے؟ پوسٹ ماسٹر نے لین شو کا خط اس کے حوالے کیا اور اس کارِ خیر کے انجام دینے پر ایک طرح سے خوشی محسوس کی۔ اس کے بعد وہ دروازے کی دراز سے لین شو کی کیفیات دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ نوٹ پا کر لین شو کو کوئی حیرت نہیں ہوئی ہے۔ اس کو تو جیسے اس بات کا پختہ یقین تھا کہ یہ رقم تو اس کو ملنے ہی والی ہے۔ پھر جب اس نے رقم گن لی تو بگڑ گیا اور بڑبڑانے لگا۔

''خدا نے تو ہرگز ایسی غلطی نہیں کی ہوگی اور نہ اس کے پاس اس چیز کی کمی ہے جو میں نے اس سے خط کے ذریعے طلب کی تھی۔ وہ تو اس سے بھی زیادہ دے سکتا ہے۔''

پھر کچھ سوچ کر ڈاک خانے کی کھڑکی پر گیا، کاغذ قلم طلب کیا اور پھر خط لکھنے بیٹھ گیا۔ اس کی پیشانی پر ابھرنے والی لکیریں بتا رہی تھیں کہ وہ جملے بنانے کے لئے اپنے ذہن کو بری طرح ٹٹول رہا ہے۔ اسی کیفیت میں اس نے خط بہ مشکل پورا کیا اور اچھی طرح دیکھ بھال کے اسے لفافے میں بند کیا پھر ٹکٹ خریدا اور اس کو ایک زوردار مکّے کے ساتھ بند کر دیا۔

پھر جیسے ہی خط لیٹر بکس میں گرا تو ڈاکیے نے فوراً ہی اسے نکال لیا۔ خط پڑھا گیا، اس میں لکھا تھا۔

''یا ربّ!

جو رقم میں نے طلب کی تھی، اس میں سے مجھے صرف ستّر روپے ہی ملے ہیں۔ باقی رقم بھی فوراً ارسال کریں۔ مجھے اس کی شدید ترین ضرورت ہے۔ لیکن اب باقی رقم ڈاک کے ذریعے ہرگز نہ بھیجیں کیونکہ اس ڈاک خانے کے ملازمین بے ایمان اور بددیانت ہیں۔''

(گریگور یو لوپیز فو آنتے)

SCERT TELANGANA

صنف کا تعارف

یہ سبق ایک اسپینی لوک کہانی پر مشتمل ہے۔لوک کہانی کسی معاشرے کے افراد میں سنی سنائی جانے والی ایسی کہانی ہوتی ہے۔جس میں فطرت،انسان اور ماحول کی دوسری تفصیلات کے متعلق روایتوں کو اخلاقی تعلیم وتربیت کی خاطر کہانی کے روپ میں بیان کیا جاتا ہے۔

یہ کیجیے

I۔سمجھنا۔اظہار خیال کرنا

A۔اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

1۔ لین شو کس بات پر مطمئن تھا؟اور پھر وہ کیوں پریشان ہو گیا؟

2۔ پوسٹ ماسٹر لین شو کے لفافے کو دیکھ کر ہنستے ہنستے کیوں سنجیدہ ہو گیا؟

3۔ ''نقصان چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو،انسان کو ہمت نہیں ہارنی چاہئے اور نہ ہی مایوس ہونا چاہئے۔''اس سبق کے پس منظر میں اس جملہ کی وضاحت کیجیے۔

B۔پڑھیے۔سمجھ کر بولیے۔

(الف) سبق پڑھ کر ان الفاظ کی نشاندہی کیجیے۔

رواں دواں	ژالہ باری	ان دیکھی	سپرڈِاک	بددیانت
کارخیر	پختہ یقین	حسب توفیق	بےایمان	

(ب) ذیل میں دیئے گئے جملوں کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔اوران جملوں کے پس منظر کو بیان کیجیے۔

1۔ جو کچھ اس وقت آسمان سے برس رہا تھا وہ بارش کے قطرے نہیں بلکہ سکّے ہیں بڑے اور چھوٹے۔

2۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سب کچھ تباہ ہو گیا ہے لیکن یاد رکھو بھوک سے کوئی نہیں مرتا۔

3۔ اس نے اپنے آپ کو اس بات کا پختہ یقین دلایا کہ ایک ان دیکھی محافظ ہستی موجود ہے۔

4۔ ڈاک خانہ کے عملے نے کارخیر میں حسب توفیق ہاتھ بٹایا۔

5۔ ڈاک خانے کے ملازمین بےایمان اور بددیانت ہیں۔

(ج) ذیل کا پیراگراف پڑھیے اور مناسب سوالات بنائیے۔

اپنا پن زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے کس قدر ضروری ہے۔اس بات کو اس نے پہلے تو کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔لیکن ایک لمبے عرصے تک مشینی زندگی گزارنے کے بعد کسی چیز کی کمی کا احساس اس طرح سوہانِ روح بنا کہ وہ ہر آسائش کو لمحوں میں بھول گیا۔

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

اسے وہ دن بھی یاد تھا جب وہ اپنی جانی پہچانی دنیا کو خیرباد کہہ کر ایک ان دیکھی دنیا کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ اس وقت اس کے کانوں میں صرف ایک ہی آواز گونج رہی تھی۔ "یار، اب تک تم تالاب کے مینڈک بنے رہے، باہر نکل کر دیکھو، دنیا کتنی حسین ہے؟ کیا تم نے اعلیٰ تعلیم اور اونچی ڈگریاں اسی لئے حاصل کی ہیں کہ صبح سے شام تک چپل توڑتے رہو۔۔؟ اس نے بدیشی دوست کے اس مشورہ کا پرجوش استقبال کیا اور اس دن وہ بے حد خوش تھا جب ملک سے باہر جانے کے لئے اس کا ویزا آ گیا تھا۔

(د) دیے گئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ بارش ہوتا دیکھ کر لین شو باہر کیوں گیا اور واپس آ کر کیا کہا؟

2۔ خدا کے تعلق سے لین شو کا کیا تصور تھا؟

3۔ لین شو کے کھیتوں کا کیا حال ہوا؟

4۔ لین شو نے خدا کے نام خط میں کیا لکھا؟

5۔ لین شو نے طلب کردہ رقم سے کم ملنے پر دوسرے خط میں خدا کو کیا لکھا؟

II۔ اظہار مافی الضمیر۔ تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) حسبِ ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1۔ کھیتوں کو عموماً بارش کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟

2۔ لین شو اور اسکے گھر والوں کے دلوں میں جو امید تھی اسے ناقابل شکست کیوں کہا گیا؟

3۔ لین شو کو ان دیکھی محافظ ہستی سے کیا امید نظر آنے لگی۔ اسکے لیے اس نے کیا کیا؟

4۔ محکمۂ ڈاک کے عملے نے لین شو کی مدد کرنے کے بعد کیا سوچا؟

5۔ کیا اس کہانی کا عنوان صحیح ہے؟ آپ بھی اس کہانی کا ایک اور عنوان تجویز کیجیے۔ اور اس عنوان کو رکھنے کی وجہ بتائیے۔

(ب) حسب ذیل سوالوں کے جواب تفصیل سے لکھیے۔

1۔ لین شو کے "خدا کے نام خط" لکھنے کی وجوہات کیا تھیں؟

2۔ لین شو نے ڈاک خانہ کے ملازمین کو بے ایمان اور بددیانت کہا ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟ وجوہات بتایے۔

(ج) تخلیقی انداز میں لکھیے۔

1۔ اپنے علاقے میں طوفانی بارش کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کا ذکر کرتے ہوئے علاقے میں راحت کے کام شروع کروانے ضلع کلکٹر کو ایک مراسلہ لکھیے۔

یا

کسی علاقہ کے سیلاب زدگان کی امداد کی درخواست کرتے ہوئے ایک پوسٹر بنایے۔ اور مدرسے میں چسپاں کیجیے۔

SCERT TELANGANA

(د) توصیفی انداز میں لکھیے۔

خدا پر یقین کامل رکھنے والوں کی صفات۔اس عنوان پر ایک مضمون لکھیے۔

یا

آپ کے گاوں میں ایک مثالی کاشتکار ہے۔جس نے اچھے بیجوں اور کھاد کا استعمال کیا اور پودوں کی بہتر نگہداشت کے ذریعے اچھی پیداوار حاصل کی ہے۔محکمۂ زراعت کی جانب سے اس کی ستائش کی جارہی ہے اس کے لیے توصیف نامہ تیار کیجیے۔

III۔زبان شناسی

لفظیات

(الف) ذیل میں دیے گئے الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

1۔قیاس کرنا　　2۔کارخیر　　3۔قلاش　　4۔ترنگ　　5۔شد بد

(ب) خالی جگہوں کو صحیح الفاظ سے پر کیجیے۔

(حیرت۔ پاش پاش۔ تکیہ۔ مشابہ۔ ارسال)

1۔ اولے واقعی چاندی کے گول گول ڈلوں سے.............................. تھے۔

2۔ لین شو اور اسکے گھر والے ایک ان دیکھی قوت پر.............................. کیے ہوئے تھے۔

3۔ لین شو کو نوٹ پا کر کوئی.............................. نہیں ہوئی۔

4۔ اس نے سوچا ایسے پختہ ایمان اور امید کو.............................. کرنا اچھا نہیں۔

5۔ باقی رقم بھی فوراً.............................. کریں۔مجھے اسکی شدید ترین ضرورت ہے۔

قواعد

عربی الفاظ جو عام طور پر سہ حرفی ہوتے ہیں اسکے جمع بنانے کے لیے شروع میں ''ا'' بڑھا دیتے اور پھر دو حرف کے بعد ''ا'' کا اضافہ کرتے ہیں۔ جیسے　ثمر　ا+ثم+ا+ر=اثمار

مشق:۔

واحد	قدر	شجر	عمل	شعر	طور	نور	فکر	ضلع	فعل	مدد	وقت	قوم	فوج

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

ان الفاظ پر غور کیجیے۔

واحد	جمع	جمع
رکن	ارکان	اراکین
لازم	لوازم	لوازمات

اوپر رکن اور لازم واحد ہیں، جبکہ ارکان اور لوازم جمع ہیں۔ اراکین اور لوازمات بھی جمع ہیں یعنی ایک ہی لفظ کے دو جمع ہیں۔

کسی لفظ کی دہری جمع کو جمع الجمع کہتے ہیں۔

مشق:۔ ذیل کے الفاظ کی دوہری جمع بنائیے۔

واحد	عجیب	خبر	شیخ	جوہر	دوا	عارضہ	رسم	رقم	امر	وجہ
جمع										
جمع الجمع										

منصوبہ کام

1. خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے کئی لوگوں نے حیرت انگیز کارنامے انجام دیے ہیں۔ ایسے دو یا تین لوگوں کے واقعات کو کتابوں سے جمع کیجیے اور انہیں کمرہ جماعت میں پڑھ کر سنائیے۔

SCERT TELANGANA

13. شیشہ کا آدمی

اخترالایمان

پڑھیے۔ سوچیے اور جواب دیجیے۔

کسی گاؤں میں
دو دوست حامد اور جاوید رہتے تھے۔
حامد ترکاری کا کاروبار کرتا تھا اور جاوید مٹی
کے گھڑوں کا۔ ایک مرتبہ دونوں ایک شہر کو گئے تا کہ اپنے کاروبار
کے لیے سامان خرید سکیں۔ حامد نے ترکاری اور جاوید نے
گھڑے خریدے۔ اور اپنا اپنا مال انہوں نے تھیلوں
میں بھر لیا۔ اسکے بعد دونوں تھیلوں کو ایک رسی سے
باندھ کر ایک گھوڑے پر اسطرح رکھ دیا کہ ایک طرف ترکاری کا تھیلا
اور دوسری طرف گھڑوں کا تھیلا لٹک رہا تھا۔ حامد نے جاوید سے کہا مجھے
شہر میں کچھ دیر اور ٹھہرنا ہے تم گھوڑے کو لے کر گاؤں پہنچو میں بعد میں آتا
ہوں۔ جاوید گھوڑے کو لے کر گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد
گھوڑے کو بھوک لگنے لگی تو اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تب اسے اپنی
پیٹھ پر لدی ترکاری نظر آئی۔ گھوڑے نے منہ پھیر کر تھوڑی سی ترکاری کھینچی
اور کھانے لگا۔ جاوید نے گھوڑے کی اس حرکت کو دیکھا اور خاموش رہا۔
گھوڑا بار بار ترکاری کھاتا رہا۔ جاوید یہ سوچنے لگا کہ گھوڑا ترکاری کھا رہا
ہے تو اس میں میرا کیا نقصان ہے۔ میرے گھڑے تو محفوظ ہیں۔ لیکن اس
وقت اسے بہت دکھ اٹھانا پڑا جب گھوڑے کے بار بار ترکاری کھانے کی
وجہ سے ترکاری کا وزن کم ہو گیا اور گھڑے وزنی ہو گئے اور نیچے گر
کر سارے کے سارے چکنا چور ہو گئے۔

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ حامد اور جاوید شہر کس لیے گئے؟

2۔ گھوڑا ترکاری کیوں کھا رہا تھا؟

3۔ گھوڑے کے ترکاری کھانے پر جاوید نے کیا سوچا؟

4۔ اس کہانی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

مرکزی خیال :

اس نظم میں شاعر نے جدید دور کے انسان کی مفاد پرستی، خود پسندی، بے حسی اور سماج سے لاتعلقی کو اجاگر کیا ہے اور بتلایا ہے کہ کس طرح آج کا انسان دوسروں کے سکھ، دکھ سے اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھتے ہوئے اپنے محدود دائرہ میں زندگی گزار رہا ہے۔ ایسی زندگی کو عافیت اور ترقی کی زندگی سمجھ رہا ہے۔ شاعر نے ایسے ہی بے حس لوگوں کو شیشہ کے آدمی سے تعبیر کرتے ہوئے بھرپور طنز کیا ہے۔ اس نظم سے ہم کو یہ نصیحت ملتی ہے کہ سماج کے تئیں لاتعلقی و بے پرواہی انسانیت کے خلاف ہے۔ ایک اچھا اور کامل انسان وہی ہے جو دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھے اور دوسروں کے دکھ درد میں کام آئے۔ بقول شاعر

ہیں لوگ جہاں میں وہی اچھے   آتے ہیں جو کام دوسروں کے

ماخذ

یہ نظم اخترالایمان کے شعری مجموعہ ''بنت لمحات'' سے لی گئی ہے

طلبا کے لیے ہدایات

- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

SCERT TELANGANA

اٹھاؤ ہاتھ کہ دست دعا بلند کریں
ہماری عمر کا اک اور دن تمام ہوا
خدا کا شکر بجا لائیں کہ آج کے دن بھی
نہ کوئی واقعہ گزرا نہ ایسا کام ہوا
زباں سے کلمۂ حق راست کچھ کہا جاتا
ضمیر جاگتا اور اپنا امتحاں ہوتا
خدا کا شکر بجا لائیں کہ آج کا دن بھی
اسی طرح سے کٹا، منہ اندھیرے اٹھ بیٹھے
پیالی چائے کی پی، خبریں دیکھیں، ناشتہ پر
ثبوت بیٹھے بصیرت کا اپنی دیتے رہے
بخیر و خوبی پلٹ آئے جیسے شام ہوئی
اور اگلے روز کا موہوم خوف دل میں لیے
ڈرے ڈرے سے ذرا بال پڑ نہ جائے کہیں
لیے دیے یونہی بستر میں جا کے لیٹ گئے

خلاصہ

اس نظم میں شاعر نے جدید دور کے انسان کی خودغرضی، بے حسی اور سماج سے لاتعلقی کو اجاگر کیا ہے۔ اور بڑے لطیف پیرائے میں ایسے انسانوں کی روزمرہ کی مصروفیات کو بیان کیا ہے جو دنیا میں مسائل کا سامنا کرنے کے بجائے ان سے منہ چھپانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور انہیں عمر کا ہر دن خیر و عافیت کے ساتھ گذرنا غنیمت معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ دن سکون سے گزر جانے پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ آج انہیں کسی چیلنج کا سامنا کرنا نہیں پڑا۔ نہ کسی کے سامنے حق بولنے کی ضرورت پیش آئی اور نہ ہی ضمیر کو جگانے کی نوبت آئی۔ اور نہ کسی امتحان کا سامنا ہوا۔ بالفاظ دیگر شاعر لوگوں کی بے حسی کو نمایاں کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ لوگوں کے ضمیر بے حس ہو گئے ہیں۔ اور وہ اسے جگانے سے بھی گریز کر رہے ہیں۔ طرفہ یہ کہ ایسے لوگ اپنے آپ کو بڑے عقلمند اور دانشور سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کی دانشوری چائے یا ناشتے کی میز سے آگے نہیں بڑھتی۔ وہ صرف اپنے کام سے کام رکھنے کو ہی کامیاب زندگی سمجھتے ہیں۔ سماج کے مسائل اور لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہونے کو باعث عار سمجھتے ہیں یا پھر اتنے بزدل ہوتے ہیں جو کسی معاملے میں پڑنے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے روزمرہ کے کاروبار اور گھریلو زندگی میں خلل نہ پڑ جائے۔ اس لیے یہ لوگ اپنی ذات کے اسیر

SCERT TELANGANA

ہوتے ہیں۔اور شام ہوتے ہی بخیر وخوبی گھر لوٹ جانا پسند کرتے ہیں۔اتنی احتیاط کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے باوجود انکو ہمیشہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں کچھ ہو نہ جائے۔اسی خوف وتفکر کی وجہ سے وہ چین وسکون کی نیند سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔آج کے دور کے انسان کو شاعر شیشہ کا آدمی سے تشبیہ دے رہا ہے انسان کے آج کے دور میں اتنی محتاط زندگی گزار رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شیشہ کی طرح ذرا سی چوٹ پر کہیں ٹوٹ پھوٹ نہ جائے۔

شاعر کا تعارف

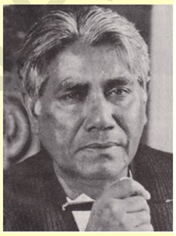

اختر الایمان 12 / نومبر 1915ء کو راؤ کھیری اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔دلّی کے ایک یتیم خانے میں وہ رہا کرتے تھے۔انہوں نے 1934ء میں فتح پور سیکری مسلم ہائی اسکول میں داخلہ لیا۔ابتداء میں وہ غزل بھی لکھتے تھے۔لیکن ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہونے کے بعد انہوں نے نظم کو اپنایا۔ہائی اسکول کے بعد انہوں نے اینگلو عربک کالج میں داخلہ لیا۔اختر الایمان نے نظم کے ساتھ افسانے بھی لکھے۔جو ساقی، ادب لطیف اور نیا ادب وغیرہ جیسے رسائل میں شائع ہوئے۔انہوں نے عصری موضوعات کو اپنی نظموں میں مرکزی حیثیت دی۔ان کی نظمیں تازہ کاری اور معنویت سے معمور ہوتی ہیں۔ان کی نظموں سے آگہی وادراک کو جلا ملتی ہے۔اختر الایمان کے شعری مجموعوں میں 'کلام'، 'آب جو'، 'یادیں'، 'بنت لمحات'، 'نیا آہنگ'، 'سروسامان'، اور 'زمیں زمیں'، شامل ہیں۔ان کا انتقال 9 / مارچ 1996ء کو ہوا۔

یہ کیجیے

I۔سمجھنا۔اظہار خیال کرنا

A۔ذیل میں دیئے گئے سوالوں کے جواب اپنے الفاظ میں دیجیے۔

1۔ گفتگو کے سلیقے سے کیا مراد ہے؟موقع محل کی مناسبت سے گفتگو کرتے وقت کیسی احتیاط برتنی چاہیے؟

2۔ شاعر نے آدمی کو شیشہ کا آدمی کیوں کہا ہے؟

B۔پڑھیے اور سمجھ کر بولیے۔

(الف) ذیل کے الفاظ کو نظم میں تلاش کیجیے اور اُن سے متعلقہ مصرعے اور ان کا مفہوم لکھیے۔

دست دعا　　کلمۂ حق　　ضمیر　　بصیرت　　موہوم　　امتحاں

(ب) دیے گئے خط کشیدہ الفاظ کی ضد لکھیے اور جملے بنائیے۔

1۔ ظالم کے آگے حق بات کہنا بہت بڑی نیکی ہے۔

2۔ ہمیں ہر حال میں خدا کا شکر بجا لانا چاہیے۔

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے-19-2018

3۔ بشیر سانپ کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔

4۔ امتحان اچھا نہ لکھنے سے میری کامیابی کا امکان موہوم ہو گیا ہے۔ (   )

(ج) ذیل میں دیے گئے اشعار کو پڑھیے اور دیے گئے مفہوم میں خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

خون اپنا ہو یا پرایا ہو
نسل آدم کا خون ہے آخر
جنگ مشرق میں ہو کہ مغرب میں
امن عالم کا خون ہے آخر
جنگ تو خود ہی ایک مسئلہ ہے
جنگ کیا مسئلوں کا حل دے گی
آگ اور خون آج بخشے گی
بھوک اور احتیاج کل دے گی
اس لیے اے شریف انسانو!
جنگ ٹلتی رہے تو بہتر ہے
آپ اور ہم سبھی کے آنگن میں
شمع جلتی رہے تو بہتر ہے

مفہوم:

سارے انسانوں کا .... خون ہی ہوتا ہے۔ اس میں اپنے اور پرائے کا .... نہیں ہوتا۔ دنیا کے کسی بھی حصّہ میں جنگ ہو اس سے .... خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ جنگ سے مسئلے حل نہیں ہوتے بلکہ کئی .... پیدا ہوتے ہیں۔ لوگوں کی جانیں .... ہوتی ہیں اور غربت و افلاس .... بڑھ جاتے ہیں۔ اس لئے ہر حال میں .... کو ٹالنا اور روکنا بہتر ہے اور ساری دنیا میں امن کی .... جلتی رہی تو بہتر ہے۔

(د) پڑھیے اور جواب دیجیے۔

1۔ زندگی کا ایک دن عافیت سے گزر جانے پر آج کل کے لوگ کیا کرتے ہیں؟

2۔ موجودہ دور میں لوگوں کے صبح کے معمولات کیا ہوتے ہیں؟

3۔ ہر آدمی شام کو کیسے گھر واپس ہونا چاہتا ہے؟

4۔ اخترالایمان کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

5۔ اخترالایمان کے شعری مجموعے کونسے ہیں؟ ان کی شاعری کی خصوصیات کیا ہیں؟

II۔ اظہار مافی الضمیر۔ تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1۔ راست طور پر حق بات کہنے سے لوگوں کو کیوں ڈر محسوس ہوتا ہے؟

2۔ ”ثبوت بیٹھے بصیرت کا اپنی دیتے رہے۔“ اس مصرعے میں کیا طنز پوشیدہ ہے؟

3۔ ضمیر کے جاگنے کی نوبت نہ آنے پر لوگ کیوں خوش ہوتے ہیں؟

SCERT TELANGANA

4۔ لوگوں کو آنے والے کل کے بارے میں کس قسم کا خوف دامن گیر ہے؟

5۔ اس نظم کا عنوان ''شیشہ کا آدمی'' ہے۔ کیا یہ عنوان موزوں ہے؟ کیوں؟ اگر آپ اسے کوئی دوسرا عنوان دینا چاہیں تو کیا دیں گے؟

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب تفصیل سے لکھیے۔

1۔ سماج کے تئیں لاتعلقی برتنا انسانیت کے منافی ہے۔ وضاحت کیجیے۔

2۔ اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

(ج) تخلیقی انداز میں لکھیے

1۔ سماج میں محبت، رواداری اور آپسی تعاون کو فروغ دینے والے اقدامات سے متعلق ایک ورقیہ تیار کیجیے اور مدرسے میں تقسیم کیجیے۔

(د) توصیفی انداز میں لکھیے

1۔ آپ کے محلے یا گاوں میں ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرنے والے طلباء کے بارے میں ایک ستائشی مضمون لکھیے اور دعائیہ اجتماع میں پڑھ کر سنایے۔

III۔ زبان شناسی

لفظیات

(الف) ذیل کے جملوں کے خط کشیدہ الفاظ کے معنی کا انتخاب کیجیے اور قوسین میں لکھیے۔

1۔ کسی ظالم کے آگے کلمۂ حق کہنا بھی بہت بڑی نیکی ہے۔ (   )

(الف) کلمہ پڑھنا (ب) سچی بات کہنا (ج) حق وصول کرنا

2۔ کسان منہ اندھیرے کھیتوں میں کام کرنے کے لئے نکل جاتے ہیں۔ (   )

(الف) صبح سویرے (ب) منہ ڈھانک کر (ج) شام کے وقت

3۔ احمد نے اپنی غلطی کا اقرار کرلیا جس کی وجہ سے اس کا ضمیر مطمئن ہوگیا۔ (   )

(الف) جگر (ب) نفس (ج) دل و دماغ

4۔ حامد نے امتحان کی تیاری ٹھیک ڈھنگ سے نہیں کی اس لئے اسکی کامیابی کے امکانات موہوم ہیں۔ (   )

(الف) روشن (ب) غیر یقینی (ج) یقینی

5۔ مولانا ابوالکلام آزاد ایک صاحب بصیرت رہنما تھے، انکی تقاریر دانائی سے بھرپور ہوتی تھیں۔ (   )

(الف) خودپسند (ب) تنگ نظر (ج) دوراندیش

SCERT TELANGANA

(ب) ذیل کے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

1۔دست دعا بلند کرنا　2۔عمر تمام ہونا　3۔شکر بجالانا　4۔ضمیر جاگنا　5۔بال پڑنا

قواعد

ان جملوں کو پڑھیے۔

(1) احمد پڑھ رہا ہے۔　(2) جبین لکھ رہی ہے۔

دونوں جملوں میں احمد اور جبین فاعل ہیں یعنی پڑھنے اور لکھنے کا فعل ان دونوں سے صادر ہو رہا ہے۔ لہٰذا احمد اور جبین فاعلی حالت میں ہیں۔

جب جملے میں کوئی اسم فاعل واقع ہو تو اس اسم کی ایسی حالت کو حالت فاعلی کہتے ہیں۔

ان جملوں کو پڑھیے۔

1. عالیہ خط لکھ رہی ہے۔　2. چڑیا دانہ چگ رہی ہے۔

ان جملوں میں 'خط' اور 'دانہ' مفعول ہیں یعنی لکھنے کا اثر 'خط' پر اور چگنے کا اثر 'دانے' پر پڑ رہا ہے لہٰذا خط اور دانہ مفعولی حالت میں ہیں۔

جب جملے میں کوئی اسم، مفعول واقع ہو تو اس کی ایسی حالت کو حالت مفعولی کہتے ہیں

اس جملے پر غور کیجیے۔

- لڑکو! سبق یاد کرو۔

اس جملے میں لڑکوں کو پکارا جا رہا ہے۔ لہٰذا لڑکو حالت ندائی میں ہے۔

جب جملے میں کوئی اسم منادی واقع ہو تو اسکی ایسی حالت کو حالت ندائی کہتے ہیں۔

مشق۔ I ذیل کے جملوں میں حالت فاعلی۔ حالت مفعولی اور حالت ندائی کی نشاندہی کیجیے۔

1۔لڑکی نے لکھا۔　2۔ سانپ کو مارو۔　3۔ یارب! دل مسلم کو زندہ تمنا دے۔

4۔خواتین و حضرات! براہ کرم متوجہ ہوں۔　5۔ ندیم نے فون کیا۔　6۔ دروازے کو بند کردو۔

منصوبہ کام

1۔ ایسی خبروں کے اخباری تراشے جمع کیجیے جس میں ایثار و ہمدردی کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہو اور دیواری رسالہ پر چسپاں کیجیے۔

یا

اپنے بزرگوں سے جذبہ ایثار و ہمدردی کے کچھ واقعات سنیں ہوں تو اپنے الفاظ میں لکھیے اور کمرہ جماعت میں سنایئے۔

SCERT TELANGANA

14. کُتّے

سید احمد شاہ بخاری

پڑھیے، سوچیے اور جواب دیجیے۔

ایک بادشاہ بہت ظالم اور خدا کا نافرمان تھا۔ اپنی رعایا پر ظلم کرنا، انکے ساتھ ناانصافی کرنا اس نے اپنی عادت بنالی تھی۔ وہ ساری دولت کو عیش وعشرت کے کاموں میں لٹایا کرتا تھا۔ اگر کوئی نیک آدمی اس کو ان برائیوں سے منع بھی کرتا تو وہ اسکو سخت سزائیں دیتا تھا۔ لوگ بہت پریشان اور مجبور تھے۔ ایک مرتبہ وہ بادشاہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک گاؤں سے گزرا تو راستے میں اسکی ملاقات ایک بوڑھے سے ہوئی۔ وہ بوڑھا آدمی بہت نیک اور اللہ کا اطاعت گزار بندہ تھا۔ بادشاہ نے اسکو روک لیا اور اپنے کتے کی طرف اشارہ کرکے پوچھا کہ اے بوڑھے! بتا تو سہی کہ میرا یہ کتا بہتر ہے یا تو بہتر ہے؟ بوڑھے نے جواب دیا بادشاہ سلامت! اگر میری زندگی اللہ کی اطاعت میں، نیک کاموں میں، دوسروں کی خدمت میں گزرے اور ایمان پر میری موت ہو جائے تو میں بہتر ہوں ورنہ یہ کتا مجھ سے بہتر ہوگا۔

اِن سوالوں کے جواب دیجیے۔

1۔ بادشاہ کیسے زندگی گزار رہا تھا؟

2۔ نیک لوگوں کو وہ کیوں سزائیں دیتا تھا؟

3۔ بادشاہ نے بوڑھے آدمی سے کیا سوال کیا؟

4۔ بوڑھے نے کتے کو کس صورت میں خود سے بہتر قرار دیا؟

ماخذ

یہ مضمون مضامین پطرس سے لیا گیا ہے

مرکزی خیال: اردو کے شہرۂ آفاق ادیب پطرس بخاری نے اپنے مشہور انشائیہ ''کُتّے'' میں موجودہ سماج پر راست طور پر طنز کیا ہے۔ انھوں نے کتے کو علامت کے طور پر پیش کیا ہے۔ درحقیقت ان کا اشارہ ان لوگوں کی سمت ہے جو تعمیری اور مثبت سرگرمیاں انجام نہیں دیتے۔ وہ بس تضیع اوقات کرتے ہیں اور اپنے مافی الضمیر کو چیخ و پکار کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے الجھ جاتے ہیں، غیر مہذب اور ناشائستہ برتاؤ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پطرس نے ایسے کرداروں کی ترجمانی کتوں کے ذریعے کی ہے۔ کتوں کا مشاعرہ ایک انوکھی تمثیل ہے۔ کسی نے بھی اس قسم کا کوئی مضمون نہیں لکھا۔ اس مضمون میں کتوں کی خصلت، جبلت اور ان کی نفسیات کا بھرپور احاطہ کیا گیا ہے۔ پطرس کا قلم ہر سطر اور ہر پیرا گراف میں طنز و مزاح کی چاشنی بکھیرتا نظر آتا ہے۔ اور ہم طنز کی کاٹ کو سمجھنے کے باوجود ہنسنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

طلبا کے لیے ہدایات

- سبق کی تصویریں دیکھیے اور ان کے بارے میں اظہار خیال کیجیے۔
- سبق پڑھیے اور ایسے الفاظ کے نیچے خط کھینچیے جن کے معنی آپ نہ جانتے ہوں۔
- خط کشیدہ الفاظ کے معنی اپنے دوستوں اور اساتذہ سے معلوم کیجیے یا فرہنگ میں دیکھیے۔

SCERT TELANGANA

علم الحیوانات کے پروفیسر سے پوچھا، سلوتریوں سے دریافت کیا، خود سر کھپاتے رہے، لیکن کبھی سمجھ میں نہ آیا کہ آخر کتّوں کا فائدہ کیا ہے؟ گائے کو لیجیے، دودھ دیتی ہے، بکری کو لیجیے دودھ دیتی ہے، مینگنیاں بھی، یہ کتّے کیا کرتے ہیں، کہنے لگے کہ کتّا وفادار جانور ہے۔ اب جناب وفاداری اگر اسی کا نام ہے کہ شام کے سات بجے سے جو بھونکنا شروع کیا تو لگاتار بغیر دم لیے صبح کے چھ بجے تک بھونکتے چلے گئے تو، ہم لنڈورے ہی بھلے۔

کل ہی کی بات ہے کہ رات کے کوئی گیارہ بجے جو ایک کتّے کی طبیعت ذرا گدگدائی تو انہوں نے باہر سڑک پر آ کر طرح کا ایک مصرع دے دیا۔ ایک آدھ منٹ کے بعد سامنے کے بنگلے میں سے ایک کتّے نے مطلع عرض کر دیا۔ اب جناب ایک کہنہ مشق استاد کو جو غصّہ آیا، ایک حلوائی کے چولھے میں سے باہر لپکے۔ اور بھنّا کر پوری غزل مقطع تک کہہ گئے۔ اس پر شمال و مشرق کی طرف سے ایک قدر شناس کتّے نے زوروں کی داد دی۔ اب تو حضرت وہ مشاعرہ گرم ہوا کہ کچھ نہ پوچھیے۔ کم بخت بعض تو دو غزلے سہ غزلے لکھ لائے تھے کئی ایک نے فی البدیہ قصیدے کے قصیدے پڑھ ڈالے۔ وہ ہنگامہ گرم ہوا کہ ٹھنڈا ہونے میں نہ آتا تھا۔ ہم نے کھڑکی میں سے ہزاروں دفعہ آرڈر، آرڈر پکارا لیکن ایسے موقع پر پردھان کی بھی کوئی نہیں سنتا۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ میاں تمھیں ایسا ہی ضروری مشاعرہ کرنا تھا تو دریا کے کنارے کھلی ہوا میں جا کر طبع آزمائی کرتے، یہ گھروں کے درمیان آکر سوتوں کو ستانا کون سی شرافت ہے؟

پھر ہم دیسی لوگوں کے کتّے بھی کچھ عجیب بدتمیز واقع ہوئے ہیں۔ اکثر تو ان میں ایسے قوم پرست واقع ہوئے ہیں کہ پتلون کوٹ کو دیکھ کر ہی بھونکنے لگ جاتے ہیں۔ خیر یہ تو ایک حد تک قابلِ تعریف بھی ہے، ان کا ذکر ہی جانے دیجیے۔

اس کے علاوہ ایک اور بات ہے۔ یعنی بارہا ڈالیاں لے کر صاحب لوگوں کے بنگلوں پر جانے کا اتفاق ہوا۔ خدا کی قسم ان کے کتّوں میں وہ شائستگی دیکھی ہے کہ عش عش کرتے لوٹ آئے ہیں۔ جوں ہی ہم بنگلے کے دروازے میں داخل ہوئے، کتّے نے برآمدے میں ہی کھڑے کھڑے ایک ہلکی سی ''بخ'' کر دی اور پھر منھ بند کر کے کھڑا ہو گیا۔ ہم آگے بڑھے تو اس نے بھی چار قدم آگے بڑھ کر ایک نازک اور پاکیزہ آواز میں پھر ''بخ'' کر دی۔ چوکیداری کی چوکیداری، موسیقی کی موسیقی۔ ہمارے کتّے ہیں کہ راگ نہ سُر، نہ سر نہ پیر، پر تان لگائے جاتے ہیں، بے تالے کہیں کے۔ نہ موقع دیکھتے ہیں نہ وقت پہچانتے ہیں۔ گلے بازی کیے جاتے ہیں۔ گھمنڈ اس بات پر ہے کہ تان سین اسی ملک میں تو پیدا ہوا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے تعلقات کتّوں سے ذرا کشیدہ ہی رہتے ہیں۔ لیکن ہم سے قسم لے لیجیے کہ ایسے موقع پر ہم نے کبھی ستیہ گرہ سے منھ موڑا ہو۔ شاید آپ اسے تعلّی سمجھیں۔ لیکن خدا شاہد ہے کہ آج تک کبھی کسی کتّے پر ہاتھ اٹھ ہی نہ سکا۔ اکثر دوستوں نے صلاح دی کہ رات کے وقت ہاتھ میں لاٹھی، چھڑی ضرور رکھنی چاہیے کہ دافع بلیات ہے۔ لیکن ہم کسی سے خواہ مخواہ عداوت پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ کتّے کے بھونکتے ہی ہماری طبعی شرافت ہم پر اس درجہ غلبہ پا جاتی ہے کہ اگر ہمیں اس وقت دیکھیں تو یقیناً یہی سمجھیں گے کہ ہم بزدل ہیں۔

شاید اس وقت آپ یہ بھی اندازہ لگا لیں گے کہ ہمارا گلا خشک ہوا جاتا ہے۔ یہ البتہ ٹھیک ہے ایسے موقع پر کبھی میں نے گانے

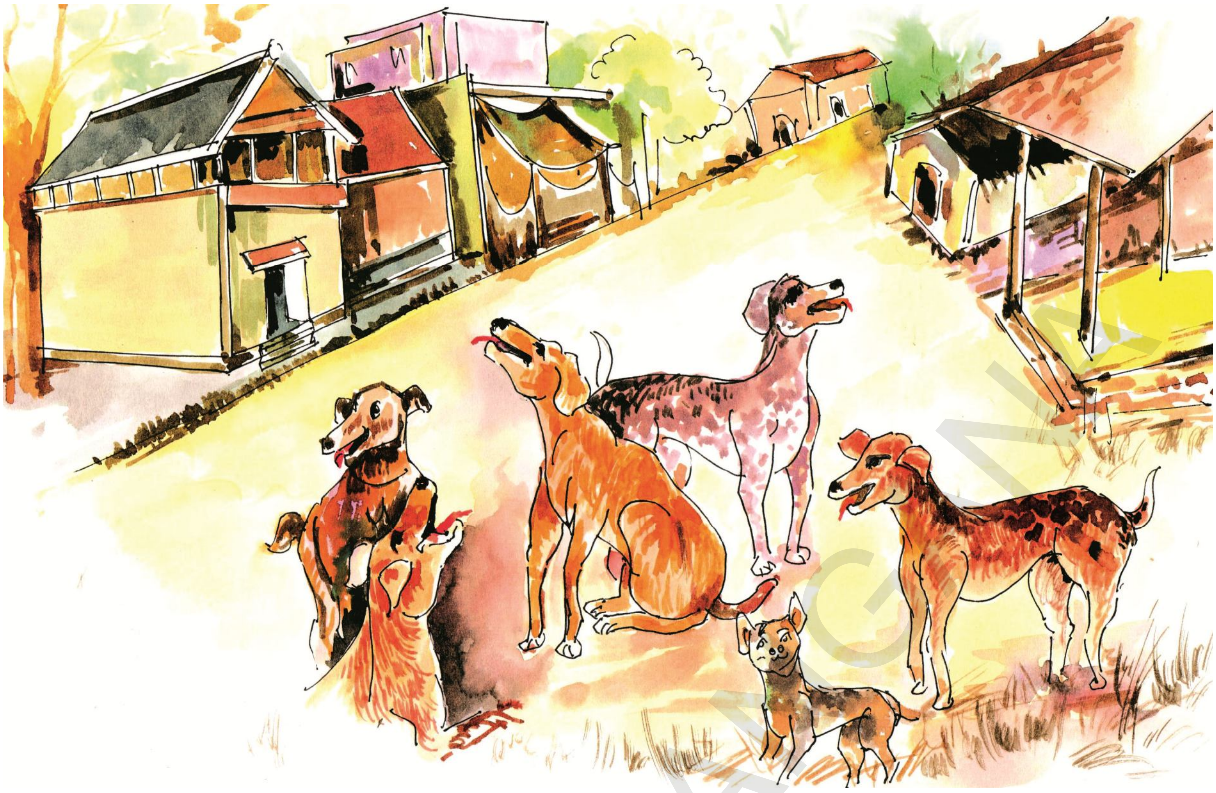

کی کوشش کروں تو کھرج کے سروں کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ اگر آپ نے بھی ہم جیسی طبعیت پائی ہو تو آپ دیکھیں گے کہ ایسے موقع پر آیت الکرسی آپ کے ذہن سے اتر جائے گی۔ اس کی جگہ آپ شاید دعائے قنوت پڑھنے لگ جائیں۔ بعض اوقات ایسا اتفاق ہوا ہے کہ رات کے دو بجے چھڑی گھماتے تھیٹر سے واپس آرہے ہیں اور ناٹک کے کسی نہ کسی گیت کی طرز ذہن میں بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چوں کہ گیت کے الفاظ یاد نہیں اور نومشقی کا عالم بھی ہے، اسی لیے سیٹی پر اکتفا کی ہے کہ بے سُرے بھی ہو گئے تو کوئی یہی سمجھے گا کہ انگریزی موسیقی ہے۔ اتنے میں ایک موڑ پر سے جو مڑے تو سامنے ایک بکری بندھی تھی۔ ذرا تصور ملاحظہ ہو۔ آنکھوں نے اسے بھی کتا دیکھا۔ ایک تو کتّا پھر بکری کی جسامت کا۔۔ یہ گویا بہت ہی بڑا کتّا۔ بس ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چھڑی کی گردش دھیمی ہوتے ہوتے ایک نہایت ہی معقول زاویہ پر ہوا میں کہیں ٹھہر گئی۔ سیٹی کی موسیقی بھی تھرتھرا کر خاموش ہوگئی۔ لیکن کیا مجال ہے کہ ہماری تھوتھنی کی مخروطی شکل میں ذرا بھی فرق آیا ہو۔ گویا ایک بے آواز لَے ابھی تک نکل رہی تھی۔ طب کا مسئلہ ہے کہ ایسے موقعوں پر اگر سردی کے موسم میں پسینہ آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں بعد میں پھر سوکھ جاتا ہے۔

چوں کہ ہم طبعاً ذرا محتاط ہیں، اس لیے آج تک کتّے کے کاٹنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ یعنی کسی کتّے نے آج تک ہم کو کبھی بھی نہیں کاٹا۔ اگر ایسا سانحہ کبھی پیش آیا ہوتا تو اس سرگذشت کے بجائے ہمارا مرثیہ چھپ رہا ہوتا۔ تاریخی مصرعہ دعائیہ ہوتا کہ اس کتّے کی مٹی سے بھی کتّا گھانس پیدا ہو لیکن

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے سگ رہ بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

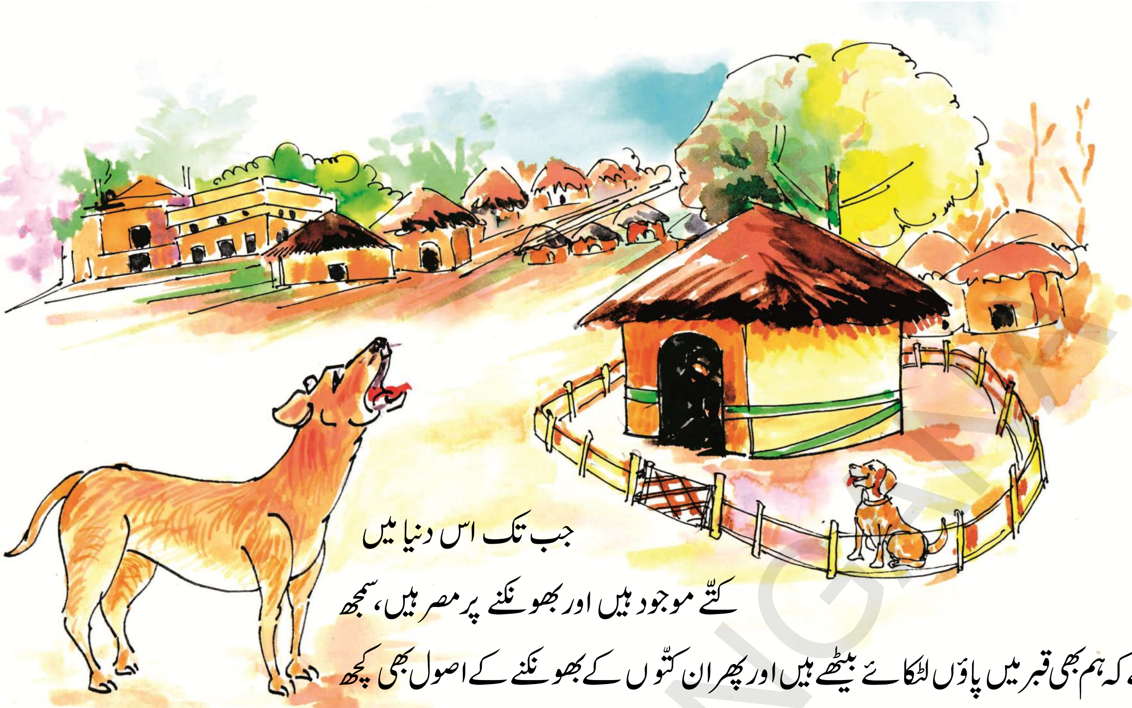

جب تک اس دنیا میں

کتّے موجود ہیں اور بھونکنے پر مصر ہیں، سمجھ

لیجیے کہ ہم بھی قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں اور پھر ان کتّوں کے بھونکنے کے اصول بھی کچھ نرالے ہیں، یعنی ایک تو متعدی مرض ہے اور پھر بچوں اور بوڑھوں سبھی کو لاحق ہے۔ اگر کوئی بھاری بھر کم اسفند یار کتّا کبھی کبھی اپنے رعب اور دبدبے کو قائم رکھنے کے لیے بھونک لے بھی تو ہم بھی چاروناچار کہہ دیں گے کہ بھئی بھونک (اگرچہ ایسے وقت میں اس کو زنجیر سے بندھا ہونا چاہئے) لیکن یہ کم بخت دوروزہ، سہ روزہ، دو دو تین تین تولے کے پلّے بھی تو بھونکنے سے باز نہیں آتے۔ باریک آواز، ذرا سا پھیپھڑا، اس پر بھی اتنا زور لگا کر بھونکتے ہیں کہ آواز کی لرزش دم تک پہنچتی ہے اور پھر جو بھونکتے ہیں، چلتی موٹر کے سامنے، گویا اسے روک ہی تو لیں گے۔ اب اگر یہ خاکسار موٹر چلا رہا ہے تو قطعاً ہاتھ کام کرنے سے انکار کر دیں گے۔ لیکن ہر کوئی یوں ان کی جاں بخشی تھوڑا ہی کر دے گا۔

کتّوں کے بھونکنے پر مجھے سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ ان کی آواز سوچنے کے تمام قویٰ کو معطل کر دیتی ہے۔ خصوصاً جب کسی دکان کے تختے کے نیچے ان کا ایک پورا خفیہ جتھا باہر آکر تبلیغ کا کام شروع کرے تو آپ ہی کہیے ہوش ٹھکانے رہ سکتے ہیں؟ ہر ایک کی طرف باری باری متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ کچھ ان کا شور، کچھ ہماری صدائے احتجاج (زیرلب)، بے ڈھنگی حرکات وسکنات (حرکات ان کی، سکنات ہماری)۔ اس ہنگامے میں دماغ بھلا خاک کام کر سکتا ہے؟ اگرچہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ ایسے موقع پر دماغ کام کرے بھی تو کیا تیر مار لے گا؟ بہرصورت کتّوں کی یہ پہلے درجہ کی ناانصافی میرے نزدیک ہمیشہ قابل نفریں رہی ہے۔ اگر ان کا ایک نمائندہ شرافت کے ساتھ ہم سے آکر کہہ دے کہ عالی جناب! سڑک بند ہے۔ تو خدا کی قسم ہم بغیر چوں و چرا کئے واپس لوٹ جائیں۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہم نے کتّوں کی درخواست پر کئی راتیں سڑک ناپنے میں گذار دی ہیں۔ لیکن پوری مجلس کا یوں متفقہ اور متحدہ طور پر سینہ زوری کرنا ایک کمینہ حرکت ہے۔ قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر ان کا کوئی عزیز و محترم کتّا کمرے میں موجود ہو تو یہ مضمون بلند آواز سے نہ پڑھا جائے۔ مجھے کسی کی دل شکنی مطلوب نہیں۔

SCERT TELANGANA

خدا نے ہر قوم میں نیک افراد بھی پیدا کیے ہیں۔ کتّے اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ آپ نے خدا ترس کتّا بھی ضرور دیکھا ہوگا۔ عموماً اس کے جسم پر تپسیا کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ جب چلتا ہے تو اس مسکینی اور عجز سے گویا بارِ گناہ کا احساس آنکھ نہیں اٹھانے دیتا۔ دم اکثر پیٹ سے لگی ہوتی ہے۔ سڑک کے بیچوں بیچ غور و فکر کے لئے لیٹ جاتا ہے اور آنکھیں بند کرلیتا ہے۔ شکل بالکل فلاسفروں کی سی اور شجرہ دیو جانس کلبی سے ملتا ہے۔ کسی گاڑی والے نے متواتر بگل بجایا، گاڑی کے مختلف حصوں کو کھٹکھٹایا، لوگوں سے کہلوایا، خود دس بارہ آوازیں دیں تو آپ نے سر کو وہیں زمین پر رکھے سرخ و مخمور آنکھوں کو کھولا، صورت حال کو ایک نظر دیکھا اور پھر آنکھیں بند کرلیں۔ کسی نے ایک چابک لگادیا، تو آپ نہایت اطمینان کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر ایک گز جا کر پرے لیٹ گئے اور خیالات کے سلسلے کو، جہاں سے وہ ٹوٹ گیا تھا، پھر شروع کردیا۔ کسی بائیسکل والے نے گھنٹی بجائی تو لیٹے ہی لیٹے سمجھ گئے کہ بائیسکل ہے ایسی چھچھوری چیزوں کے لئے وہ رستہ چھوڑ دینا فقیری شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔

رات کے وقت یہی کتّا اپنی خشک پتلی سی دم کو تا بحدِ امکان سڑک پر پھیلا کر رکھتا ہے۔ اس سے محض خدا کے برگزیدہ بندوں کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ جہاں آپ نے غلطی سے اس پر پاوں رکھ دیا۔ انھوں نے غیظ و غضب کے لہجے میں آپ سے پرسش شروع کردی۔ بچہ فقیروں کو چھیڑتا ہے نظر نہیں آتا؟ ہم سادھو لوگ یہاں بیٹھتے ہیں۔ بس فقیر کی بددعا سے اسی وقت رعشہ شروع ہوجاتا ہے۔ بعد میں کئی راتوں تک یہی خواب نظر آتا ہے۔ بے شمار کتّے ٹانگوں سے لپٹے رہتے ہیں اور جانے نہیں دیتے۔ آنکھ کھلتی ہے تو پاؤں چارپائی کی ادوان میں پھنسے ہوتے ہیں۔ اگر خدا مجھے کچھ عرصہ کے لیے اعلیٰ قسم کے بھونکنے اور کاٹنے کی طاقت عطا فرمائے، تو جنون انتقام میرے پاس کافی مقدار میں ہے۔ رفتہ رفتہ سب کتّے علاج کے لیے کسولی پہنچ جائیں گے۔ انگریزی میں ایک مثل ہے:

"بھونکتے ہوئے کتّے کاٹا نہیں کرتے۔"

یہ بجا سہی لیکن کون جانتا ہے کہ بھونکتا ہوا کتّا کب بھونکنا بند کردے اور کاٹنا شروع کردے۔

مصنف کا تعارف

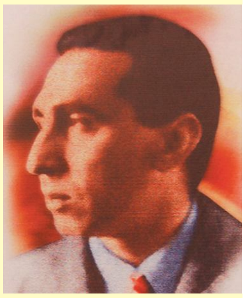

اصلی نام سید احمد شاہ بخاری، لیکن ادبی دنیا میں پطرس کے قلمی نام سے مشہور ہیں۔ یکم اکتوبر ۱۸۹۸ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں ہوئی اس کے بعد لاہور کالج کے طالب علم رہے۔ اپنی ذہانت کی وجہ سے کالج کے طلبہ اور اساتذہ دونوں میں مقبول تھے۔ زیادہ سے زیادہ وقت کتب بینی میں صرف کرتے تھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور کی تعلیم کے بعد لندن کی کیمرج یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ وہاں بھی اپنی ذہانت کا بھرپور ثبوت دیا۔ لندن سے واپس آنے کے بعد پہلے ٹریننگ کالج اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۳۷ء میں آل انڈیا ریڈیو کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ترقی کرکے کنٹرولر جنرل ہوگئے۔ ان کی گوناگوں صلاحیتوں کی وجہ سے اقوام متحدہ کے شعبۂ اطلاعات کے جنرل سکریٹری بنائے گئے۔ یہ پہلے ایشیائی تھے جن کو اس عہدے پر فائز کیا

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 2018-19-

گیا تھا۔ پطرس کا انتقال ۱۹۵۸ء میں ہوا۔

اردو مزاح نگاری میں انھیں خاص مقام حاصل ہے۔ ان کی مزاح نگاری کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہنسانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ واقعات کے تسلسل اور کرداروں کے حرکات و سکنات فطری طور پر اس طرح پیش کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کے لیے مزاح کا پہلو خود بہ خود نکل آتا ہے۔ ان کی تحریروں میں اصلاح کا کوئی نہ کوئی پہلو ہوتا ہے۔ ان کی زبان سادہ اور شیریں ہے۔ اسلوب شگفتہ اور دل چسپ ہے جس سے معمولی باتوں میں بھی جان پڑ جاتی ہے۔ ان کے مضامین کا مجموعہ ''مضامین پطرس'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

یہ کیجیے

I۔ سمجھنا۔ اظہار خیال کرنا

A۔ ذیل میں دیے گئے سوالوں کے جواب اپنے الفاظ میں دیجیے۔

1۔ کتوں نے کیسا مشاعرہ منعقد کیا اور وہ مصنف کو کیوں پسند نہیں آیا؟

2۔ ''کتے کے بھونکتے ہی ہماری طبعی شرافت ہم پر اس درجہ غلبہ پا جاتی ہے کہ اگر ہمیں اس وقت دیکھیں گے تو یقیناً یہی سمجھیں گے کہ ہم بزدل ہیں۔'' مصنف نے ایسا کیوں کہا؟ کیا شرافت اور بزدلی میں فرق ہے؟ کیسے؟

3۔ آپ کتوں کو پسند کرتے ہیں یا ناپسند؟ وجوہات بتلائیے۔

B۔ پڑھیے اور سمجھ کر بولیے۔

(الف) ذیل کے الفاظ پڑھیے اور سبق میں ان کی نشاندہی کیجیے۔

قدرشناس	فی البدیہہ	طبع آزمائی	شائستگی	ستیہ گرہ	عداوت
سرگذشت	تھوتھنی	لرزش	قابل نفرین	بارگناہ	پرسش

(ب) ذیل میں دیے گئے محاوروں کو پڑھیے اور سبق کی مناسبت سے ان کے مطلب بیان کیجیے۔

1۔ قبر میں پاؤں لٹکانا　　2۔ طبع آزمائی کرنا　　3۔ جاں بخشی کرنا

4۔ ہنگامہ گرم ہونا　　5۔ ہوش ٹھکانے رہنا

(ج) ذیل میں دیے گئے اقتباس کو پڑھیے اور سوالوں کے جواب دیجیے۔

ایک چیز جو انشائیہ کو دوسری اصنافِ ادب سے ممیز کرتی ہے اس کا غیر رسمی طریق کار ہے دراصل انشائیہ کے خالق کے پیش نظر کوئی ایسا مقصد نہیں ہوتا جس کی تکمیل کے لیے دلائل و براہین سے کام لے اور ناظر کے ذہن میں ردوقبول کے میلانات کو تحریک دینے کی سعی کرے۔ انشائیہ کا خالق اپنے موضوع کے انتخاب میں جدّت سے کام لیتا ہے تاہم بات ختم نہیں ہو جاتی کیونکہ انشائیہ کا خالق مضمون کے تاروپود میں بھی ایک خوشگوار سادگی کو برقرار رکھتا ہے چنانچہ انشائیہ کے مطالعہ کے بعد ناظر کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ چند لمحوں میں حظ

SCERT TELANGANA

تعجب اور مسّرت کی بہت سی منازل طے کر آیا ہے غور کیجیے تو انشائیہ کی امتیازی صورت ایک بڑی حد تک اسی خوشگوار تازگی کی مرہون منت ہے۔

1۔ کس صنف کا خالق اپنے موضوع کے انتخاب میں جدّت سے کام لیتا ہے؟

2۔ انشائیہ کی امتیازی صورت کیا ہے؟

3۔ انشائیہ کا قاری مطالعہ کے بعد کیا محسوس کرتا ہے؟

4۔ انشائیہ کو دوسری اصناف ادب سے ممیز کرنے والی چیز کونسی ہے؟

(د) ذیل کے جواب دیجیے۔

1۔ پطرس بخاری اپنی کس صفت کی وجہ سے ہر جگہ مقبولیت حاصل کر لیتے تھے؟

2۔ پطرس بخاری کی مزاح نگاری کی اہم خصوصیت کیا ہے؟

3۔ مصنف نے دیسی کتوں کی کس عادت کو قابل تعریف کہا ہے؟

4۔ کتّوں کے بھونکنے کے نرالے اصول کونسے ہیں؟

5۔ مصنف کو کتّوں کی کس حرکت میں کمینہ پن نظر آتا ہے؟

6۔ کتّے کس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں؟

7۔ بھونکنے اور کاٹنے کی طاقت اگر ل جائے تو مصنف کیا کرنا چاہتا ہے؟

II۔ اظہار مافی الضمیر۔ تخلیقی صلاحیت کا اظہار

(الف) ذیل کے سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

1۔ ''ہم نے کھڑکی میں سے ہزاروں دفعہ آرڈر آرڈر پکارا لیکن ایسے مواقع پر پردھان کی بھی کوئی نہیں سنتا۔'' یہ جملہ مصنف نے کیوں کہا اس میں کیا طنز پوشیدہ ہے؟

2۔ مصنف کے دوستوں نے رات کے وقت ہاتھ میں لاٹھی یا چھڑی رکھنے کو دافع بلیات کیوں کہا ہے؟

3۔ ''چوکیداری کی چوکیداری اور موسیقی کی موسیقی'' اس جملہ سے مصنف کی کیا مراد ہے؟

4۔ کتوں کو کس بات پر گھمنڈ ہے۔ اور کیوں؟

5۔ خداترس کتے کی کیا صفات مصنف نے بیان کی ہیں؟

6۔ اس شعر کا مطلب آپ نے کیا سمجھا؟ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے سگ رہ بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

(ب) ذیل کے سوالوں کے جواب تفصیل سے لکھیے۔

1۔ اس سبق میں کتے کی تمثیل کے ذریعے مصنف نے انسانوں پر کیا کیا طنز کیے ہیں؟ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

2۔ کیا آپ کو کبھی کتوں سے سابقہ پڑا ہے؟ اپنے تجربے کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔

3۔ ''بھونکنے والے کتے کاٹا نہیں کرتے'' اس کہاوت کی وضاحت کیجیے۔

(ج) تخلیقی انداز میں لکھیے۔

1. ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر مزاحیہ مضمون لکھیے۔

(1) دواخانے　　　(2) مہنگائی

(د) توصیفی انداز میں لکھیے

آپ کے ایک دوست نے کسی جلسہ کی کاروائی کی تجزیاتی رپورٹ تیار کی ہے۔ اس کی توصیف میں دس جملے لکھیے۔

III۔ زبان شناسی

لفظیات

(الف) سبق کو غور سے پڑھیے اور اس میں استعمال کیے گئے محاوروں کی نشاندہی کیجیے اور ان کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

(ب) سبق میں کہاوت ''بھونکنے والے کتے کاٹا نہیں کرتے'' استعمال کی گئی ہے۔ ہماری روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والی کوئی چار کہاوتیں لکھیے جن میں جانوروں کے نام شامل ہوں۔ مثال۔ دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔

(ج) ذیل کی تلمیحات کی وضاحت کیجیے۔

دیو جانس کلبی۔　　تان سین۔　　اسفند یار۔

قواعد

اس جملے پر غور کیجیے۔

راشد بیمار ہے۔

اس جملے میں راشد کے متعلق خبر دی جا رہی ہے لہٰذا ''بیمار'' اسم کی حالت خبری ہے۔

جب جملے میں کوئی اسم کی خبر واقع ہو تو اسکی ایسی حالت کو **حالت خبری** کہتے ہیں۔

ان جملوں پر غور کیجیے۔

عالیہ کا گھر　　　ہاجرہ کی کتاب

گھر کا تعلق عالیہ سے اور کتاب کا تعلق ہاجرہ سے بتایا جا رہا ہے۔ یعنی عالیہ اور ہاجرہ مضاف الیہ، گھر اور کتاب مضاف اور کا۔ کی۔

SCERT TELANGANA

حروف اضافت ہیں۔لہٰذا عالیہ اور ہاجرہ حالت اضافی میں ہیں۔

جب جملے میں کوئی اسم مضاف الیہ واقع ہوتو اسکی ایسی حالت کو **حالت اضافی** کہتے ہیں۔

کا، کے، کی، علامت اضافت کہلاتے ہیں۔

کا واحد مذکر کے لئے **کے** جمع مذکر کے لئے

کی واحد مونث کے لئے اور جمع مونث کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

○ اس جملے پر غور کیجیے۔

جنید صبح اٹھتا ہے اور اسکول جاتا ہے۔

اس جملے میں صبح اور اسکول اسم ظرف ہیں جو وقت اور جگہ کو بتا رہے ہیں۔

جب جملے میں کوئی اسم ظرف واقع ہوتو اسکی ایسی حالت کو **حالت ظرفی** کہتے ہیں۔

SCERT TELANGANA

اسم کی چھ حالتیں ہیں

حالتِ فاعلی	حالتِ مفعولی	حالتِ ظرفی
حالتِ اضافی	حالتِ ندائی	حالتِ خبری

مشق۔ I ان جملوں میں اسم کی حالتوں کی شناخت کیجیے اور قوسین میں لکھیے۔

1۔ چار مینار قدیم عمارت ہے۔ (   )

2۔ یہاں سے وہاں تک شور بپا ہے۔ (   )

3۔ چار مینار کا بانی قلی قطب شاہ ہے۔ (   )

4۔ غریبوں کے مکانات سیلاب کی نذر ہو گئے۔ (   )

5۔ سمندر کی تہہ میں موتی پائے جاتے ہیں۔ (   )

6۔ بچے سبق یاد کر رہے ہیں۔ (   )

مشق۔II ذیل کے جملے کن حالتوں میں ہیں قوسین میں لکھیے۔

1۔ یااللہ! یہ کیا ہو گیا؟ (   )
2۔ محمود کا دل بھر آیا۔ (   )
3۔ بچہ ہنستا ہوا گھر آیا۔ (   )
4۔ حامد جا رہا ہے۔ (   )
5۔ اسلم نے سانپ کو مارا۔ (   )
6۔ احمد کل تک آئے گا۔ (   )

منصوبہ کام

1. دیگر مزاح نگاروں اور مزاحیہ شاعروں کے مضامین اور نظموں کو جمع کیجیے اور ایک کتاب کی شکل دیجیے۔

SCERT TELANGANA

شمار	سبق	ماہ	صفحہ نمبر
.1	حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ	جولائی	121
.2	مولانا حافظ محمد انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگؒ	اگست/ستمبر	128
.3	محمد قلی قطب شاہ	اکتوبر	133
.4	نواب میر عثمان علی خان	نومبر	137
.5	مولانا ابوالکلام آزادؔ	جنوری	145
.6	علامہ اقبال	فروری	154

SCERT TELANGANA

- علم وفضل میں یکتائے روزگار
- متقی وپرہیزگار
- دیانت دار تاجر
- پیکرِ ذہانت وفراست
- لوگ فقہ میں ابوحنیفہؒ کے عیال اور دست نگر ہیں (امام شافعیؒ)

1. حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امامِ اعظم ابوحنیفہ کا نام نعمان اور والد کا نام ثابت ہے۔ آپ 80 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پوتے اسماعیل فرماتے ہیں کہ ہم لوگ فارسی النسل ہیں، ہمارا خاندان کبھی کسی کا غلام نہیں تھا۔ میرے دادا ابوحنیفہ 80ھ میں پیدا ہوئے میرے پڑ دادا بچپن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں گئے۔ آپ نے ان کی اور ان کی اولاد کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کی دعا قبول فرمائی اور میرے دادا جیسی عظیم المرتبت شخصیت پیدا ہوئے۔

آپؒ تابعی ہیں، دورانِ حج آپ کی ملاقات صحابیِ رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے ہوئی اور ان سے حدیث سنی۔ آپ نے علم وادب تفسیر وحدیث اور کلام اپنے زمانے کے مشہور اساتذہ وائمہ وقت سے حاصل کیا اور ان علوم میں کمال تبحر پیدا کیا لیکن آخر میں عام خلائق کی ضرورتوں کے مدنظر فقہ کو ترجیح دی اور اس فن کے امامِ اعظم ہوگئے۔

فنِ حدیث سیکڑوں محدثین سے حاصل کیا جن میں اکثر تابعین اور فنِ حدیث کے امام ہیں۔ اسی طرح بڑے بڑے پائے کے محدثین اور ائمہ حدیث آپ کے شاگرد بھی ہیں۔

اوصافِ جمیلہ :

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ علم وفضل میں یکتائے روزگار اور نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ دنیوی جاہ وعزت کو حقیر سمجھتے۔ بڑے سخی اور فیاض تھے اور اخلاقِ حسنہ میں امتیاز رکھتے تھے۔ ذکر وعبادت میں بکثرت مصروف رہتے۔ اکثر نماز میں اور قرآن مجید

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے
SCERT TELANGANA

پڑھتے وقت گھنٹوں رویا کرتے۔امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں ''امام ابو حنیفہؒ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ ہر رات دن میں ایک قرآن مجید ختم فرماتے اور رمضان شریف سے یوم عید تک باسٹھ قرآن ختم فرماتے،آپ بہت بڑے سخی اور علم سکھانے پر بڑے صابر تھے، جو کچھ آپ کو کہا جاتا اس پر آپ تحمل فرماتے اور غصے سے دور رہتے۔

تقویٰ و پرہیزگاری :

ابو القاسم قشیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ پرہیزگار نہ پایا۔میں نے ایک دن ان کو ایک شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور عرض کیا ''اگر حضور اس سائے میں تشریف لے جاتے تو اچھا ہوتا''۔ فرمائے ''مالکِ مکان پر میرا قرض ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس سے نفع حاصل کروں اور اس کے مکان کے سائے میں بیٹھوں اور فرمایا جس قرض سے نفع ہو وہ سود ہے۔

استاذ کا ادب :

اساتذہ کے ادب و احترام میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی یہ حالت تھی کہ آپ اپنے استاد حمادؒ جب تک زندہ رہے آپ نے ان کی مکان کی طرف کبھی پاؤں نہیں پھیلایے۔جب کبھی نماز پڑھتے تو اپنے استاذ حمادؒ اور ہر ایسے شخص کے لیے جس سے کوئی علم سیکھا ہو ضرور دعا کرتے۔اسی سعادت مندی کا اثر تھا کہ آپ کے اساتذہ بھی آپ کا اس قدر ادب و احترام کرتے تھے کہ لوگوں کو تعجب ہوتا۔حضرت امام شافعیؒ کہا کرتے تھے کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہؒ کے عیال اور دست نگر ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے صاحب زادے حمادؒ نے سورۃ فاتحہ ختم کی تو امام اعظم ابو حنیفہؒ نے ان کے استاذ کو پانچ سو درہم بھجوائے۔ اس رقم کو دیکھ کر استاذ صاحب کہنے لگے میں نے ایسا کیا کام انجام دیا ہے جس کے بدلے آپ نے کثیر رقم بھیجی ہے؟ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے انہیں بلا بھیجا اور معذرت کی اور فرمایا ''میرے لڑکے کو جو کچھ آپ نے سکھایا ہے اس کو حقیر نہ جانیں واللہ! اگر میرے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو قرآن شریف کی عظمت کے پیش نظر وہ سب آپ کی نذر کر دیتا''۔

حلم و عفو :

ایک دن مسجد میں درس دے رہے تھے کہ ایک شخص جو آپ کا مخالف تھا۔عام مجلس میں آپ کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ امام نے کچھ توجہ نہ کی اور اسی طرح درس میں مشغول رہے۔شاگردوں کو بھی منع کر دیا کہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں۔درس سے اٹھے تو وہ شخص ساتھ ہوا اور جو کچھ منہ میں آتا برابر بکتا جاتا تھا۔امام صاحب اپنے گھر کے قریب پہنچے تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ بھائی اب میرا گھر آ گیا۔اگر کچھ اور رہ گیا ہے تو بول دو اب میں اندر جاتا ہوں اور تم کو موقع نہ ملے گا۔

SCERT TELANGANA

سخاوت وفیاضی :

تجارت اور اکتسابِ دولت سے آپ کا مقصود زیادہ تر مخلوق کو فائدہ پہنچانا تھا۔ احباب اور غرباء کے لیے یومیہ مقرر کیے تھے۔ اساتذہ اور محدثین کے لیے تجارت کا ایک حصہ مخصوص کر دیا تھا کہ اس سے جو نفع حاصل ہوتا تھا ہر سال ان لوگوں کو پہنچایا جاتا تھا۔ عام معمول تھا کہ گھر والوں کے لیے کوئی چیز خریدتے تو اسی قدر محدثین اور علماء کے پاس بھجواتے، غریب شاگردوں کی ضروریاتِ خانگی کی کفالت کرتے کہ اطمینان سے علم کی تکمیل کر سکیں۔

ابن حجر مکیؒ نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ

امام ابو حنیفہؒ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھے، آپ اپنے ہم نشینوں کے ساتھ انتہائی شفقت اور بھلائی کا معاملہ فرمایا کرتے تھے، لہٰذا آپ محتاجوں کی شادی کروا دیتے اور انہیں خرچ کے لیے مال عطا فرماتے اور ہر ایک کے پاس اس کے شایان شان تحفہ بھیجا کرتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک شاگرد کو پھٹا ہوا کپڑا پہنے ہوئے دیکھا فرمایا ''یہیں بیٹھنا یہاں تک کہ سب لوگ رخصت ہو جائیں'' جب لوگ چلے گئے تو آپ نے اسے قریب بلایا اور فرمایا ''اس جائے نماز کے نیچے جو کچھ ہے وہ سارے کا سارا لے لو!'' اس نے جائے نماز کو اٹھایا تو اس کے نیچے دس ہزار درہم موجود تھے''۔

ایک مرتبہ امام ابو حنیفہؒ راستے سے گزر رہے تھے، اتنے میں ایک شخص نے ان کو دیکھا، پھر چھپ گیا اور دوسرا راستہ اختیار کر لیا۔ آپ نے اسے پکارا، وہ آیا تو آپ نے فرمایا

''تم کیوں اپنی راہ سے بے راہ ہو کر چلے؟''

اس نے کہا ''آپ کا مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہے جس کو زمانہ دراز ہو گیا اور میں تنگدست ہوں اس لیے آپ سے شرماتا ہوں''۔

جود و سخا کے اس پیکر پر قربان جائیں اس کے اس عذر کو سننے کی دیر تھی کہ فرمایا :

''سبحان اللہ! اگر یہی وجہ ہے تو میں نے وہ سب تم کو بخش دیا اور میں نے اپنے آپ کو اپنے نفس پر گواہ کیا تو مت چھپ اور مجھے معاف کر۔ اس خوف سے جو میری جانب سے تیرے دل میں واقع ہوا''۔

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے

تجارت ودیانت داری :

امام صاحب کی تجارت نہایت وسیع تھی۔لاکھوں کا لین دین تھا۔دیانت واحتیاط کا بے انتہا خیال رکھتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے ملازم کے پاس ریشم کے تھان بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں تھان میں عیب ہے۔خریدار کو بتا دینا ملازم کو اس ہدایت کا خیال نہ رہا تھان بیچ ڈالے اور خریدار کو عیب کی اطلاع نہ دی۔امام صاحب کو معلوم ہوا تو نہایت افسوس کیا۔تھانوں کی قیمت جو تیس ہزار درہم تھی سب خیرات کردی۔

ایک دن عورت ایک قیمتی ریشم کا تھان لے کر آئی کہ فروخت کروا دیجیے۔امام صاحب نے دام پوچھے اس نے سو درہم بتایے۔ فرمایا کم ہے اس نے کہا دو سو درہم،فرمایا کہ یہ تھان پانچ سو درہم سے کم قیمت کا نہیں۔اس نے تعجب سے کہا آپ شاید مذاق کرتے ہیں۔امام صاحب نے پانچ سو درہم دے دیئے اور تھان رکھ لیا۔

مصروفیات:

حضرت ابوحنیفہ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد مسجد میں درس دیتے۔دوردور سے استفتاء آتے۔ان کا جواب لکھتے۔پھر تدوین فقہ کی مجلس منعقد ہوتی۔بڑے بڑے نامور شاگردوں کا مجمع ہوتا جو مسائل اتفاق رائے سے طئے ہوتے۔قلمبند کرلیے جاتے۔نماز ظہر پڑھ کر گھر تشریف لاتے نماز عصر کے بعد کچھ دیر تک درس وتعلیم کا مشغلہ رہتا۔باقی وقت بیماروں کی عیادت،مزاج پرسی،غریبوں کی خبر گیری میں مصروف رہتے۔مغرب کے بعد درس کا سلسلہ شروع ہوتا اور عشاء تک رہتا۔نماز عشاء پڑھ کر عبادت میں مشغول ہوتے اور تقریباً دس بجے نماز عشاء پڑھتے اور رات کا بیشتر حصہ تہجد اور وظائف میں گذرتا۔کبھی کبھی دکان پر بیٹھتے اور وہیں یہ تمام مشاغل انجام پاتے۔

ذہانت وفراست :

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ بے حد ذہین اور صاحب فراست تھے۔آپؒ نے قرآن وحدیث سے مسائل کا حل فرماتے، مشکل سے مشکل مسئلوں میں آپ کا ذہن اس تیزی سے پہنچتا تھا کہ لوگ حیران رہ جاتے۔

☆ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ ایک شخص امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی دیوار میں روشن دان کے کھولنے کا مسئلہ دریافت کیا۔امام صاحب نے فرمایا جب دیوار تمہاری ہے تو اس میں روشن دان کھول سکتے ہو(مگر اس کی غرض اذان سننے اور تازہ ہوا کے آنے جانے تک محدود رہے)خبردار!اس سے پڑوسی کے گھر جھانکنا شرعاً ممنوع ہے۔

جب اس کے پڑوسی کو علم ہوا تو وہ قاضی ابن ابی لیلٰی کے پاس حاضر ہوا اور صورتِ واقعہ بیان کردی۔قاضی صاحب نے اسے روشن دان کھولنے سے منع کردیا۔وہ دوسری مرتبہ امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور قاضی صاحب کے امتناعی حکم کی اطلاع عرض

SCERT TELANGANA

کردی۔ امام صاحب نے فرمایا! لیجیے اب کی بار اپنی دیوار میں ایک دروازہ کھول دیجیے چنانچہ جب وہ دروازہ کھولنے کے لیے دیوار کے پاس آیا اور پڑوسی کو اس کے عزم کا علم ہوا تو وہ پھر سے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس شکایت لے کر آیا۔ قاضی صاحب نے اب کے بار اسے دروازہ بنانے سے بھی روک دیا۔ وہ صاحب امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ قاضی صاحب نے تو مجھے دروازہ کھولنے سے بھی روک دیا ہے۔

تب امام صاحب نے اس سے کہا بھائی! تمہاری ساری دیوار کی کل قیمت کتنی ہے؟ عرض کیا کہ تین دینار۔ امام صاحب نے فرمایا تمہارے تین دینار میرے ذمہ واجب ہوئے۔ جاؤ اور اپنی دیوار کو گرادو۔

وہ حسبِ ہدایت دیوار گرانے آیا تو پڑوسی نے حسب سابق اسے منع کیا اور قاضی صاحب کے پاس پھر سے شکایت لایا۔

قاضی صاحب اس سے فرمانے لگے۔ بھائی! تم بھی عجیب آدمی ہو کہ وہ اپنی دیوار گرا رہا ہے اس کی اپنی چیز ہے اس میں جیسا تصرف چاہے کرسکتا ہے اور تم ہو کہ مجھے کہتے ہو کہ میں اسے اپنی دیوار گرانے سے روک دوں۔ قاضی صاحب نے دیوار کے مالک سے بھی کہا چلے جاؤ! اور اپنی دیوار گرادو، جو جی چاہے اپنی دیوار سے وہی معاملہ کرو۔

اس صاحب نے عرض کیا! جناب قاضی صاحب! آپ نے مجھے بے جا مشقت میں ڈالے رکھا اتنے بڑے کام سے تو میرے لیے روشن دان بنانا آسان تھا۔ قاضی صاحب کہنے لگے۔

جب تم ایسے آدمی کے پاس جاتے رہے جو میری خطاؤں کو ظاہر کرتا رہا، اب جب کہ میری غلطیاں ظاہر ہوگئیں ہیں اور پردے کی بھی کوئی صورت باقی نہیں رہی تو میں اب بات کیسے کرسکتا ہوں جس سے اس کے بعد مجھے مزید فضیحت اٹھانی پڑے۔

☆ ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے دوست کو ایک تھیلی (جس میں ایک ہزار درہم موجود تھے) سپرد کرتے ہوئے یہ وصیت کی جب میرا بچہ بڑا ہو جائے تو اس میں سے جو آپ کو پسند ہو میرے بیٹے کے حوالے کردیں۔ چنانچہ وہ لڑکا بالغ ہوا اور عقل وشعور میں پختگی ہوئی تو اس کے باپ کے دوست نے اپنے مرحوم دوست کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے خالی تھیلی اس کے بیٹے کے حوالے کردی اور ہزار درہم اپنے پاس رکھ لیے۔ لڑکے کو جب اصل صورت حال معلوم ہوئی تو اس نے بڑا واویلا کیا۔ مگر اس کے باپ کے دوست نے کہا کہ یہ تو تیرے باپ نے مجھے اجازت دے رکھی تھی کہ جو چیز تمہیں پسند ہو وہ میرے بیٹے کے حوالے کردے۔ لہذا میں نے تھیلی کو پسند کیا اور تیرے حوالے کردی شرعاً میں نے مرحوم کی وصیت پر صحیح عمل کیا اور عنداللہ میں بری ہوں۔

جب لڑکا کسی طرح بھی کامیابی حاصل نہ کرسکا تو بے چارہ امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں سارا قصہ سنایا تو امام صاحب نے وصی (لڑکے کے باپ کے دوست) کو بلایا اور اس سے کہا کہ جب اس لڑکے کے باپ نے جو تمہارے دوست تھے تمہیں یہ وصیت کی تھی کہ جو چیز تمہیں پسند ہو وہ میرے بچے کے حوالے کردو۔ تو محترم! تمہیں اپنی پسند کی چیز اس بچے کے حوالے کرنا ہوگا۔ ہزار درہم جو تم نے اپنے پاس روک رکھے ہیں وہ تمہیں پسند ہیں اس لیے کہ انسان اپنے لیے وہی چیز روکتا ہے جو اسے پسند ہوتی ہے لہذا

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے
SCERT TELANGANA

ہزار درہم اس لڑکے کے حوالے کرنا ہوگا۔

☆ ایک مرتبہ ایک شخص اپنا مال کہیں دفن کر کے بھول گیا۔آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا ''یہ کوئی فقہی مسئلہ تو ہے نہیں کہ میں بیان کروں، ہاں البتہ تم جاؤ اور آج صبح تک نماز پڑھتے رہو، تمہیں یاد آجائے گا''۔

چنانچہ اس شخص نے نماز پڑھنا شروع کی، ابھی چوتھائی رات بھی نہ گزری تھی کہ یاد آ گیا اور وہ نماز چھوڑ کر سو گیا۔ اگلی صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا ''مجھے معلوم تھا کہ شیطان تجھے رات بھر نماز پڑھنے کبھی نہ دے گا۔ لیکن مجھے تم پر بھی افسوس ہے کہ تم نے اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے کے لیے پوری رات نماز کیوں نہ پڑھی''۔

امام اعظمؒ کی حاضر جوابی :

قیصر روم نے ایک دفعہ خلیفہ منصور کے پاس اپنا وزیر اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے علماء و فضلاء کو جمع کر کے ان سے تین سوالات دریافت کرے۔ اگر وہ تسلی بخش جواب دے دیں تو ٹھیک ورنہ خلیفہ کو کہنا کہ آئندہ خراج ادا کرنا ہوگا۔

خلیفہ منصور نے دربار لگایا اور علماء کو جمع کیا ان میں امام ابوحنیفہؒ بھی شامل تھے۔ رومی وزیر منبر پر بیٹھا اور اپنے سوال پیش کیے۔ مختلف اصحاب علم نے جواب دیئے مگر بات فیصلہ کن مرحلے تک نہ پہنچ سکی۔ آخر امام ابوحنیفہؒ نے جوابات دینے کی اجازت حاصل کی۔

امام ابوحنیفہؒ (رومی وزیر سے) تم اس وقت سائل کی حیثیت میں ہو اور میں مجیب (جواب دینے والا) پس منبر پر بیٹھنا سائل کا نہیں بلکہ مجیب کا منصب ہے۔

خلیفہ : ہاں یہ بات بہت درست ہے۔

اس پر رومی وزیر منبر سے اتر آیا اور امام ابوحنیفہؒ اس جگہ اطمینان سے بیٹھ گئے۔ اس ڈرامائی صورت واقعہ سے مجلس کا ماحول تبدیل ہو گیا۔ امام ابوحنیفہؒ (رومی وزیر سے) اب اپنے سوالات پیش کرو۔

رومی وزیر: میرا پہلا سوال یہ ہے کہ خدا سے پہلے کیا چیز تھی؟

امام ابوحنیفہؒ: تم ایک، دو، تین، چار، پانچ کی گنتی تو جانتے ہو۔ ذرا یہ بتاؤ کہ ایک سے پہلے کون سا عدد ہے؟

رومی وزیر: ایک سے پہلے کوئی عدد نہیں۔ یہی سب سے پہلے ہے۔

امام ابوحنیفہ: تو پھر جب محض حسابی عدد ''ایک'' کا حال یہ ہے کہ اس سے پہلے کسی عدد کا تصور نہیں کیا جا سکتا تو خدا جو حقیقت میں واحد (ایک) ہے اس سے پہلے کوئی چیز کیسے ہو سکتی ہے؟

رومی وزیر : میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ خدا کا منہ کس طرف ہے؟

امام ابوحنیفہ: پہلے یہ بتاؤ کہ چراغ کی روشنی کا منہ کس طرف ہے؟

رومی وزیر: چاروں طرف۔

امام ابوحنیفہ: اب سوچو کہ آگ جو عارضی نور ہے جب اس کے لیے کوئی خاص سمت معین نہیں کی جاسکتی کہ اس کا منہ فلاں طرف ہے تو پھر اصلی نور یعنی خدا کے لیے کوئی خاص رُخ کیوں کر معین ہوسکتا ہے۔

رومی وزیر: میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

امام ابوحنیفہؒ: اس وقت اس نے اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ ایک کام یہ بھی انجام دیا ہے کہ اس نے تمھیں منبر سے اتار کر میرے سامنے کھڑا کر دیا ہے اور تمہاری جگہ مجھے منبر پر بٹھا دیا ہے۔

رومی وزیر ساکت ہو گیا اور اس کا سر جھک گیا۔ خلیفہ منصور اور مجمع علماء حضرت امام ابوحنیفہؒ کی حاضر جوابی اور نکتہ رسی پر حیران رہ گیے۔

وصال :

خلیفہ منصور نے آپ کو شہر قاضی مقرر کیا۔ آپ نے اس ذمہ داری سے انکار فرمایا جس پر خلیفہ منصور نے آپ کو قید کرڈالا۔ قید خانے میں آپ کو زہر دیا گیا جس کا احساس ہوتے ہی آپ سجدے میں چلے گئے اور آپ کی روح پرواز کرگئی۔ (ادارہ)

I۔ مختصر جوابی سوالات۔

1۔ حضرت ابوحنیفہؒ کو تابعی کیوں کہا جاتا ہے؟

2۔ حضرت ابوحنیفہؒ اپنے استاد کا ادب کیسے کرتے تھے؟

3۔ حضرت ابوحنیفہؒ کی دیانت داری کا کیا عالم تھا؟

4۔ امام آعظمؒ کی روزمرہ کی مصروفیات کیا تھیں؟

II۔ طویل جوابی سوالات۔

1۔ امام آعظمؒ کے تقویٰ اور ان کی پرہیزگاری کا کیا عالم تھا؟

2۔ امام آعظمؒ کے عفوودرگذر کا کوئی واقعہ بیان کیجیے۔

3۔ امام آعظمؒ کی سخاوت اور فیاضی کا کوئی واقعہ لکھیے۔

4۔ ابوحنیفہؒ کی ذہانت وفراست کیسی تھی؟ کوئی واقعہ بیان کیجیے۔

SCERT TELANGANA

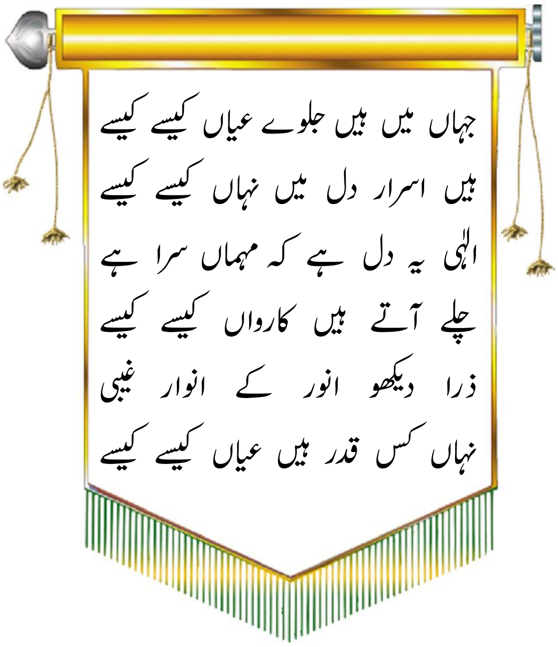

2. مولانا حافظ شاہ محمد انوار اللہ فاروقی خان بہادر فضیلت جنگؒ

از : مولانا محمد محی الدین قادری محمودی

سرزمین دکن اپنے علم وفن کی وجہ سے ہمیشہ نمایاں مقام رکھتا ہے۔اس خطہ سرزمین سے بے شمار علمی، ادبی، دینی اور ثقافتی خدمات انجام دینے والے ماہر علوم وفنون، مصلح قوم اور رہنما پیدا ہوئے ہیں۔ان میں بعض ایسی ہستیاں رہی ہیں جو اپنے ظاہری وباطنی اوصاف کی وجہ سے نہ صرف اپنے زمانے میں بلکہ آنے والے زمانے کے لئے بھی فیوض وانوار پہنچا رہی ہیں۔اس سے نہ صرف دکن بلکہ سارے عالم کے اقوام مستفید ہوتے رہے ہیں۔انہیں میں سے ایک ممتاز شخصیت حضرت مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی کی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی خان بہادر فضیلت جنگؒ 4ربیع الثانی 1264ھ بمقام ناندیڑ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔آپ نے گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید کا حفظ مکمل کیا، پھر آپ نے وقت کے بڑے بڑے علماء سے کسب فیض کرکے علوم دینیہ،فقہ،حدیث اور تفسیر وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔

مولانا انوار اللہ فاروقی ایک بہترین معلم، مدرس، مفکر، مصلح قوم اور عہد ساز عظیم المرتبت شخصیت کے مالک ہیں۔تقویٰ آپ کا طرہ امتیاز ہے۔آپ اپنی زندگی میں شریعت کا حددرجہ پاس ولحاظ رکھتے۔کبھی بھی آپ نے دروغ گوئی سے کام نہیں لیا۔ہمیشہ اعتدال پسند رہے۔آپ اپنے درس وتدریس میں شاگردوں کو حق کی تلقین اور خرافات سے اجتناب کا حکم دیتے رہے۔آپ میں جذبہ ہمدردی، ایثار وقربانی، جودوسخا اور حسن اخلاق کے صفات بدرجہ اتم موجود تھے۔

جامعہ نظامیہ کا قیام:

مولانا انوار اللہ خان بہادر کا عظیم کارنامہ جامعہ نظامیہ کا قیام ہے۔ مولانا نے علم کی روشنی پھیلانے کے لیے 19رذی الحجہ 1292ھ میں اس مدرسہ کی بنیاد رکھی جو آج بھی شہر حیدرآباد سے ساری دنیا میں علم کی روشنی پھیلا رہا ہے۔ جہاں سے اب تک لاکھوں کی تعداد میں طلبہ مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ سلسلہ جاری ہے۔ جامعہ نظامیہ کے قیام کا مقصد ناخواندگی کو دور کرنا، قوم میں قومی اور دینی شعور پیدا کرنا ہے۔ جامعہ نظامیہ میں جماعت اول تا پی۔ ایچ۔ ڈی۔ تک کی مکمل تعلیم اردو، فارسی اور عربی زبان میں حدیث، فقہ، تفسیر، بلاغت، ریاضی اور سماجیات کے علاوہ مختلف علوم وفنون کی تعلیم مفت دی جاتی ہے جہاں قیام وطعام اور کتب مفت فراہم کیے جاتے ہیں۔ جامعہ نظامیہ شہر حیدرآباد ہی میں نہیں بلکہ اضلاع اور دیگر ریاستوں میں بھی اپنے مدارس اور فارغین کے ذریعہ علم کی روشنی پھیلا رہا ہے اور تمام تعلیمی سہولتیں مفت فراہم کر رہا ہے۔ آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی نے ڈسمبر 1900ء میں ان الفاظ کے ذریعہ جامعہ کی سرپرستی قبول فرمائی۔

"مدرسہ نظامیہ ملک کا ایک غیر سرکاری دینی تعلیمی ادارہ ہے جس کو حضرت مولوی حافظ محمد انوار اللہ فاروقی نے قائم فرمایا اور مجھ سے کئی مرتبہ یہی فرمایا کہ اس مدرسے میں صرف درس نظامی کی تعلیم ہوتی ہے۔ کسی اور زبان کی تعلیم نہیں ہوگی میں نے اس سے اتفاق کیا اور اب میں اس مدرسہ کا سرپرست ہو گیا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ حضرت مولوی صاحب ہی اس مدرسے کے صدر رہیں گے"۔

بارگاہ نبوت میں جامعہ نظامیہ کی مقبولیت

اس عظیم وقدیم جامعہ نظامیہ کی مقبولیت کا اندازہ اس خواب سے کیا جاتا ہے کہ 22/ ذی الحجہ 1321ھ جامعہ کے جلسہ تقسیم اسناد جس میں مشائخ اور علم دوست اصحاب شریک تھے۔ مولانا عبدالصمد قندھاری جو جامعہ کے ستائیس رکنی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں، اپنے دست مبارک سے اسناد تقسیم فرما رہے تھے۔ جلسے میں مولانا مفتی رکن الدین صاحب بھی موجود تھے۔ مولانا عبدالحق مصنف تفسیر حقانی نے فضیلت علم وتعلیم دینیہ کی ضرورت اور اہمیت پر تقریر فرمائی۔ اسی شب حضرت مولانا شرف الدین رودولویؒ نے خواب میں دیکھا کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور اسناد جامعہ کو اپنی دستخط خاص سے مزین ومنور فرمانے کے لیے طلب فرما رہے ہیں۔ چنانچہ منتظم مدرسہ سندیں لے کر حاضر ہوئے"۔ یہ رات تمام نظامیہ کے حقیقی وابستگان کے لیے ہے کہ ان کی سعی بارگاہ رحمۃ اللعالمین میں شرف قبولیت پا گئی۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے
SCERT TELANGANA

خطابات :

آپ کی علمی قابلیت سے متاثر ہوکر آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خان نے شرف تلمذ حاصل کیا، پھر آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خان نے اپنے فرزند نواب میر عثمان علی خان آصف جاہ سابع کی تعلیم وتربیت کے لیے آپ کو مقرر فرمایا۔ آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خان نے اپنی جشن تخت نشینی کے موقع پر 1301 ھ میں ''خان بہادر'' کا خطاب سے سرفراز فرمایا اور نواب میر عثمان علی خان نے جشن سالگرہ 1332 ھ میں ''فضیلت جنگ'' کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

ناظم امورِ مذہبی پر تقرر :

اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان نے آپ کی علمی قابلیت، حلم و بردباری کی وجہ سے بہ نظر قدردانی ناظم امور مذہبی و صدرالصدور صوبہ جات دکن کے عہدہ جلیلہ کے لیے آپ کا انتخاب فرمایا۔ مولانا نے بارگاہ شاہی میں عرض کیا کہ ''سرکاری ملازمت کے لیے انتہائی عمر پچپن سال مقرر ہے اور میں پچپن سال سے متجاوز ہوں''۔ شاہی فرمان جاری ہوا کہ ''اس وقت ملک میں ان خدمات کے لیے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں ہے۔ اس لیے آپ کو ہی مقرر کیا جاتا ہے۔'' آپ آخری دم تک اس عہدے پر فائز رہے۔ صیغہ مذہبی کے علاوہ دوسرے امور سلطنت میں بھی آپ کی رائے پر عمل کرتے اور کونسل میں بھی آپ کے مشورے بڑی وقعت کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔

نظام قضات کا قیام :

مولانا انواراللہ فاروقی ناظم امور مذہبی اور صدرالصدور کے منصب پر فائز ہونے کے بعد قاضیوں کو شاہی ملازمین میں شمار کرنے کی تجویز پیش کی جس کی قبولیت پر 1927ء میں شاہی فرمان جاری کردیا گیا۔ اس طرح حضرت شیخ الاسلام کی تجویز پر قاضی صاحبان کو صاحب دفتر اور دفاتر قضات کو باضابطہ سرکاری دفاتر قرار دیا گیا اور ایک سیاہہ نامہ کا نمونہ مرتب کروایا۔ جواب تک موجود ہے اسی سیاہہ جات میں شادی کے تمام امور کے اندراجات انجام پارہے ہیں۔

دائرۃ المعارف عثمانیہ کا قیام :

مولانا انواراللہ فاروقیؒ زمانہ قیام مدینہ شریف کے جو نایاب کتب نقل کروائے تھے اور اپنے ہمراہ حیدرآباد لائے اس کو تلف ہونے سے بچانے کے لیے ایک تحریک چلائی جس کو نواب میر عثمان علی خان نے قبول کیا۔ جس سے دائرۃ المعارف عثمانیہ کا قیام عمل میں آیا تا کہ نایاب کتب شائع ہوسکیں۔ اس ادارے سے سب سے پہلی جو کتاب شائع ہوئی وہ کنز العمال ہے جو احادیث نبویہ کا بہترین مجموعہ ہے۔ یہ ادارہ اب عثمانیہ یونیورسٹی کے زیر انتظام ہے۔

کتب خانہ آصفیہ (سنٹرل لائبریری) کا قیام :

کتب خانہ آصفیہ کا بلحاظ علمی نوادرات کے ہندوستان کے مشہور کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔ مولانا انوار اللہ علمی نوادرات کو محفوظ کرنے کے لیے قیام کتب خانہ کے لیے تحریک چلائی جس کو نواب میر عثمان علی خاں نے منظور کیا۔ 1308ھ میں کتب خانہ آصفیہ کا قیام عمل میں آیا۔ یہ کتب خانہ اب ریاستی حکومت کے زیر انتظام ہے۔

تصانیف :

مولانا انوار اللہ فاروقی کو تصنیف و تالیف سے بھی بے حد لگاؤ تھا۔ مولانا کی کم و بیش چالیس تالیفات و تصانیف ہیں جن میں مقاصد الاسلام، حقیقۃ الفقہ اور انوار الحق کے علاوہ شاعری کا مجموعہ شمیم الانوار قابل ذکر ہے۔ مولانا کی معرکۃ الاراء تصنیف انوار احمدی ہے جس میں آپ نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے وابستگی اور قلبی لگاؤ کا برجستہ اظہار کیا ہے۔ اس کے علاوہ اصلاح معاشرہ اور تعلیمی تحریک سے متعلق متعدد مضامین موجود ہیں۔

وصال :

علم کا یہ درخشاں مینار 29/ جمادی الاول 1336ھ بمطابق 1917ء داعی اجل کو لبیک کہا۔ جامعہ نظامیہ شبلی گنج، حیدرآباد میں آپ کی درگاہ تشنگانِ فیوض و برکات کے لیے مرجع خاص و عام ہے۔ نواب میر عثمان علی خان نے ان الفاظ کے ذریعہ مولانا انوار اللہ فاروقی کی شخصیت اور خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

> ”مولوی محمد انوار اللہ فضیلت جنگ بہادر اس ملک کے مشائخ عظام میں سے ایک عالم باعمل اور فاضل اجل تھے اور اپنے تقدس و ورع اور ایثار و نفس وغیرہ کی خوبیوں کی وجہ سے عامتہ المسلمین کی نظروں میں بڑی وقعت رکھتے تھے۔ وہ والد مرحوم، میرے، نیز میرے دونوں بچوں کے استاد بھی تھے اور ترویج علوم دینیہ کے لیے مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا، جہاں اکثر ممالک بعیدہ سے طالبان علوم دینیہ آ کر فیوض معارف و عوارف سے مستفید ہو رہے ہیں۔ مولوی صاحب کو میں نے اپنی تخت نشینی کے بعد ”ناظم امور مذہبی“ اور ”صدر الصدور“ مقرر کیا تھا اور مظفر جنگ کا انتقال ہونے پر معین المہام امور مذہبی کے عہدہ جلیلہ پر مامور کیا۔ مولوی صاحب نے سررشتہ امور مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر ہیں اور اگر وہ تکمیل کو پہنچائی جائیں تو یہ سررشتہ خاطر خواہ ترقی کر سکے گا۔ بہ لحاظ ان خصوصیات کے مولوی صاحب کی وفات سے ملک اور قوم کو نقصان عظیم پہنچا اور مجھ کو نہ صرف ان کے وجود سے بلکہ تلمذ کے خاص تعلق کے باعث مولوی صاحب مرحوم کی جدائی کا سخت

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے

افسوس ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے مدرسہ نظامیہ میں دو تعلیمی وظیفے پچیس پچیس روپیے ماہانہ کے مولوی صاحب کے نام سے ہمیشہ کے واسطے قائم کیے جائیں، یہ وظیفے کس درجے کے طالب علموں کو کس مدت کے لیے اور کن شرائط سے دیے جائیں گے، اس کے متعلق علیحدہ تجاویز پیش کر کے میری منظوری حاصل کی جائے"۔

I. مختصر جوابی سوالات

1. مولانا انوار اللہ فاروقی کب اور کہاں پیدا ہوئے؟
2. مولانا انوار اللہ فاروقی کن خصوصیات کے حامل تھے؟
3. سلطنت آصفیہ کے کونسے حکمراں مولانا انوار اللہ خاں کے شاگرد تھے؟
4. علمی نوادرات کو محفوظ کرنے کے لیے مولانا نے کونسی خدمات انجام دیں؟

II. طویل جوابی سوالات

1. جامعہ نظامیہ کی مقبولیت کا اندازہ کس واقعہ سے ہوتا ہے؟
2. نواب میر عثمان علی خاں نے اپنے تعزیتی پیام میں کیا کہا؟
3. مولانا نے نظامِ قضات کے لیے کیا اصلاحات کیں؟

SCERT TELANGANA

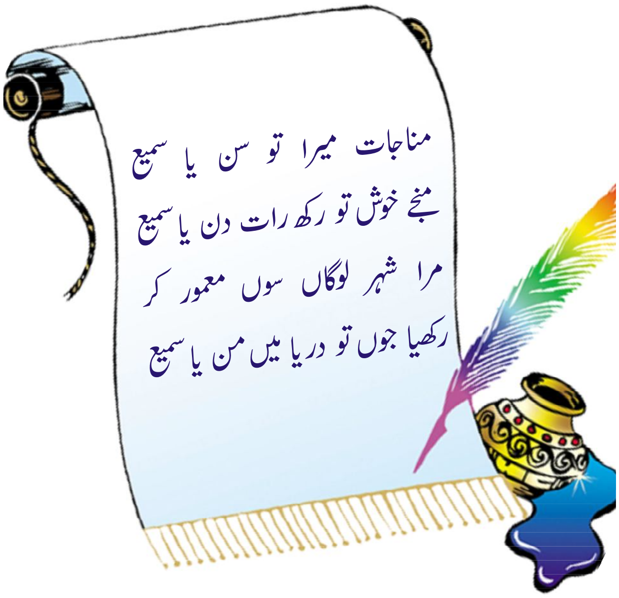

3. محمد قلی قطب شاہ

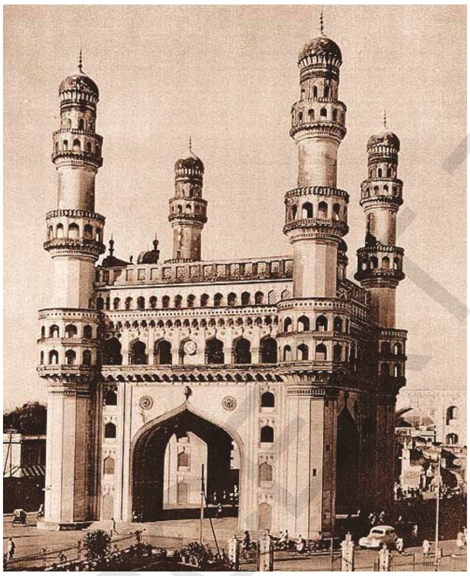
چارمینار

آج سے چار سو سال قبل دکن میں ایک خاندان حکومت کرتا تھا۔ جس کا نام تھا قطب شاہی خاندان۔ اس خاندان کا بانی سلطان قلی تھا۔ قطب شاہی خاندان میں سات بادشاہ گزرے ہیں۔ پانچویں بادشاہ کا نام سلطان محمد قلی قطب شاہ تھا۔

محمد قلی قطب شاہ ۱۴/اپریل سنہ ۱۵۶۵ء مطابق ۱۴ رمضان ۹۷۳ھ بروز جمعہ پیدا ہوا۔ اس شہزادے کی پیدائش کی مسرت میں مسلسل کئی دن تک جشن منایا گیا۔ غریبوں اور فقیروں میں خیرات تقسیم کی گئی۔

محمد قلی کی تعلیم و تربیت پر بڑی توجہ دی گئی۔ اس نے خود اپنے کلام میں اپنے علم و فضل پر ناز کیا ہے۔ کہتا ہے۔

نہ لکھ سکے گا کئے شرح منج کتاباں کا
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیون اعجاز

محمد قلی قطب شاہ کی جو تصویریں دستیاب ہوئی ہیں۔ انہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک خوب رو جوان رعنا اور وجاہت میں بے مثل تھا۔ وہ مضبوط اور چھریرے بدن کا مالک تھا۔

محمد قلی نے اٹھارہ سال کی عمر میں شادی کی تھی۔ دکن کی تاریخوں میں لکھا ہے کہ ایک مہینہ تک اس مسرت میں رات دن جشن منائے گئے اور دعوتیں ہوتی رہیں شاہی محلات کو بڑی خوب صورتی سے آراستہ کیا گیا تھا۔

محمد قلی قطب شاہ کی اولاد میں صرف ایک لڑکی تھی جس کا نام حیات بخش بیگم تھا۔ حیات بخش بیگم ایک لائق اور مدبر خاتون تھیں

حکومت کے سیاسی معاملات میں یہ رائے مشورے دیا کرتی تھیں۔ انہوں نے کئی مسجدیں اور محل تعمیر کرائے اور اپنی یادگار کے طور پر ''حیات نگر'' بھی آباد کیا تھا۔

محمد قلی قطب شاہ کا زمانہ وہ زمانہ ہے جبکہ انگلستان میں ملکہ الزبیتھ کی حکومت تھی اور ہندوستان میں شہنشاہ اکبر حکومت کر رہا تھا۔ دولت و ثروت میں قطب شاہی سلطنت مغلوں سے کم نہ تھی۔ اس وقت گولکنڈہ ہیروں کا شہر کہلاتا تھا۔

محمد قلی قطب شاہ بڑا ہی بہادر سمجھ دار اور ارادے کا پکا تھا اس کے دور حکومت میں ملک میں امن ہی امن تھا۔ جس کی وجہ سے اسے دل کھول کر رعایا کے کام کرنے کا موقع ملا۔ اس نے رعایا کے سارے ٹیکس معاف کر دئے۔

محمد قلی ایک امن پسند اور رحم دل بادشاہ تھا۔ جنگ میں کسی علاقے کو فتح کرنے کے بعد محمد قلی نے قلعوں، عمارتوں یا شہروں کو تباہ نہیں کیا۔ وہ اتنا رحم دل تھا کہ اپنے دور حکومت میں کبھی کسی کو قتل کا حکم نہیں دیا۔

بادشاہ کی داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی حاجت منداس کے دربار میں پہنچتا تو خالی ہاتھ واپس نہ جاتا۔ رعایا میں جب کسی کے یہاں شادی ہوتی تو شادی بیاہ کا سارا خرچہ شاہی خزانے سے دیا جاتا تھا۔ بیرونی ممالک سے آئے ہوئے لوگ جب اپنے وطن واپس جاتے تو سفر خرچ دیا جاتا تھا۔ محمد قلی بڑا عادل اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔ اس نے داد محل نام سے ایک محل تعمیر کیا تھا جس کے دروازے غریبوں اور مصیبت زدہ لوگوں کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ یہاں مظلوم اور آفت زدہ لوگ بلا روک ٹوک بادشاہ سے اپنا حال بیان کر سکتے تھے۔

محمد قلی کو فن تعمیر سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس کے زمانے میں کئی مسجدیں بنائی گئیں مدرسے، محتاج خانے اور شفا خانے قائم

SCERT TELANGANA

کیے گئے ۔مسافروں اورراہ گیروں کے آرام کے لیے سرائیں اور باولیاں بنائی گئیں' لنگر جاری کئے گئے۔محمد قلی قطب شاہ نے رود موسیٰ کے کنارے ایک نیا شہر بسایا۔اس کو حضرت علیؓ مرتضیٰ کرار سے بے حد عقیدت تھی اس نسبت سے اس شہر کا نام حیدر آباد تھا۔

حیدر آباد میں اس نے کئی خوب صورت محل اور عمارتیں تعمیر کروائیں جن میں سے کاروان سرائے ۔ دارالشفا، چار کمانیں ،گلزار حوض اور دیگر کئی عمارتیں قطب شاہی عہد کی یاد دلاتی ہیں ۔ چار مینار ایک دیدہ زیب عمارت ہے جو قلب شہر میں واقع ہے ۔

اس سلطنت کی تعمیر ایسے ہاتھوں سے ہوئی جو ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار تھے وہ اس سرزمین میں ایسے بس گئے کہ بالکل دکنی ہو گئے ۔انہوں نے یہاں کی معاشرت رہن سہن کے طریقوں اور لباس کو اپنایا اور یہاں ایک ملی جلی تہذیب کی داغ بیل ڈالی ۔محمد قلی قطب شاہ کو فن تعمیر کے علاوہ شعر و سخن سے بھی بڑا لگاؤ تھا۔وہ **اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر تھا**۔اس نے اردو کے علاوہ تلگو میں بھی شاعری کی ۔تلگو میں اس نے اپنا تخلص ترکمان رکھا۔لیکن اب اس کا تلگو کلام دستیاب نہیں ۔

محمد قلی ایک محب وطن اور قوم پرست شاعر تھا۔اس کو دکن کے ذرے ذرے سے محبت تھی ۔ اس کی شاعری میں ہندوستانی تہذیب اور معاشرت کی بھرپور عکاسی ملتی ہے ۔ اس نے یہاں کے موسموں اور رسم و رواج پر خوب صورت نظمیں لکھیں ۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ شمالی ہند میں مغل بادشاہ اکبر اعظم جس وقت مذہبی یگانگت پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا ٹھیک اسی وقت دکن میں محمد قلی قطب شاہ قومی یکجہتی کو فروغ دے رہا تھا۔

اس نے شاعری میں جہاں اپنے مذہبی خیالات کا اظہار کیا ہے ۔ وہاں ہندوستانی مذہبوں کے طور طریقوں کا بھی ذکر کیا ہے ۔مثلاً آرتی ،سیندور' کدم' کستور اور کم جو خالص ہندوستانی چیزیں ہیں ۔محمد قلی کی شاعری میں ہندوستانی موسمی کیفیت ، یہاں کے رسم و رواج رہن سہن کے طریقے ، یہاں کے پرندوں ، جانوروں اور پھولوں کی خوبصورت تصویریں موجود ہیں ۔ وہ ایران کے پرندوں کے بجائے کھنجن (شیاما) کوئل ، چکور ، مولے ، مور ، ہنس ، پپیہا یہاں تک کہ جگنو ، کوئے مینڈک ، بیر بہوٹی کا بھی ذکر کرتا ہے ۔

ہندوستانی عورتیں اور مرد ''پان'' کے شوقین ہوتے ہیں ۔عید، جشن اور شادی کے موقع پر پان کے بیڑے تقسیم کئے جاتے ہیں ۔محمد قلی نے پان کھا کر ہونٹوں کو سرخ بنانے کی بات کہی ہے ۔

''وسنت'' ہندوستان کا ایک تہوار ہے جس میں بہار کی آمد کا استقبال کیا جاتا ہے ۔''مرگ'' بارش کے آغاز کو کہتے ہیں ۔ یہ خالص ہندوستانی تہوار ہیں ۔محمد قلی نے اس موضوع پر بھی بڑے اچھے شعر کہے ہیں ۔کھیل تماشوں کا بھی جہاں ذکر کیا ہے وہاں ہندوستانی کھیل ہی پیش کئے ہیں ۔ بازی گر ، نٹ ، ساز بجانے والے ، کولانت کھیلنے والے ، ناٹک کھیلنے والے ان تمام کا ذکر کیا ہے ۔

محمد قلی شیعہ مذہب کا پیرو تھا۔لیکن قطب شاہی سلاطین بڑے وسیع النظر اور کشادہ قلب تھے ۔قطب شاہی بادشاہوں کا امتیاز ہے کہ ان میں کسی قسم کی مذہبی تنگ نظری نہیں تھی ۔

محرم کے تمام رسوم اسی بادشاہ کے زمانے میں جاری ہوئے تھے ۔ اپنے نئے پائے تخت میں جو پہلی مقدس عمارت تعمیر کروائی وہ بادشاہی عاشور خانہ تھا۔

محمد قلی کی شخصیت بڑی متنوع تھی ۔ اس کو شاعری کے علاوہ خوش خطی کا بھی بڑا شوق تھا۔ چنانچہ حیدر آباد کی عمارتوں میں ہمیں

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے
SCERT TELANGANA

خطاطی کے نمونے نظر آتے ہیں۔آخری ایام میں اپنے بھائی کی بدسلوکی کی وجہ سے محمد قلی کو بہت صدمہ پہنچا اور صحت خراب ہوگئی جو اس کی موت کا باعث ہوئی۔

قطب شاہی بادشاہوں کے مقبرے چار مینار سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر بجانب مغرب واقع ہیں۔ یہ مقبرے گنبدوں کی شکل میں بنائے گئے ہیں اور قطب شاہی طرز کے بہترین نمونے سمجھے جاتے ہیں۔

قطب شاہی مقبروں میں سب سے عالی شان مقبرہ محمد قلی قطب شاہ کا ہے۔ جو اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے لیے بنوالیا تھا۔ یہ گنبد ایک بڑے چبوترے پر بنایا۔

محمد قلی قطب شاہ کی یادگار سالانہ جشن کی صورت میں آج بھی منائی جاتی ہے۔دکن کے ایک نامور سپوت ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ نے یوم محمد قلی قطب شاہ کے نام سے اردو اور تلگو میں ادبی اور تہذیبی تقاریب منانے کی ابتدا کی ہے۔ (ادارہ)

I۔مختصر جوابی سوالات۔

1۔قطب شاہی خاندان کے بارے میں مختصر بیان کیجیے۔

2۔محمد قلی قطب شاہ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

3۔حیات بخش بیگم کون تھی،ان کے بارے میں لکھیے؟

4۔محمد قلی کو فن تعمیر کے علاوہ اور کن چیزوں کا شوق تھا؟

5۔''محمد قلی بڑا عادل اور انصاف پسند بادشاہ تھا'' کیسے؟ وضاحت کیجیے۔

6۔قطب شاہی مقبرے کہاں ہیں؟ان کے بارے میں لکھیے؟

II۔طویل جوابی سوالات۔

1۔محمد قلی قطب شاہ کی شاعری میں کون کونسے مضامین ملتے ہیں؟

2۔محمد قلی قطب شاہ ایک محب وطن اور قوم پرست شاعر تھا۔اپنے خیالات کا اظہار کیجیے۔

3۔محمد قلی کے دور کی فن تعمیر پر ایک نوٹ لکھیے۔

SCERT TELANGANA

- جدید حیدرآباد کے معمار
- درویش صفت اور رعایا پرور بادشاہ
- دکن میں بھائی چارہ اور قومی یکجہتی کے علمبردار
- فرض شناس مدبر، ترقی پسند حکمران
- صاحب علم اور علم پرور حکمران

4. نواب میر عثمان علی خان

از : طیبہ بیگم

ولادت :

دکن کی رعایا کے محبوب بادشاہ میر محبوب علی خاں کے ہاں یکم رجب 1302ھ مطابق 5/ اپریل 1886ء کو میر عثمان علی خاں پرانی حویلی حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ ماں کا نام امتہ الزہرا تھا اور ''نادرِ دکن'' کے لقب سے جانی جاتی تھیں۔ 24 سال کی عمر میں میر محبوب علی خاں آصف جاہِ سادس کے جانشین اور ملک دکن کے ساتویں فرمان روا ہوئے۔

تعلیم وتربیت :

بسم اللہ خوانی کے بعد پانچویں سال سے تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ عربی، فارسی، انگریزی اور اردو کی تعلیم گھر پر ہوئی۔ مولانا انوراللہ خاں فضیلت جنگؒ عربی تعلیم اور دینی تربیت کے لیئے مقرر کیے گئے جو علومِ اسلامیہ کے عالم تھے۔ سید حسین بلگرامی نواب عماد الملک اور فارسی کے اہلِ زبان آغا حیدر علی شوستری فارسی زبان و ادب کی تعلیم کے لئے متعین کیے گئے۔ مسٹر ایجرٹن انگریزی تعلیم پر مامور ہوئے۔ فن سپہ گری اور شہہ سواری کے لیے سرافسر الملک منتخب کیے گئے جو افواج آصفیہ کے کمانڈر تھے۔

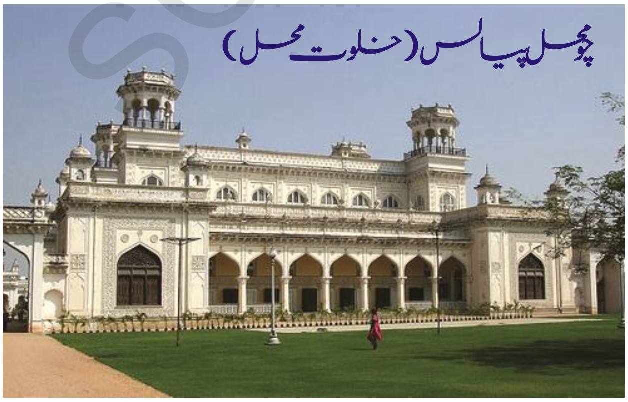

گھر پر تعلیم مکمل کرنے پر مدرسہ عالیہ اور نظام کالج کا

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے
SCERT TELANGANA

رخ کیا۔غرض ان کی تعلیم وتربیت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔

میر عثمان علی خاں بے حد ذہین اور روشن دماغ تھے۔عربی، فارسی، انگریزی اور اردو پر یکساں عبور حاصل تھا۔زبان اور قلم دونوں پر حاوی تھے۔اردو زبان کے اسلوبِ تحریر اور اندازِ بیان میں یکتا تھے۔شاعری آپ کو ورثے میں ملی تھی اور نظم اور نثر دونوں میں کمال حاصل تھا۔آپ کے اردو اور فارسی کلام کا دیوان بھی شائع ہوا۔عثمانؔ تخلص کرتے تھے۔

بچپن ہی سے مخصوص شاہانہ آداب کی تربیت کے لیے اقبال یار جنگ کی اتالیقی ملی جو میر محبوب علی خاں کے بھی اتالیق رہ چکے تھے۔ان کے علاوہ نواب عماد الملک اور تہور جنگ بھی ان کے اتالیق اور نگران کار تھے۔

آپ کی تربیت میں خاص لحاظ رکھا گیا تھا۔ہر قسم کے لہو ولعب سے دور تھے۔ولی عہدی کے زمانے سے ہی جہاں بینی اور جہاں بانی کے مطالعے میں مصروف رہتے تھے۔ملک کے نظم ونسق اور رعایا کی اصلاح وفلاح کے لیے کوشاں رہتے تھے۔آپ بلند ہمت اور فراخ حوصلہ تھے اور پُر وقار و پُر جلال شخصیت کے مالک تھے۔

نکاح :

1326ھ مطابق 1910ء میں میر عثمان علی خاں کی شادی نواب جہانگیر جنگ بہادر کی صاحب زادی اعجاز النساء سے ہوئی جو ''دُلہن پاشا'' کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

اولاد :

دُلہن پاشاہ سے آپ کو دولڑ کے میر حمایت علی خاں اعظم جاہ بہادر اور میر شجاعت علی خاں معظم جاہ بہادر پیدا ہوئے۔میر شجاعت علی خاں کو شاعری کا ذوق تھا اور شجیعؔ تخلص کرتے تھے۔ایک صاحب زادی شہزادی پاشا تھیں۔

آصف جاہی خاندان کی وجاہت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اعظم جاہ کی شادی ترکی کے خلیفہ سلطان عبدالمجید خاں آفندی کی صاحب زادی درِشہوار دردانہ بیگم اور معظم جاہ کی شادی سلطان کی حقیقی بھانجی نیلوفر فرحت بیگم سے / 12 نومبر 1931ء بہ مقام فرانس نہایت سادگی سے انجام پائی۔

/ 12 اکتوبر 1933ء کو شہزادی درِشہوار اور اعظم جاہ کے صاحب زادے اور میر عثمان علی خاں کے پوتے میر برکت علی خاں کی ولادت ہوئی۔دادا نے ''مکرم جاہ'' کا خطاب دیا اور اپنا جانشین مقرر کیا۔دوسرے پوتے میر کرامت علی خاں کو نظام نے ''مفخم جاہ'' کا خطاب دیا۔

جانشینی :

/ 4 رمضان 1329ھ مطابق 1911ء میں 24 سال کی عمر میں آپ میر محبوب علی خاں

تاج عثمانیہ

SCERT TELANGANA

کے جانشین مقرر ہوئے اور آصف جاہ ہفتم آپ کا لقب ہوا اور جانشینی کا اعلان ہوا۔ چنانچہ آپ کا عہدِ حکومت / 29 اگست 1911ء سے شروع ہوا۔ بہ حیثیت حکمران آپ نے 37 سال تک حیدرآباد پر حکومت کی۔

حدودِ سلطنت :

میر عثمان علی خاں نے دکنی تہذیب کی چھاؤں میں جب اس سلطنت حیدرآباد کی باگ ڈور سنبھالی تو اس کے حدود - شمال میں برار اور متوسط صوبہ تھا۔جنوب میں مدراس، مغرب میں بمبئی اور مشرق میں مدارس اور صوبہ متوسط تھا۔

دریائے گوداوری اور کرشنا سرزمین دکن کو سیراب کررہی تھیں۔ اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین اس سرزمین پر سایہ فگن تھے جن کی برکتوں کے صدقے میں حیدرآباد امن وامان، قومی یکجہتی اور الفت ومحبت کا سرچشمہ بنا رہا۔شعر وادب اور علم وفضل سے سنورتا رہا۔

آصف سابع میر عثمان علی خاں کا 37 سالہ دور مملکت آصفیہ کا سنہرا دور تھا۔ یہاں اردو زبان سب کی من پسند زبان تھی۔حکومت کی سرکاری زبان بھی اردو ہی تھی۔رواداری اس کی گھٹی میں تھی، بھائی چارہ اور قومی یک جہتی اس کا اصول تھا۔

حیدرآباد دکن تین حصوں پر مشتمل تھا۔تلنگانہ، مرہٹواڑہ اور کرناٹک، تلنگانہ میں تلنگی اور مرہٹواڑہ میں مرہٹی بولی جاتی تھی۔ جنوب کا کچھ حصہ کرناٹک کہلاتا تھا جہاں کنڑی بولی جاتی تھی۔لیکن عوامی زبان اردو ہی تھی جسے سب بولتے سمجھتے، پڑھتے اور لکھتے تھے۔مرہٹوں،تلنگیوں اور کنڑوں کے علاوہ حیدرآباد میں ہندو،مسلم،سکھ،عیسائی، پارسی،عرب، پٹھان سبھی شیروشکر ہوکر رہتے بستے تھے۔ مہاراجہ کشن پرشاد وزیر اعظم حیدرآباد تھے۔ وینکٹ رامارڈی کوتوال بلدہ، تاراپوروالا مشیر مال، نرسنگ راؤ مہتمم سیونگ بینک اور نظامت پٹہ کی خدمات انجام دیتے تھے جو مذہبی رواداری کی زندہ مثال تھی۔ حیدرآباد کی گنگا جمنی تہذیب، قومی یکجہتی دورِ عثمانی کا ایک قابل قدر ورثہ تھی۔

راج پرمکھ :

ستمبر 1948ء کے پولیس ایکشن کے بعد سلطنت آصفیہ کے والی نظام ہفتم سے سارے شاہی اختیارات لے لیے گئے۔ ان کے قیمتی جواہرات اور خزانے ریزرو بینک آف انڈیا کو منتقل کردیے گئے۔ ایک عام آدمی کی طرح ان پر انکم ٹیکس، ویلتھ ٹیکس اور سوپر ٹیکس لازم کردئے گئے۔ ایک آزاد مملکت کے آزاد حکمران کو 1950ء میں ''راج پرمکھ'' کی حیثیت سے برائے نام برقرار رکھا گیا۔

یکم نومبر 1956ء کو آندھرا پردیش کا قیام عمل میں آیا تو حیدرآباد کو اس کا دارالسلطنت مقرر کیا گیا اور نظام ہشتم کو راج پرمکھ کے عہدے سے سبک دوش کرکے انہیں گورنری کی پیش کش کی گئی جسے نظام نے قبول نہیں کیا۔

وفات:

دولت واقتدار سے محروم اس بادشاہِ بے تاج نے 13 برس تک گوشہ نشینی کی زندگی گزاری، خانہ زادوں کی پرورش کرتے

رہے اور شاعری کو اپنا ہم نشین وغمگسار بنایا۔ آپ نے کنگ کوٹھی میں/ 24 فروری 1967 کو وفات پائی اور اپنی وصیت کے مطابق محل کے قریب مسجد جودی کے صحن میں اپنی محترم ماں کے قدموں کے پاس دفن ہوے۔ گو کہ آصف جاہی سلطنت کے اکثر بادشاہ اور افرادِ خاندان مکہ مسجد کے صحن میں مدفون ہیں۔

میر عثمان علی خاں کی شخصیت، اخلاق وآداب:

میر عثمان علی خاں کی تخت نشینی یعنی 1911ء سے لے کر 1948ء تک عہدِ عثمانی کے پُرعظمت 37 سالوں میں حیدر آباد کو ہندوستان بھر میں جو مقام، اہمیت شہرت اور نیک نامی حاصل رہی اور تہذیب وتمدن کا مرکز مانا گیا اس کی اصل اور سب سے بڑی وجہ خود سلطنتِ آصفیہ کے اس بلند مرتبت، روشن دل اور روشن دماغ مدبّر کی اپنی شخصیت تھی۔

عثمان علی خاں نے اپنی خاندانی وجاہت، تہذیب اور شائستگی کا ہمیشہ پاس ولحاظ کیا۔ اسلامی اصول اور تعلیمات پر کاربند رہے۔ دولت حشمت کی چوکھٹ پہ فقیری کی شان تازہ رکھی۔

اپنے بزرگوں کی عالی شان روایات کو نظر میں رکھتے ہوے حال کو لائقِ تقلید بنایا اور مستقبل کو سنوارنے کی فکر میں ہر وقت مصروف رہے۔ اس نیک دل ہم درد، سادگی پسند انسان نے بلندی پر پہنچ کر پستی کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ ان کی نظر ریاست کے ہر بلند وپست پر، امراء سے لے کر غربا تک رہتی تھی۔ عوام کی ضروریات کا انہیں پورا احساس تھا۔ انہوں نے خود کو خدمتِ خلق کے لیے وقف کر دیا۔ صحیح معنوں میں انہوں نے حیدر آباد کو لائقِ رشک بنا دیا۔ جب انہوں نے اپنے والد محبوبِ دکن سے تخت وتاج حاصل کیا تھا۔ حکومت کا خزانہ تقریباً خالی تھا اور جب خود اقتدار سے محروم ہوے تو حیدر آباد برِ صغیر کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور خوش حال ریاست تھی۔

ڈیڑھ کروڑ رعایا کی آنکھوں نے اپنے بادشاہ کی کسر نفسی، سادگی، رواداری، بے تعصبی اور جفا کشی کو دیکھا۔ سبھی کو اعتراف تھا کہ عثمان علی خان جیسا عالی دماغ، دور بین اور باوقار سلطان، سلاطین آصفیہ کی روایات کو زندہ رکھنے والا فرض شناس مدبر، ترقی پسند حکمران سارے خانوادہ آصفیہ میں سب سے زیادہ لائقِ احترام اور سب سے زیادہ عظیم تھا۔

انہوں نے سلطنت آصفیہ کے وقار وعظمت، اقتدار اور نیک نامی اور عوام کی خوش حالی کے لئے دولت جمع کی اور ہمیشہ اسے عوام ہی کی امانت سمجھا۔ لاکھوں کروڑوں روپیے ملک وملت کی بھلائی کے لیے صَرف کر دیے لیکن خود اپنی ذات کے لیے انہوں نے فقیرانہ زندگی ہی کو منتخب کیا۔ اپنی بے مثال شخصیت سے دوسروں کی زندگی کو سادہ اور پاکیزہ بنانے کی کوشش کی۔ ملک اور رعایا کو سیدھے سادے مگر سچے اسلامی اصولوں پر چلنے کی راہ بتائی۔ بُرے رسم ورواج تو ہمات، لہو ولعب اور فضول خرچیوں سے دور رہنے کی ترغیب دی۔ ہر کام میں کفایت شعاری اور باقاعدگی کو ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی۔ بلا لحاظ مذہب وملت انہوں نے عوام کی خدمت کو اپنا مقصد بنایا۔ ان کی باخبری کا یہ عالم تھا کہ شہر کے ہر چھوٹے بڑے فقیر ورئیس کی حالت سے وہ باخبر تھے۔ غریبوں، یتیموں اور بیواؤں

کی دل کھول کر مدد کرتے تھے۔ان کے لیے وظیفے جاری کرتے۔رعایا کی مدد کے لیے انہوں نے مختلف ٹرسٹ قائم کیے تا کہ محتاجوں اور بے سہاروں کی مدد کی جا سکے۔تعلیمی وظائف دے کر انہیں سماج میں اونچا اٹھنے اور ذمہ دار شہری بنانے کی کوشش کی۔ بادشاہ کی فیاضی اور بے تعصبی کی وجہ سے ان کی رعایا اپنے غریب پرور بادشاہ کی جاں نثار تھی۔

میر عثمان علی خاں ایک درویش صفت بادشاہ تھے اور سخاوت میں اپنے وقت کے حاکم تھے۔رعایا کی دل دہی اور دل داری میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے۔ان کے بارے میں حیدرآباد کے بڑے بوڑھوں میں عجیب وغریب قصے مشہور تھے جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نام ہی کے نہیں سچ مچ عوام کے محبوب بادشاہ تھے۔

قصہ مشہور ہے کہ راتوں میں بھیس بدل کر وہ رعایا کا حال معلوم کرتے تھے۔غریبوں،مزدوروں کا کھانا خود کھاتے اور اپنا توشہ انہیں دے دیتے اس تاکید کے ساتھ کہ گھر جا کر کھولیں۔توشہ کھولا جاتا تو اس میں اشرفیاں برآمد ہوتیں۔

عثمان علی خاں کی تعلیمی اور علمی خدمات :

میر عثمان علی خاں ریاست حیدرآباد کے روشن اور درخشاں دور کے معمار تھے انہوں نے ہر شعبہ،زندگی میں حیدرآباد کو ایک مثالی ریاست بنا کر ترقی دی۔تعلیم کو عام کیا نظم ونسق اور فلاح وبہبود کے کاموں میں بہت سی اصلاحات کیں۔اپنی دوراندیشی کے باعث انہوں نے ریاست کو ایسا انتظامیہ دیا کہ چند ہی دنوں میں کایا پلٹ دی۔سیاسی،علمی اور معاشرتی حیثیت سے اتنی ترقی ہوئی کہ ہندوستان کی کوئی اور ریاست حیدرآباد کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

ان کا سب سے نمایاں کارنامہ اردو زبان کی ترویج تھا۔اردو کو فارسی کی جگہ دفتری زبان بنائی اور اردو تعلیم کو بڑے پیانے پر رائج کرنے تعلیمی ادارے قائم کیے۔اس طرح پوری نئی نسل کو ہر طرح کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے تیار کیا۔ اساتذہ کی ٹریننگ کے لیے اسکول اور کالج کھولے گئے۔ ذہین طالب علموں کو وظیفے دے کر حیدرآباد کے باہر اعلیٰ تعلیم کے لیے بھجوانے کا انتظام کیا چناں چہ حیدرآباد کی ایک خاتون جو بلبلِ ہند سروجنی نائیڈو کے نام سے یاد کی جاتی ہیں،حکومت سرکارِعالی کی جانب سے اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر بھجوائی گئی تھیں۔ان کے علاوہ کئی ہونہار طلباء ڈاکٹری اور دوسرے فنون کے سلسلے میں وظیفے لے کر باہر کے ممالک میں تعلیم پوری کرنے سدھارے تھے۔

میر عثمان علی خاں تعلیم نسواں کے زبردست حامی تھے۔لڑکیوں اور خواتین کے لیے انہوں نے زنانہ اسکول اور کالج کھولے۔لڑکیوں کو گھروں سے لانے،لے جانے کے لیے پردہ دار شکراموں اور بیل گاڑیوں کا سرکاری انتظام کیا جس کے ساتھ خادمائیں بھی ہوتی تھیں تاکہ لوگ بلا جھجک اپنی لڑکیوں کو مدرسہ بھیج سکیں۔اس طرح سماج کے ہر طبقے کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے

دورِعثمانی کا نظم ونسق:

میر عثمان علی خان جدید حیدآباد کے معمار تھے۔انھوں نے شخصی حکومت کو جمہوریت میں تبدیل کر دیا۔انہوں نے عدلیہ اور انتظامیہ کو علحدہ کر کے الگ الگ اختیارات سپرد کیے۔عدلیہ کے لیے شاندار عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) قائم کیا اور ایک شاندار عمارت بنوائی اس میں دیوانی اور فوجداری کے الگ الگ عدالتیں قائم کیں۔

مجلس آرائش بلدہ کے ذریعہ پرانا پل، نیا پل اور چادر گھاٹ پل بنوائے گئے۔عوام کی طبی نگہداشت کے لیے عثمانیہ دواخانہ ،نظامیہ شفا خانہ وغیرہ قائم کیا گیا۔عوام کی سہولت کے لیے محکمہ آب رسانی کا قیام عمل میں آیا۔ذخیرہ آب کے لیے عثمان ساگر، حمایت ساگر، حسین ساگر اور میر عالم تالاب بنائے گیے۔آب پاشی کے لیے نظام ساگر، محبوب ساگر، محبوب نہر، آصف نہر اور گنگاوتی نہر وغیرہ کھدوائے۔

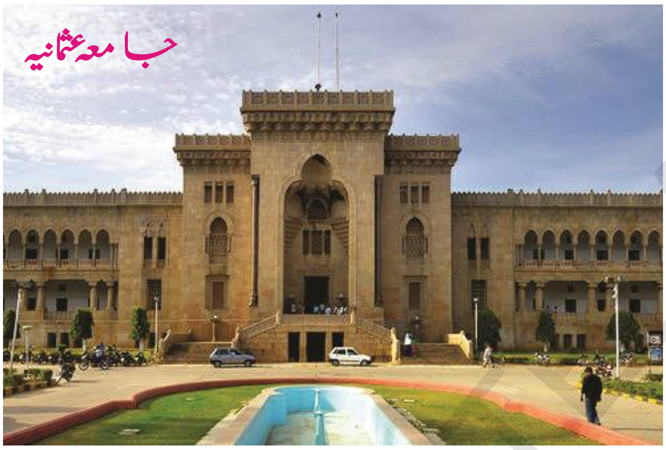

جامعہ عثمانیہ:

نواب میر عثمان علی خاں کی علمی وادبی سرپرستی نے جامعہ عثمانیہ کو وجود میں لایا جس کی بدولت تعلیم اردو زبان میں ہونے لگی۔اردو کے ساتھ دوسرے مقامی زبانوں سے غفلت نہیں برتی گئی بلکہ تمام سرکاری ملازمین اور عہدہ داروں پر یہ پابندی تھی کہ اپنی مادری زبان کے علاوہ کسی ایک مقامی زبان میں زبان دانی کا امتحان کامیاب کریں۔گو کہ سارے علوم کی تعلیم ''اردو زبان'' میں دی جاتی تھی لیکن انگریزی زبان وادب کی تعلیم بھی لازم تھی۔

جامعہ عثمانیہ کی بنیاد 1918ء میں رکھی گئی لیکن تعلیم کا آغاز / 17 اگست 1919ء میں میر عثمان علی خان کے فرمان کے ذریعہ ہوا۔وہ چاہتے تھے کے اس جامعہ میں جدید وقدیم، مغربی ومشرقی علوم وفنون کا ایسا امتزاج ہو کہ موجودہ طرز تعلیم کے نقائص اور خامیاں دور ہوں اور اعلیٰ دماغی صلاحیتوں کو پروان چڑھایا جائے۔اس طرح حیدرآباد کے باصلاحیت نوجوانوں کو آگے بڑھنے اور اونچے مراتب پانے کا موقع دیا۔جامعہ عثمانیہ کی عمارت مغل اور ہندوآرٹ کا خوبصورت نمونہ ہے اور دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔جامعہ عثمانیہ کے قیام کے بعد اپنے علم پرور، علم دوست بادشاہ کے کارناموں کو سراہتے ہوئے انہیں ''سلطان العلوم'' کے لقب سے موسوم کیا گیا ہے۔

دارالترجمہ :

SCERT TELANGANA

جامعہ عثمانیہ میں تعلیم اس وقت تک نہیں ہوسکتی تھی جب تک کہ مختلف علوم کی کتابوں کا اردو میں ترجمہ نہ کیا جاتا۔ کتابوں کے ترجموں کے لیے ماہرینِ فن کی ضرورت تھی جو فارسی اور اردو میں بھی ماہر ہوں اور صاحبِ قلم بھی ہوں، انگریزی اور عربی زبان سے اردو میں منتقل کرسکیں۔ چنانچہ نصابی کتابوں کی ضرورت کے پیشِ نظر 1917ء میں دارالترجمہ کا قیام عمل میں آیا۔ فلسفہ، ریاضی، طب، سیاسیات، معاشیات، تاریخ ہند اور قانون کی کتابوں کے سلیس اور آسان اردو زبان میں ترجمے کیے گیے۔

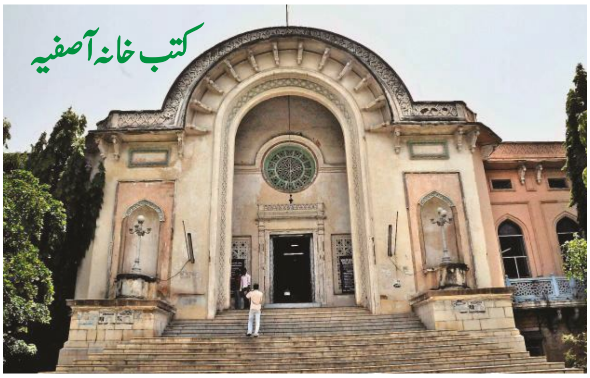

کتب خانہ آصفیہ :

کتب خانہ آصفیہ آصف جاہی سلاطین کی علم پروری کا نتیجہ تھا۔ جو مولانا انوار اللہ خان کی تحریک پر میر محبوب علی خاں کے عہد میں عماد الملک کی نگرانی میں یہ کتب خانہ عالمِ وجود میں آیا۔ اس وقت یہ حیدرآباد کا شاہی کتب خانہ کہلاتا تھا۔ ابتدا میں اس میں اردو، فارسی، عربی اور انگریزی کی کتابیں اور قلمی نسخے رکھے جاتے تھے۔ اس کتب خانے نے ایسی ترقی کی کہ اس کا شمار ہندوستان کے چند مشہور کتب خانوں میں ہونے لگا۔
پہلے یہ کتب خانہ صدر ٹپہ خانہ عابد روڈ کی عمارت میں تھا۔ 1930ء میں موسی ندی کے کنارے سوا لاکھ روپیے کی لاگت سے دو منزلہ عمارت کی تعمیر کروائی گئی جو آج شہر کے بیچوں بیچ اپنی نفاست اور خوبصورتی کی وجہ سے اپنی آپ نظیر ہے۔
اس کتب خانے کا افتتاح فرما کر میر عثمان علی خان نے اپنی علم دوستی اور علم پروری کا ثبوت دیا۔

اعزازات :

میر عثمان علی خاں آصف جاہ سابع کو مجلس رفقائے جامعہ عثمانیہ نے اپنے علم پرور بادشاہ کی علمی خدمات کو سراہتے ہوئے آپ کو "سلطان العلوم" کا لقب دیا۔ آپ کو "حضور بندگانِ اقدس" اور "اعلیٰ حضرت" کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔ قومی اور دینی خدمات کے سلسلے میں عوام نے آپ کو "محی الدین ومحی الملت" کا لقب دیا تھا۔

اردو اور سلطنت آصف جاہی:

میر عثمان علی خاں کا دور اردو ادب وشعر کا ایک روشن مینار کہلایا جاتا ہے۔ ان کا عہد حکومت اردو کی ترویج کے لحاظ سے گذشتہ تمام عہدوں سے ممتاز رہا ہے۔ اس فرماں روا نے اردو زبان کو اس قدر ترقی دی کہ وہ دنیا کی بڑی سے بڑی زبان کی برابری کرسکتی ہے۔ قدیم اور جدید علوم وفنون کو اردو میں منتقل کر کے انہوں نے اردو ادب کے خزانے کو مالا مال کردیا۔
نواب میر عثمان علی خاں خود شاعر تھے اور عثمان تخلص کرتے تھے، اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔ ان کے فارسی، اردو، ہندی کے کلام کے نمونوں کو انتخابِ کلام آصف سابع کے نام سے فصاحت جنگ جلیل نے مرتب کیا ہے۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے
SCERT TELANGANA

I۔مختصر جوابی سوالات

1۔نواب میر عثمان علی خان کی تعلیم و تربیت کن اساتذہ کی نگرانی میں ہوئی ؟

2۔مادر دکن اور دلہن پاشا کن کے القاب ہیں؟

3۔میر عثمان علی خان کی جانشینی کب عمل میں آئی اور کتنے سال حکمراں رہے؟

4۔صوبہ دکن کتنے حصوں پر منقسم تھا اور وہ کون کونسے ہیں؟

5۔کس نامور خاتون کو حکومت آصفیہ کے تعلیمی وظیفے پر باہر ملک بھجوایا گیا؟

II۔طویل جوابی سوالات

1۔نواب میر عثمان علی خان کی علمی خدمات پر نوٹ لکھیے۔

2۔نواب میر عثمان علی خان نے تعلیم نسواں کے لیے کیا کیا خدمات انجام دیں؟

3۔دارالترجمہ کے قیام کے وجوہات کیا تھے؟

4۔اردو زبان کے لیے سلطنت آصفیہ کے خدمات بیان کیجیے۔

SCERT TELANGANA

آج اگر ایک فرشتہ آسمان کی بدلیوں سے اُتر کر اور دہلی کے قطب مینار پر کھڑا ہو کر یہ اعلان کرے کہ سوراج چوبیس گھنٹے کے اندر مل سکتا ہے' بشرطیکہ ہندوستان' ہندو مسلم اتحاد سے دست بردار ہو جائے تو میں سوراج سے دست بردار ہو جاؤں گا' مگر اِتحاد سے دست بردار نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ گر سوراج ملنے میں تاخیر ہوئی تو یہ ہندوستان کا نقصان ہوگا' لیکن اگر ہمارا اتحاد جاتا رہا تو یہ عالم انسانیت کا نقصان ہوگا۔

5. مولانا ابوالکلام آزاد

/ 11 نومبر مولانا آزاد کا یوم پیدائش ہے جسے ہم ''یوم تعلیم'' کے طور پر منا رہے ہیں۔ مولانا آزاد، آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم تھے اور گیارہ برس تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

آباواجداد:

مولانا آزاد کے آباء واجداد بابر کے زمانے میں ہرات سے ہندوستان آے تھے۔ کچھ عرصہ وہ لوگ آگرہ میں مقیم رہے پھر دہلی آ گئے اور یہیں انہوں نے مستقل سکونت اختیار کرلی مولانا نے اپنی کتاب ''تذکرہ'' میں اپنے بزرگوں مولانا جمال الدین اور مولانا ہادی کا ذکر کیا ہے۔

مولانا کے والد خیرالدین ہجرت کر کے مکّہ معظّمہ گئے اور وہیں انہوں نے حرم کے شیخ محمد ظاہر وتری کی بھانجی سے شادی کی۔ مولانا خیرالدین نے ساری عمر دین اسلام کی خدمت میں گزاری۔ لاکھوں افراد کو راہِ ہدایت دکھائی۔ کئی تصانیف ان کی یادگار ہیں۔ مولانا کی والدہ محترمہ بے حد فیاض، سیر چشم اور غریبوں سے ہمدردی رکھنے والی خاتون تھیں۔

پیدائش:

ابوالکلام / 11 نومبر 1888ء مطابق ذی الحجہ 1305ھ مکہ معظّمہ میں پیدا ہوے۔ والد نے ان کا تاریخی نام ''فیروز بخت''

رکھا تھا اور اس طرح اس مصرع سے استخراج کیا۔

جواں بخت جواں طالع و جواں باد

مولانا کے سوانحی تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تین بہنیں اور ایک بھائی تھے جن میں سب سے بڑی بہن کا انتقال کم سنی میں ہی ہو گیا تھا۔

ابتدائی تعلیم:

ان کی ابتدائی تعلیم گھر پر والد نے کی۔ بعد میں مختلف اساتذہ جیسے مولانا محمد یعقوب دہلوی، محمد ابراہیم، شمس العلماء مولانا سعادت حسین وغیرہ سے مختلف علوم کی نصابی کتابیں پڑھیں۔ پندرہ برس کی عمر میں درس نظامی سے فارغ ہو چکے تھے۔ کھیل کود کا نہ شوق تھا اور نہ اس کے لیے فرصت تھی۔ والد کا طریق تعلیم کچھ اس طرح کا تھا کہ بچپن ہی سے گہرا ذوق مطالعہ پیدا ہو گیا۔ ذہانت خداداد تھی۔ ذہن کی تیزی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ اپنے ہم درسوں سے آگے رہتے تھے۔ تعلیم کی مہینوں کی منزلیں دنوں میں طئے کیں۔

بچپن کے حالات:

آزاد کے بچپن کے بارے میں، اُن کی بڑی بہن فاطمہ بیگم نے بڑی دل چسپ باتیں بتائی ہیں وہ کہتی ہیں۔

بچپن میں بھائی کو اُن کھیلوں کا شوق نہ تھا' جو اکثر بچے کھیلا کرتے ہیں۔ اُن کے کھیل سات آٹھ سال کی عمر میں عجیب انداز کے ہوا کرتے تھے' مثلاً : کبھی وہ گھر کے تمام صندوقوں اور بکسوں کو ایک لائن میں رکھ کر کہتے تھے کہ یہ ریل گاڑی ہے۔ پھر والد کی پگڑی سر پر باندھ کر بیٹھ جاتے تھے اور ہم بہنوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ چلاّ چلاّ کر کہو: ''ہٹو ہٹو، راستہ دو، دہلی کے مولانا آرہے ہیں'' ہم لوگ اس پر کہتے تھے کہ بھائی یہاں تو کوئی آدمی نہیں ہے۔ ہم کس کو دھکا دیں اور کہیں کہ راستہ دو۔ اِس پر وہ کہتے تھے کہ یہ کھیل ہے، تم سمجھو کہ بہت لوگ مجھ کو لینے اسٹیشن پر آئے ہیں۔ پھر بھائی صندوقوں پر سے اترتے تھے اور بہت آہستہ آہستہ قدم اُٹھا کر چلتے تھے' جیسے کہ بڑی عمر کے لوگ چلتے ہیں۔ کبھی وہ گھر میں کسی اونچی چیز پر کھڑے ہو جاتے تھے' اور سب بہنوں کو آس پاس کھڑا کر کے کہتے تھے کہ تم لوگ تالیاں بجاؤ اور سمجھو کہ ہزاروں لوگ میری چاروں طرف کھڑے ہیں اور میں تقریر کر رہا ہوں اور لوگ میری تقریر سُن کر تالیاں بجا رہے ہیں۔ میں کہتی تھی کہ بھائی سوائے ہم دو چار کے یہاں اور کوئی نہیں ہے۔ ہم کیسے سمجھیں کہ ہزاروں آدمی یہاں کھڑے ہیں۔ اِس پر وہ کہتے کہ یہ تو کھیل ہے۔ کھیل میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ مولانا آزاد نے بچپن نہیں دیکھا۔ چھے سات برس کی عمر سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ ننھے ننھے کندھوں پر ایک سر ہے جس میں ایک بڑا اونچا دماغ ہے۔

SCERT TELANGANA

ان بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بچپن ہی میں آزاد کی مستقبل کی عظمت کا اظہار ہونے لگا تھا۔

مولانا خیرالدین اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کے بارے میں بھی بڑے سخت تھے۔ بچوں کو گھر کی چوکھٹ کے باہر قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ گھر میں بچپن کے کھیل کود کا کوئی سامان نہ تھا۔ بہ قول آزاد، ان کے والد کو مجلسی آداب کا بڑا خیال رہتا تھا۔ کھانے پینے، چلنے، پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، پہننے اوڑھنے، اِن سب باتوں کے، اُس عمر میں بھی، آداب وقواعد تھے۔ اور بچّے مجبور تھے کہ اُن کی پابندی کریں۔ بستر پر جانے، صبح کو اُٹھنے، نماز کے اوقات' دسترخوان پر بروقت حاضری، اِن ساری باتوں میں اُنھوں نے جو ڈھنگ قرار دے دیا تھا، سب اسی سانچے میں ڈھل گئے تھے۔

آزاد کی عمر پندرہ برس ہی تھی کہ ان کے استاد مولوی نذیر الحسن کہا کرتے تھے تمھیں اب پڑھانا چاہیے، پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ آزاد کم عمری ہی میں تعلیم سے فارغ ہو گئے تھے اور دینی ودنیوی علوم میں حیرت انگیز ترقی کرلی تھی۔ اساتذہ ہی نہیں بڑے بڑے عالم بھی اُن کی ذہانت سے عاجز، اُن کی بحثوں اور تاویلات سے پریشان اور اکثر صورتوں میں لاجواب ہوجایا کرتے تھے۔

وہ ابھی سترہ اٹھارہ برس کے تھے کہ انہیں سرسید احمد خاں کے مضامین پڑھنے کا موقع ملا۔ اسی مطالعہ سے انہیں انگریزی زبان کی اہمیت کا احساس ہوا اور اسی وجہ سے انھوں نے انگریزی سیکھی۔ مولانا کے افکار وخیالات پر سرسید کے جدید خیالات کا بہت اثر ہوا۔ 1908ء میں جب وہ مصر، عراق اور فرانس کے دورہ پر گئے تو انگریزی کے ساتھ فرانسیسی کی اہمیت کا احساس ہوا اور اس طرح انھوں نے فرانسیسی بھی سیکھی۔ ان دونوں زبانوں کے ادب سے مولانا کی دلچسپی آخر عمر تک رہی۔

شاعری :

شاعری کا شوق مولانا کو دس گیارہ برس کی عمر سے ہی پیدا ہو گیا۔ ان کی پہلی غزل بمبئ سے نکلنے والے گلدستہ ''ارمغان فرخ'' جنوری 1897ء میں شائع ہوئی۔ اپنا تخلص ''آزاد'' رکھا۔ پہلے امیر مینائی سے اصلاح لیتے تھے بعد میں شوق نیموی کے شاگرد ہوئے۔ انھوں نے اردو کے علاوہ فارسی میں بھی شعر کہے۔

خطابت :

مولانا میں خطابت کی فطری صلاحیت موجود تھی اور یہ وصف انہیں توارث میں ملا تھا۔ وہ بچپن ہی سے اچھے مقرّر تھے بڑے بڑے مجمعوں میں انتہائی روانی سے مدلّل اور موثّر تقریر کرتے اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلے کو اس طرح سُلجھا کر بیان کرتے کہ معمولی قابلیت کا آدمی بھی سمجھ جائے۔ دس گیارہ برس کی عمر میں یہ عالم تھا کہ دو دو گھنٹے بہ آسانی تقریر کرسکتے تھے۔ 1904ء میں لاہور میں انجمن حمایت الاسلام کے جلسہ میں برجستہ تقریر کی تو انکی سحر بیانی کے چرچے سارے پنجاب میں عام ہو گئے۔ خطابت ہی کے ذریعہ انھوں نے تدریس کا فرض انجام دیا، نجی محفلوں میں مباحث کیے، عام جلسوں میں مقررہ اور غیر مقررہ عنوانات پر لکچر دیے۔ علمی مباحث کیے اور

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے
SCERT TELANGANA

مناظروں کے دور سے بھی گذرے۔اس طرح وہ صفت جوانکی ذات میں چھپی ہوئی تھی رفتہ رفتہ ظاہر ہوتی گئی۔اس دور میں اور بھی کئی پر جوش خطیب تھے جن کو سننے کے لیے لوگ بے قرار رہتے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی علم کی اس سطح تک پہنچا ہوا نہ تھا جس پر مولانا فائز تھے۔ان کے خطاب میں جو تاثیر تھی دوسرے کوشش کے باوجود پیدا نہ کر سکے۔ایک جگہ ابوسلمان شاہجہان پوری لکھتے ہیں۔

''............مولانا نے اپنی خطابت سے قوم کی بیداری، سیاسی شعور کی تربیت، ملت کی اصلاح اور جماعتی زندگی کے قیام کا کام لیا۔خطابت کو انہوں نے دعوت ملّی کے فروغ و اشاعت کا ذریعہ بنایا، قوم میں سرفروشی کا جذبہ اور اسلامی زندگی کا ذوق پیدا کرنے میں اس سے کام لیا ہے''۔

صحافت :

ان کی عمر لگ بھگ بارہ برس کی تھی کہ ایک پریس کے مالک 'محمد موسیٰ' نے ''المصباح'' کے نام سے ہفتہ وار جاری کیا اور اُن کو اُس کا ایڈیٹر مقرر کیا۔اِس رسالے کا پہلا شمارہ عیدالفطر کے دن شائع ہوا تھا۔

1900ء میں دوسرا ہفت روزہ اخبار ''المصباح الشرق'' کی تقلید میں تھا۔اس کے علاوہ وہ کئی دوسرے اخبارات و رسائل کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیے جس میں احسن الاخبار قابلِ ذکر ہے۔لیکن صحافت میں ان کا عظیم الشان کارنامہ بلا شبہ ''الہلال'' اور ''البلاغ'' ہیں۔الہلال کا پہلا شمارہ / 13 جولائی 1912ء کو منظر عام پر آیا۔یہ ایک ہفت وار مصور رسالہ تھا جو کلکتہ سے شائع ہوتا تھا۔''الہلال'' کی خصوصیات کا ذکر جواہر لعل نہرو نے ''ڈسکوری آف انڈیا'' میں اس طرح کیا ہے۔

''مولانا آزاد نے اپنے ہفتہ وار ''الہلال'' سے مسلمانوں کو ایک نئی زبان میں مخاطب کیا۔یہ ایک ایسا انداز خطاب تھا جس سے ہندوستانی مسلمان آشنا نہ تھے۔الہلال مسلمانوں کے کسی بھی مکتب خیال سے اتفاق نہیں رکھتا تھا بلکہ وہ نئی دعوت اپنی قوم اور اپنے ہم وطنوں کو دے رہا تھا''۔وہ پہلے ہی دن سے ہندوستان کی ایک متحدہ قومیت کا علم بردار تھا''۔

'الہلال' کے تین بڑے مقصد تھے' ایک یہ کہ مُسلمانوں میں سچی دین داری کے جذبے کو اُبھارا جائے، دوسرے یہ کہ اُن کے دِلوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کی جائے اور اُن کو کانگریس کی قومی تحریک سے وابستہ کیا جائے اور تیسرے یہ کہ ترکی خلافت کے مرکز کے گرد مسلمانوں کا ایک عالم گیر اتحاد قائم کیا جائے۔یہی وجہ ہے کہ برطانوی حکومت روزِ اوّل ہی سے اُس کی تاک میں تھی۔پہلے ضمانت طلب کی گئی، پھر پریس ضبط کیا گیا اور 'الہلال' بند ہو گیا۔کم و بیش ایک سال بعد مولانا نے 'البلاغ' جاری کیا، جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ وہ قرآن مجید کے ترجمے اور تفسیر کے کام میں مصروف ہیں۔ ۲۳/مارچ ۱۹۱۶ کو انھیں ڈیفنس آر ڈی ننس کے تحت شہر بدر کر دیا گیا۔وہ رانچی چلے گئے جہاں اُنھیں کچھ عرصہ بعد نظر بند کر دیا گیا۔

SCERT TELANGANA

سیاست :

نظر بندی کے دوران مولانا نے طے کرلیا تھا کہ رہائی کے بعد وہ سیاسی ہنگاموں سے علاحدگی اختیار کر کے خالص علمی زندگی بسر کریں گے، لیکن رولٹ ایکٹ، پنجاب کے مظالم اور جلیان والا باغ کی قتل وغارت گری نے پورے دیس میں آگ لگا دی تھی۔ مولانا تماشائی کی حیثیت اختیار نہیں کر سکتے تھے، وہ اس آگ میں کود پڑے۔

برطانوی سامراج کے خلاف ان کے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا ان کا عقیدہ تھا کہ ملک کی آزادی کے لیے جدوجہد ایک دینی فریضہ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ ''الہلال'' کے ذریعہ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ آزادی جگانے اور ان میں عملی سیاست میں حصہ لینے کی ترغیب پیدا کی۔

ان ہنگامہ پرور حالات میں گاندھی جی سے مولانا کی پہلی ملاقات ۱۸ رجنوری ۱۹۲۰ کو دہلی میں ہوئی۔ جہاں خلافت کے مسئلے پر غور کرنے کے لیے ہندو اور مسلمان رہنما جمع ہوئے تھے اور دونوں کے درمیان محبت اور یگانگت کا ایسا رشتہ قائم ہوا جو گاندھی جی کی وفات تک قائم رہا۔ اس ملاقات کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ خلافت کمیٹی نے گاندھی جی کے عدم تعاون کے پروگرام کو قبول کرلیا اور کانگریس نے خلافت کے مطالبے کو قومی مطالبے کا ایک جزو بنالیا۔ واقعہ تو یہ ہے گاندھی جی کے عدم تعاون کے پروگرام کو کانگریس سے پہلے خلافت کمیٹی نے اپنایا۔

خلافت تحریک ہندوستان کی آزادی کی تحریک کا ایک حصہ تھی۔ اُس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے اتنا قریب کر دیا تھا کہ قربت کے ایسے روح پرور نظارے نہ تو اس سے پہلے کبھی نظر آئے تھے اور نہ اِس کے بعد اور یہ بڑی حد تک کرشمہ تھا مولانا آزاد کی سیاست اور خطابت کا۔ بہ قول قاضی عبدالغفار: خلافت تحریک میں مولانا نے وہی اور اتنا ہی بلکہ اُس سے زیادہ کام کیا جو علی برادران کر رہے تھے۔

ہندو مسلم اتحاد مولانا کو بہت عزیز تھا۔ یہ اُن کے لیے سیاسی نعرہ نہیں تھا، بلکہ اُس کی حیثیت عقیدے کی تھی۔ اُنھوں نے آگرے کی صوبائی خلافت کمیٹی کے اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا، میرا عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے بہترین فرائض انجام نہیں دے سکتے' جب تک کہ وہ احکامِ اسلامیہ کے ماتحت ہندوستان کے ہندوؤں سے سچائی کے ساتھ اتحاد و اتفاق نہ کرلیں۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان، ہندوستان کے بائیس کروڑ ہندوؤں کے ساتھ مل کر ایسے ہو جائیں کہ دونوں مل کر ہندوستان کی ایک قوم اور نیشن بن جائیں۔ ایک مرتبہ انھوں نے اپنی تقریر میں کہا تھا۔

آج اگر ایک فرشتہ آسمان کی بدلیوں سے اُتر کر اور دہلی کے قطب مینار پر کھڑا ہو کر یہ اعلان کرے کہ سوراج چوبیس گھنٹے کے اندر مل سکتا ہے' بشرطیکہ ہندوستان' ہندو مسلم اتحاد سے دست بردار ہو جائے تو میں سوراج سے دست بردار ہو

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے

جاؤں گا، مگر اِتحاد سے دست بردار نہیں ہوسکتا۔کیوں کہ گر سوراج ملنے میں تاخیر ہوئی تو یہ ہندوستان کا نقصان ہوگا، لیکن اگر ہمارا اتحاد جاتا رہا تو یہ عالم انسانیت کا نقصان ہوگا''

جدو جہد آزادی کے دوران انہیں کئی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔کئی صوبوں کی حکومتوں نے ان کے حدود میں داخلہ پر پابندی عائد کردی۔

1939ء میں وہ انڈین نیشنل کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔/ 8 اگست 1942ء کو کانگریس ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں ''ہندوستان چھوڑو تحریک'' کا ریزولیوشن منظور ہوا۔اس کے دوسرے دن مولانا آزاد دوسرے کانگریسی رہنماؤں جواہر لعل نہرو، آصف علی، سردار ولبھ بھائی پٹیل، آچاریہ کرپلانی، کے ساتھ گرفتار کر لیے گئے۔انہیں پہلے احمد نگر جیل میں رکھا گیا۔

تین سال کی اس قید کی مدت میں مولانا کے قلم سے وہ شاہکار وجود میں آیا جو اردو ادب کی تاریخ میں ہمیشہ سنہری حرفوں میں لکھا جائے گا۔قید کی اس فراغت کی زندگی کے دوران جواہر لعل نہرو نے ''ڈسکوری آف انڈیا'' لکھی وہیں مولانا نے اپنے دوست حبیب الرحمٰن خاں شروانی کو جو خطوط لکھے تھے وہ بعد از رہائی ''غبار خاطر'' کی شکل میں شائع ہوے۔

مولانا، قلعہ احمد نگر میں نظر بندی تھے کہ اُن کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔اُن کی بیماری نے تشویش ناک صورت اختیار کی تو حکومتِ بمبئی نے اشارتاً مولانا کو کہلوایا کہ وہ کسی قسم کی سہولت چاہتے ہوں تو حکومت سے درخواست کرسکتے ہیں۔اگرچہ بیوی کی بیماری کی خبر نے مولانا کے دل ودماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا، لیکن اُنھوں نے کسی قسم کی درخواست کرنے سے انکار کردیا اور سب کچھ جھیل گئے۔

کانگریس کے صدر کی حیثیت سے سات سال مسلسل خدمات انجام دینے کے بعد 1946ء کے صدارتی انتخاب میں صدارت سے سبکدوش ہوگئے۔بیشتر کانگریسی اراکین چاہتے تھے کہ مولانا دوبارہ صدارت کے عہدہ پر فائز رہیں لیکن وہ راضی نہ ہوئے اور جواہر لعل نہرو کا نام پیش کیا اور متفقہ طور پر پنڈت نہرو کو کانگریس کا صدر منظور کرلیا گیا۔

وزارت :

/ 15 اگست 1947ء کو ہندوستان ایک آزاد مملکت کی حیثیت سے دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوا۔گاندھی جی کی خواہش اور اصرار کے باوجود مولانا نے اپنے لیے وزارت عظمیٰ کے بجائے وزیر تعلیم کا عہدہ پسند کیا۔ملک کے پہلے وزیر تعلیم کی حیثیت سے قوم کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں اور آخر دم تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد/ 15 جنوری 1947ء تا / 22 فروری 1958ء یعنی کم وبیش گیارہ برس وزیر تعلیم کے منصب جلیلہ پر فائز رہے۔عہدہ سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے انہوں نے اپنے تعلیمی نظام کو کامیاب بنانے کی جدو جہد کی انہوں نے تعلیم کے تقاضوں کو سمجھا اور تعلیم کو جمہوری بنانے کئی ایک اقدامات کیے۔اسکول جانے والے تمام بچوں کو بنیادی تعلیم مفت اور لازمی قرار دیا۔عوام میں ناخواندگی کی شرح گھٹانے اور خواندگی کو عام کرنے کئی اسکیمات روبہ عمل لائی گئیں۔بنیادی تعلیم کے اساتذہ کے لیے

SCERT TELANGANA

ٹریننگ کالجس کھولے گئے۔

اعلیٰ تعلیم کے فروغ کے سلسلے میں مولانا آزاد کی وزارت نے خصوصی اقدامات کیے۔ جامعات کی اصلاح اور ازسرِنو تنظیم کے مقصد سے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ کئی نئی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ تعلیم کے شعبہ میں کثرت اور معیار دونوں لحاظ سے بہت ترقی ہوئی۔ سائنس اور ٹکنالوجی کے فروغ کے سلسلے میں متعدد تحقیقی ادارے، کمیشنوں اور کونسلوں کو قائم کیا۔ ادب کے ساتھ مختلف فنونِ لطیفہ جیسے رقص، موسیقی، ڈرامہ وغیرہ کی ترقی اور نوجوانوں میں اس کا ذوق پیدا کرنے اکیڈیمیاں تشکیل دی گئیں اور ایوارڈس مقرر کیے گیے۔ مولانا کے دورِ وزارت میں تین اکیڈیمیاں ساہتیہ اکیڈمی، سنگیت ناٹک اکیڈمی اور للت کلا اکیڈمی قائم ہوئیں جو آج بھی کارکرد اور فعال ہیں۔

مشرقی تہذیب کے پروردہ اور عرب نژاد ہوتے ہوئے بھی مولانا ہندوستانی ثقافت کے علم بردار تھے۔ دوسرے ملکوں سے ثقافتی سطح پر تعلقات کو فروغ دینے کے لیے ایک اہم ادارہ کا قیام عمل میں لایا گیا جسے انڈین کونسل فار کلچرل ریلیشنز Indian Council for Cultural Relations کا نام دیا گیا۔ تبادلہ پروگرام کے تحت ہندوستان کے ادیبوں اور فنکاروں کو دوسرے ممالک بھیجا گیا اور اس طرح غیر ممالک کے ادیبوں اور فنکاروں کا ہندوستان میں تعارف ہوا۔ خوش قسمتی سے آج جس عمارت میں یہ ادارہ کام کر رہا ہے اس کا نام مولانا آزاد کی مناسبت سے ''آزاد بھون'' رکھا گیا ہے۔ غرض اپنی گیارہ سالہ دورِ وزارت میں مولانا نے نظامِ تعلیم میں کئی اہم تبدیلیاں لائیں۔ ہندوستانی عوام کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے ان کے اقدامات ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

تصانیف و تالیفات :

مولانا ابوالکلام آزاد کی تصانیف و تالیفات کا ذخیرہ بہت بڑا ہے۔ انہوں نے اپنے دورِ حیات میں متفرق موضوعات پر بے شمار مضامین و مقالات لکھے جو ملک کے کئی مشہور جرائد و رسائل میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ ان میں بعض مضامین اپنی جگہ بہت اہم اور علمی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے قیمتی ہیں۔

مولانا کے خطوط کا مجموعہ ''غبارِ خاطر'' اردو ادب میں مکتوب نگاری میں ایک اہم سنگ میل ہے۔ غالب کے بعد مولانا آزاد نے ہی فنِ مکتوب نگاری میں ایک نئی جہت پیش کی۔ انہوں نے اپنے خطوط میں کہیں بھی مکتوب الیہ کا نام نہیں لکھا۔ ان میں خطوط جیسی بات ہی نہیں۔ اگر سرنامہ سے مکتوب نگار کا نام حذف کردیں تو ہر خط ایک مضمون یا انشائیہ بن کر رہ جاتا ہے۔ جب تک مکاتب لکھے گئے مولانا جانتے تھے کہ وہ مکتوب الیہ تک نہیں پہنچیں گے لہٰذا وہ خط نہیں لکھتے تھے بلکہ ''اظہار کی تڑپ'' سے مجبور ہو کر خود کلامی کرتے تھے۔ کہنے کی حد تک حبیب الرحمٰن خاں شروانی ان کے مخاطب ہیں ورنہ وہ تو اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے ذہن کی گرہ کھول رہے تھے۔

دیگر تصانیف میں تذکرہ ترجمان القرآن ''انڈیا ونس فریڈم'' India Wins Freedom اور الہلال، البلاغ، وغیرہ ہیں۔

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے

ہمہ گیر شخصیت:

مولانا ابوالکلام آزاد ایک ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے ان کا نام زبان پر آتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ کسی ایک شخص کا تذکرہ نہیں بلکہ بہ یک وقت کئی اشخاص زیر بحث ہیں۔ ہر شخصیت کے علم وفضل، فکر ونظر اور اخلاق کمالات کے مختلف پہلو ہوتے ہیں اور اس کا قصر انہی مختلف پہلوؤں پر تعمیر ہوتا ہے۔ ایسی شخصیتیں جو ہر حیثیت سے عظیم ہوں اور ان کی شخصیت کا ہر پہلو اپنے اندر کوئی نہ کوئی انفرادیت رکھتا ہو صدیوں کی گردش لیل ونہار کے بعد صفحۂ ہستی پر نمودار ہوتی ہیں۔ مولانا آزاد کا شمار ایسی ہی ہستیوں میں ہوتا ہے۔ انہیں اللہ تعالی نے علم وفضل کے بیشمار دولتوں اور فکر ونظر کی بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ ایک بلند پایہ عالم دین تھے اور مختلف دینی علوم جیسے تفسیر حدیث اور فقہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ تاریخ عالم کے ایک ایک گوشے اور ایک ایک پہلو پر اُن کی نظر تھی۔ لسانیات ،لغات اور اصلاحات کے مسائل سے خاص دلچسپی تھی۔ عربی تو انکی مادری زبان تھی۔ فارسی پر بھی عبور رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی سے بھی بخوبی واقف تھے۔ وہ ہر زبان کے بڑے بڑے ادیبوں، مصنفوں اور شاعروں کی تخلیقات پر ناقدانہ نظر رکھتے تھے۔

وہ ایک بہترین صحافی بھی تھے۔ اردو صحافت کے دامن میں انہوں نے اب سے تقریباً ایک صدی پہلے جو کچھ ڈال دیا تھا آج تک اس میں اضافہ نہ کیا جاسکا۔ خطابت میں ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ ان کی طاقتِ لسانی کے آگے برٹش حکومت اپنی تمام آہنی اور جنگی طاقتوں کے ساتھ لرزتی رہی۔ عملی سیاست میں انہوں نے اس وقت قدم رکھا جب بڑے بڑے رہنماؤں کا اس میدان میں دور دور تک پتہ نہ تھا۔ مفکر تعلیم کی حیثیت سے وہ ہندوستان کی ایک اہم شخصیت تھے۔ ہندوستان کو انہوں نے اپنے دورِ وزارت میں اپنے افکار اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے مالا مال کر دیا۔

طب پر اپنی زبان کھولی تو اپنی معلومات کا بڑے بڑے حکیموں سے لوہا منوالیا۔ مضوری میں ان کا مطالعہ اتنا وسیع اور ان کی نظر اتنی گہری تھی کہ وہ نہ صرف اس کی تاریخ بلکہ عہد بہ عہد ترقی اور ہر عہد کی خصوصیات سے واقف تھے۔ مشرقی لباس اور کھانوں کا تذکرہ ہو کہ مشرقی کوفتوں کی تاریخ وہ ہر موضوع پر اپنی معلومات اور مطالعے کی وسعت سے سننے والے کو حیرت میں ڈال دیتے تھے۔

وہ ایک باکمال شاعر بھی تھے تو دوسری طرف مفسر قرآن بھی۔ ادیب بھی تھے اور صحافی بھی۔ سیاست وادب دونوں میں ان کا ایک خاص مقام ہے۔ غرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی ذات میں خود ایک انجمن تھے۔

ابوالکلام کے علم وفضل کے جن پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ وہ پہلو ہیں جن کا ذکر اور جن کا اعتراف ملک اور بیرون ملک کے علماء اور مشاہیر کر چکے ہیں اور وہ گوشے ہیں جو لوگوں کے علم میں آگئے ہیں۔ ان کے ایک وجود میں علم وفضل کی ایسی کتنی ہی دنیائیں آباد تھیں جن کا لوگ پتہ بھی نہ چلا سکے اور کسی طرح وہ لوگوں کے احاطہ علمی میں نہ آسکیں۔

/ 22 فروری 1958ء کو اس چشمہ فیض اور ہمارے درمیان موت کی دیوار کھڑی ہوگئی۔ لیکن ان کی زندہ جاوید تصانیف ہمارے درمیان ہیں جس سے نسل درنسل استفادہ کرتی رہے گی۔ (ادارہ)

SCERT TELANGANA

I۔ مختصر جوابی سوالات

1۔ مولانا آزاد کا بچپن کیسا تھا؟

2۔ مولانا آزاد کی ابتدائی تعلیم کیسے ہوئی ؟

3۔ مولانا آزاد کو انگریزی اور فرانسیسی سیکھنے کی ترغیب کیسے ملی؟

4۔ 'غبارِ خاطر' پر مختصر نوٹ لکھیے؟

II۔ طویل جوابی سوالات

1۔ مولانا آزاد کی ہمہ گیر شخصیت پر نوٹ لکھیے؟

2۔ مولانا آزاد کی خطابت کے بارے میں لکھیے؟

3۔ مولانا آزاد نے آزادی کی تحریک میں کیا کردار ادا کیا؟

4۔ مولانا آزاد نے تعلیم کے لیے کیا خدمات انجام دیں؟

5۔ الہلال اور البلاغ کے بارے میں مختصر نوٹ لکھیے؟

SCERT TELANGANA

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی، یہ گُلستاں ہمارا

غُربت میں ہوں اگر ہم، رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی، دل ہو جہاں ہمارا

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

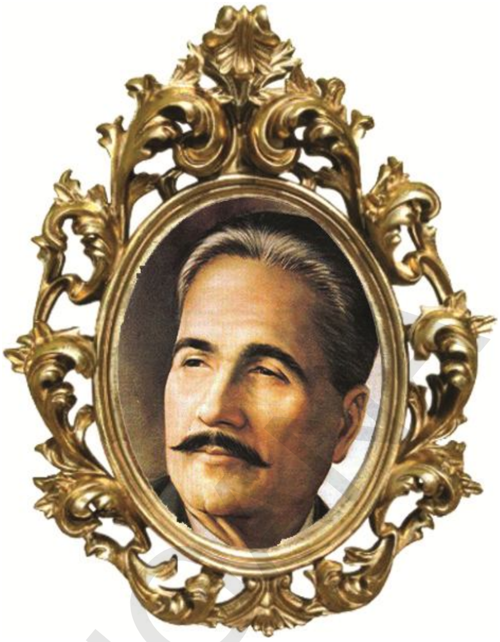

6۔علامہ اقبال

علامہ اقبالؔ ہندوستان کے ایک مایہ ناز سپوت تھے۔ان کا شمار دنیا کے چند عظیم شاعروں میں ہوتا ہے۔وہ ایک فلسفی شاعر تھے۔ اردو کے علاوہ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے۔

محمد اقبال 9؍نومبر' 1877 میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ان کے اجداد کشمیری برہمن تھے اور سپرو گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ڈھائی تین سو برس پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔اوائل انیسوں صدی میں ان کا خاندان ترک وطن کر کے پنجاب میں آبسا۔اقبال کے والد نور محمد' متقی' پرہیزگار اور نیک دل بزرگ تھے۔ان کا چھوٹا سا کاروبار تھا۔وہ اپنی محدود آمدنی میں قناعت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ان کے دو بیٹے تھے۔شیخ عطا محمد اور شیخ محمد اقبال۔عطا محمد' اقبال سے 14 سال بڑے تھے۔نور محمد نے اپنے بیٹوں کی تعلیم پر خاص توجہ دی۔انہیں گھر پر اردو' فارسی اور عربی کی کتابیں پڑھائی گئیں اور مذہبی تعلیم دی گئی۔بعد میں انگریزی مدرسے میں شریک کرایا گیا۔عطا محمد نے اعلیٰ تعلیم پائی اور انجینئر بن گئے اسی طرح گھریلو تعلیم سے فارغ ہو کر اقبال نے مشن اسکول میں تعلیم پائی اور اعلیٰ درجے سے انٹرنس کا امتحان کامیاب کیا۔اسکول میں مولوی میر حسن جیسے شفیق استاد اُنہیں مل گئے۔وہ مشرقی علوم کے ماہر تھے۔اردو کے علاوہ عربی اور فارسی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔مشن اسکول جس میں اقبال نے انٹرنس تک تعلیم پائی انٹرمیڈیٹ کالج بن گیا۔اسی کالج میں اقبال نے ایف اے میں داخلہ لیا مولوی میر حسن بھی اسی کالج میں پڑھانے لگے۔ان کی تربیت نے اقبال کے جوہر کو جلا بخشی۔اسی زمانے میں اقبال شعر کہنے لگے تھے۔ابتداء میں انہوں نے اپنے استاد سے صلاح لی پھر ان ہی کے مشورے سے چند غزلیں داغؔ دہلوی کے پاس بھیجیں حضرت داغؔ نے اصلاح دی۔ان کے کام کو سراہا اور ہمت افزائی کی۔یہ

SCERT TELANGANA

سلسلہ کچھ ہی عرصہ تک چلتا رہا۔اس کے بعد حضرت داغؔ نے اقبال کولکھ بھیجا کہ وہ شعر کہتے رہیں اب انہیں اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔

اسکاچ مشن کالج سے ایف اے کرنے کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے اقبال لاہور گئے۔اورنٹل کالج لاہور سے انہوں نے بی اے کیا۔فلسفہ ان کا خاص مضمون تھا۔پھر فلسفے ہی سے انہوں نے امتیاز کے ساتھ ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ اورینٹل کالج میں فلسفے کے پروفیسر تھامس آرنلڈ تھے۔وہ عربی زبان کے ماہر تھے۔اورعلوم شرقیہ سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔اقبال کی ذہنی تربیت میں ان کا بڑا حصّہ رہا۔اقبال کو اپنے اساتذہ مولوی میرحسن اور پروفیسر آرنلڈ سے جوقلبی لگاؤ تھا اس کا اندازہ ان نظموں سے ہوتا ہے۔جن میں اقبال نے انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

لاہور میں اقبال وہاں کے مشاعروں اورمحفلوں میں شریک ہونے لگے۔ایک مشاعرہ میں مرزاارشد گورگانی موجود تھے جن کا شمار اساتذہ سخن میں ہوتا تھا۔اقبال نے اپنی باری آنے پرغزل سنائی اور جب وہ اس شعر پر پہنچے۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

توارشد گورگانی تڑپ گئے اور بے ساختہ داد دی۔اقبال ابھی ایم اے کے طالب علم ہی تھے کہ انہیں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس میں نظم سنانے کے لیے مدعو کیا گیا۔ان جلسوں میں حالی اور شبلی جیسے شعرا اپنا کلام سنا چکے تھے۔اقبال نے اس اجلاس میں اپنی نظم ''نالہ یتیم'' پڑھی۔یہ نظم اتنی دردانگیز تھی کہ سننے والوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔شیخ عبدالقادر نے اس نظم کو اپنے رسالے ''مخزن'' میں شائع کیا۔اس طرح شاعر کی حیثیت سے اقبال نے جلد ہی اپنا مقام پیدا کرلیا اوران کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ابتدا میں اقبال ایک فطرت نگار اورقوم پرست شاعر کی حیثیت سے سامنے آئے۔ہمالیہ،ترانہ ہندی،ہندوستانی بچوں کا قومی گیت اورنیا شوالہ جیسی قومی نظمیں لکھیں وہ انگریزی کے روحانی شاعروں سے متاثر تھے۔انہوں نے بعض نظموں میں مناظر فطرت کی بڑی خوبصورت عکاسی کی ہے۔بچوں کے لیے بھی کئی نظمیں لکھیں جوان کے پہلے مجموعے کلام بانگ درا میں شامل ہیں۔

ایم اے کے بعد تھامس آرنلڈ کی کوشش سے اقبال،اورینٹل کالج لاہور میں فلسفے کے لکچرر مقرر ہوئے اور کچھ دنوں بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں ان کا تقرر ہوگیا۔تھامس آرنلڈ ملازمت سے سبکدوش ہوکر انگلستان جانے لگے تو انہوں نے اقبال کومشورہ دیا کہ وہ انگلستان آکر فلسفے کی مزید تعلیم حاصل کریں۔اقبال کی خواہش پر ان کے بڑے بھائی نے 1905ء میں اپنے خرچ پر انہیں انگلستان بھیج دیا۔اقبال نے ٹرینٹی کالج کیمبرج میں داخلہ لیا۔انہوں نے میک گریٹ اور جیمس وارڈ جیسے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی جو فلسفے کی دنیا میں اونچا مقام رکھتے تھے۔اپنی علمی اور تعلیمی مصروفیات کی بنا پر اقبال نے شعر گوئی ترک کرنے کا فیصلہ کیا لیکن پروفیسر آرنلڈ اور شیخ عبدالقادر کے اصرار پرانہوں نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔اب وہ فارسی میں شعر کہنے لگے اوراردو کی طرف ان کی توجہ کم ہوگئی۔

ٹرینٹی کالج سے امتحان کامیاب کرنے کے بعد تھامس آرنلڈ کے مشورے پر وہ جرمنی چلے گئے اورمیونخ یونیورسٹی میں ریسرچ

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے

اسکالر کی حیثیت سے داخلہ لیا۔ یہاں انہوں نے ایان کے فلسفے پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اسی کے ساتھ انہوں نے ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں شریک ہو کر ایک کورس کی تکمیل کی۔ جرمنی سے لندن لوٹے اور بیرسٹری کا امتحان کامیاب کیا۔ تھامس آرنلڈ ہندوستان سے آنے کے بعد لندن یونیورسٹی میں عربی پڑھانے لگے تھے وہ چھ ماہ کی رخصت پر گئے تو ان کی جگہ عارضی طور پر اقبال کا تقرر کیا گیا۔

یوروپ میں اقبال کا قیام تین برس رہا۔ اس دوران ان کے خیالات اور تصورات میں بڑی تبدیلی رونما ہوئی۔ پہلے وہ وطنیت اور قوم پرستی کے علم بردار تھے۔ جس کا اندازہ ان کے ابتدائی دور کی کئی نظموں سے ہوتا ہے۔ یوروپ میں انہوں نے دیکھا کہ کس طرح وطن پرستی کا جذبہ ایک قوم کو دوسری قوم کا دشمن بنا تا ہے۔ یوروپ کے سرمایہ دارانہ نظام سے بھی وہ متنفر ہو گئے۔ وطنیت کے مقابلہ میں انہوں نے عالم گیر انسانیت کا تصور اپنایا۔ مارکس کے اشتراکی نظریہ سے بھی وہ کسی حد تک متاثر ہوئے۔

1908 میں اقبال ہندوستان واپس ہوئے اور وکالت شروع کر دی۔ ساتھ ہی ساتھ گورنمنٹ کالج لاہور کی ملازمت سے استعفٰی دے دیا کیونکہ سرکاری ملازمت میں رہتے ہوئے وہ آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ مختلف جگہوں سے اقبال کو اعلیٰ سے اعلیٰ ملازمتوں کی پیش کش کی گئی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

وطنیت کے تصور کو رد کرنے کے بعد اقبال نے اپنی شاعری میں اسلام کو ایک عالم گیر نظریہ حیات کے طور پر پیش کیا۔ انہوں نے اسلام کے روایتی تصور سے اختلاف کیا۔ اور اسکو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے خودی کا نظریہ پیش کیا۔ ان کے خیال میں اپنی خودی کو ترقی دے کر ہی انسان ارتقا کے اعلیٰ مدارج طئے کر سکتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ انسان کو خدا نے دنیا میں اپنا خلیفۃ یا نائب بنا کر بھیجا ہے تا کہ وہ فطرت کی تسخیر کرے۔ اقبال نے فارسی میں ایک مثنوی ''اسرارِ خودی''، لکھی جس میں اپنے فلسفۂ خودی کو انہوں نے موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ مثنوی 1915ء میں شائع ہوئی۔

پروفیسر نکلسن نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ جو 1920ء میں شائع ہوا۔ پروفیسر براؤن رابرٹ ریڈ' ای ایم فورسٹر اور کئی نقادوں نے اس کی تعریف کی۔ اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ ہی اقبال کی شہرت سارے یوروپ میں پھیل گئی۔ 1922ء میں برطانوی حکومت نے انہیں ''سر'' کا خطاب دیا۔ اقبال نے بڑے پس و پیش کے بعد اس خطاب کو قبول کیا لیکن یہ شرط رکھی کہ ان کے استاد مولوی میر حسن کو ''شمس العلما'' کا خطاب دیا جائے۔ حکومت نے یہ شرط منظور کر لی۔

''اسرار خودی'' کے بعد اقبال کی فارسی مثنوی ''رموزِ بے خودی'' (1917) اور دو طویل نظمیں طلوع اسلام'' اور ''خضر راہ'' منظر عام پر آئیں۔ 1923 میں ان کے فارسی کلام کا مجموعہ ''پیام مشرق'' شائع ہوا۔ اس کے دوسرے سال اقبال کی اُردو شاعری کا پہلا مجموعہ ''بانگِ درا'' کے نام سے چھپا۔

عوام میں اقبال کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے بعض احباب نے ان کو عملی سیاست میں حصّہ لینے کی ترغیب دی۔ پہلے تو اقبال نے انکار کیا لیکن احباب کا اصرار بڑھا تو آمادہ ہو گئے۔ 1926ء میں انہوں نے پنجاب لجسلیٹیو کونسل کی رکنیت کے لئے الیکشن میں

SCERT TELANGANA

حصّہ لیا اور کامیاب ہوئے۔ رکن منتخب ہونے کے بعد انہوں نے بہت سے مفید اور رفاہی کام کیے۔ 1927 میں ان کے فارسی کلام کا ایک اور مجموعہ ''زبورِ عجم'' کے نام سے شائع ہوا۔

1928 میں انہیں اسلام پر توسیعی لکچر دینے کے لیے مدراس مدعو کیا گیا۔ اقبال نے وہاں انگریزی میں کچھ لکچر دئے جن کو کتاب کی شکل میں چھاپا گیا بعد میں اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ''تشکیل جدید الہیات اسلامیہ'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اقبال کے افکار کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مدراس سے وہ میسور گئے اور ٹاؤن حال میں لکچر دیا۔ وہاں سے وہ 14 جنوری 1929ء کو حیدرآباد پہنچے۔ یہاں ان کا شاندار خیر مقدم کیا گیا۔

1930 میں انہیں مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا۔ دو برس بعد وہ دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے۔ واپسی میں انہوں نے فرانس میں مشہور فلسفی برگساں سے ملاقات کی۔ پھر اٹلی جا کر صدر مسولینی سے ملے جن کی شخصیت سے وہ بہت متاثر تھے۔ اٹلی سے اسپین روانہ ہوئے جہاں کسی زمانے میں مسلمانوں کا اقتدار تھا۔ اقبال نے اسپین میں اسلامی دور کی یادگار عمارتیں دیکھیں، مسجد قرطبہ کو دیکھنے کے بعد ایک پُر اثر نظم لکھی۔ جس کا شمار ان کی بہترین تخلیقات میں ہوتا ہے۔ اسی سال اقبال کی شاہکار فارسی مثنوی ''جاوید نامہ'' کی اشاعت عمل میں آئی۔

1934ء میں والیٔ افغانستان نادر شاہ نے ہندوستان سے چند علما کو افغانستان آنے کی دعوت دی تا کہ ان سے مذہبی اور تعلیمی مسائل کے بارے میں مشاورت کی جائے۔ اس دعوت پر علما کا ایک وفد کابل گیا جس میں علامہ اقبال، مولانا سلیمان ندوی وغیرہ شامل تھے۔ کابل کی علمی وادبی انجمنوں کی طرف سے ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔

افغانستان سے لوٹنے کے بعد اقبال شدید بیمار ہو گئے۔ بیماری کی وجہ سے انہوں نے وکالت ترک کر دی۔ نواب بھوپال نے ان کی گذر بسر کے لیے ماہانہ پانچ سو روپے کا وظیفہ جاری کیا۔ علالت نے طول کھینچا۔ کسی علاج سے فائدہ نہیں ہوا۔

وفات سے قبل زمانے علالت میں ہی ان کی اردو اور فارسی شاعری کے چار مجموعے منظر عام پر آئے۔

1۔ بالِ جبرئیل (اُردو 1935)

2۔ ضربِ کلیم (فارسی 1936)

3۔ پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق (فارسی 1936)

4۔ مسافر (فارسی 1936)

5۔ ارمغانِ حجاز (اردو اور فارسی دونوں کی نظمیں 1938)

آخر 21 اپریل سنہ 1938 کو وہ انتقال کر گئے، شاہی مسجد لاہور میں تدفین عمل میں آئی ملک بھر میں ان کی موت کا سوگ منایا گیا۔

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے

(ادارہ)

I۔مختصر جوابی سوالات۔

1۔علامہ اقبال کی ابتدائی زندگی کے حالات بیان کیجیے۔

2۔یورپ میں قیام کے دوران علامہ اقبال کے خیالات اور تصورات میں کس طرح تبدیلیاں رونما ہوئی؟

3۔اُردو اور فارسی میں اقبال کے کتنے اور کون کونسے مجموعے شائع ہوئے؟

4۔اقبال نے اسلام کو ایک عالم گیر نظریہ حیات کے طور پر کس طرح پیش کیا؟

II۔طویل جوابی سوالات۔

1۔علامہ اقبال کی تعلیم وتربیت پر ایک نوٹ لکھیے؟

2۔علامہ اقبال کی سیاسی زندگی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

3۔اقبال کی ابتدائی دنوں کی شاعری کے بارے میں لکھیے۔

4۔اقبال کی شہرت یورپ میں پھیلنے کے اسباب کیا تھے؟

SCERT TELANGANA

فرہنگ

ا

آبخورہ : کوزہ۔پانی پینے کا چھوٹا سا چوڑا برتن
آہنی : لوہے کا بنا
آب گزیدہ : پانی سے ڈرنے والا
ارباب غرض : غرض مند لوگ
ازار بند : کمر بند۔ناڑا۔
اسرار نہاں : بھید، پوشیدہ باتیں
اسفند یار : ایران کے ایک بادشاہ کا نام
اسیر : قیدی
اشک : آنسو
اطہار : پاکیزہ لوگ
التجا : درخواست
اوہام : وہم کی جمع،بے حقیقت باتیں، گمان
ایڑی چوٹی کا زور لگانا : پوری کوشش کرنا
ابر رواں : رواں بادل

ب

بال بیکا نہ ہونا : آنچ نہ آنا، ذرا صدمہ نہ ہونا
بال پڑنا : رخنہ پڑنا، اختلاف پیدا ہونا
بٹوہ : روپے پیسے وغیرہ رکھنے کا چھوٹا سا کیسہ (تھیلی) جو عموماً کپڑے کا ہوتا ہے۔
بستر جمانا : سونے کی تیاری کرنا
بشارت : خوش خبری
بصیرت : بینائی، عقلمندی، دانائی
بلاغت : فصیح کلام۔حسب موقع گفتگو
بھاگ : قسمت
بے باک : ہمت والا، نڈر، جرات مند
بے درماں : لاعلاج۔جس کا کوئی علاج نہ ہو

پ

پالن ہار : پرورش کرنے والا
پچھّم : مغرب
پند : نصیحت

ت

تان سین : اکبر اعظم کے دور کا نامور موسیقار
تپسیا : سخت ریاضت
ترنگ : جوش، خوشی
ترویج : رواج دینا۔اشاعت کرنا
تعلّی : برتری، بڑائی، شعری اصطلاح میں اپنی بڑائی آپ کرنا
تمدن : کلچر۔تہذیب
تند : تیز
تندو تیز : تیز رفتار
توکل شعار : خدا پر بھروسہ کرنے والا
تہمت : الزام
جازم : بیل بوٹے دار کپڑا/ جائے نماز
جعل : دھوکہ فریب

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے-19-2018

ج

چاروناچار : مجبوراً

چاک : پھٹنا، پھاڑنا

چ

چاہ : خواہش، محبت

حرف گیری : نکتہ چینی، عیب نکالنا

حرم : خواتین

ح

حضرت ابن عربی : حضرت محی الدین ابن عربی بہت بڑے صوفی بزرگ جن کی تصنیف فتوحات مکیہ تصوف کی سب سے مشہور کتاب ہے۔

حقارت : ذلت، بےعزتی

حیدرکرار : حضرت علیؓ کا لقب

خ

خاکسار : مثل خاک۔ عاجز

خرافات : بےہودہ باتیں، فضول بکواس

خلوت نشین : تنہائی پسند

خنجری : چھوٹی دف

د

دافع بلیات : مصیبت دور کرنے والا

دست : ہاتھ، پنجہ

دست پناہ : چمٹا

دشت : جنگل

دھندلکا : صبح یا شام کے وقت کا نیم اندھیرا

دیارِ غربت : اجنبی ملک/پردیس

دیوجانس کلبی : یونان کا مشہور فلسفی

ر

راک فلر : امریکی کروڑ پتی جو تیل کے کنوؤں کا مالک ہے

رقیب : حریف

رنجور : افسردہ

رواداری : مروت۔ پاس ولحاظ

ریحان : ایک خوشبودار پودا

ریزولیوشن : قرارداد

ز

زرفشاں : سنہرا، چمکدار

زرق برق : چمکدار

زمانۂ سلف : قدیم زمانہ

ژالہ باری : اولے پڑنا، اولوں کی بارش

SCERT TELANGANA

س

سادات : آلِ رسول ﷺ

سپرد کرنا : حوالے کرنا

ستیاناس : تباہی

ستیہ گرہ : سچ کی جدوجہد۔ پُرامن تحریک

سرکش : نافرمان

سفاک : بے رحم، ظالم

سلوتری : حیوانات کا ڈاکٹر

سمن : چنبیلی

سنبل : ایک خوشبودار گھاس

سنگلاخ : پتھریلی

سوئے وطن : وطن کی جانب

سینہ زوری : زبردستی

ش

شائستہ : مہذب

شد بد : سمجھ بوجھ، کسی کام کو تھوڑا سا جاننا

شغال : گیدڑ

شفق : وہ سرخی جو غروب آفتاب کے وقت آسمان پر نظر آتی ہے

شکر بجا لانا : احسان مند ہونا

شگاف : دراڑ

شوبھا : حسن۔ خوبصورتی

شہ : ترغیب، حوصلہ

ص

صحرا : جنگل، ویرانہ، ریگستان، بیابان

صور : بگل۔ بڑی آواز

ط

طائر : پرندہ

طمع : حرص، لالچ

ع

عاجز : بے بس، مجبور

عترت : اہل خاندان

عداوت : دشمنی

عش عش کرنا : نہایت پسند کرنا

علیم و خبیر : جاننے والا اور خبر رکھنے والا

عہد : زمانہ، دور

غ

غریب شہر : وطن سے دور پردیس میں رہنے والا

غمدیدہ : مصیبت زدہ

ف

فاقہ مست : تنگی میں مگن رہنے والا

فدیہ : خوں بہا، معاوضہ

فرقت : جدائی

SCERT TELANGANA

فرلانگ : دوسوبیس گز کا فاصلہ

فسوں : جادو

فلک : آسمان

فیاض طبع : سخی، دریا دل، فطرت

فی البدیہہ : فوراً۔ بے سوچے

فیل بان : مہاوت، ہاتھی چلانے والا

قدامت پسند : پرانی باتوں کو پسند کرنے والا

ق

قدر شناس : قدر کرنے والا

قلاش : غریب، کنگال

قیاس کرنا : اندازہ لگانا

قیصر ولیم : جرمنی کا شہنشاہ

کارِ خیر : نیک کام

ک

کاسہ : پیالہ، کٹورا

کاشف : کھولنے والا، ظاہر کرنے والا

کسولی : شملہ کے پاس ایک پہاڑی علاقہ جہاں کتے کے کاٹے کا علاج ہوتا ہے

کلمۂ حق : سچ بات، حق بات

کمک : مدد

کہنہ مشق : تجربہ کار

کیف آفریں : سرور پیدا کرنے والی، خمار آمیز

گ

گرانڈیل : بہت بڑا، شاندار

گلزار زادیاں : چمن کی بیٹیاں یعنی کلیاں

گوٹا کناری : سونے چاندی کے تاروں سے تیار کی گئی لیس جو دوپٹے یا ساڑی پر لگائی جاتی ہے

گور : قبر

گھنیانا : نفرت کرنا۔ کراہیت کرنا

گھورے : وہ جگہ جہاں کوڑا کرکٹ پھینکا جائے

لالہ : ایک قسم کا سرخ پھول جسکے اندر سیاہ داغ ہوتا ہے

ل

لوریاں : ننھے بچوں کو سنانے کے لئے لکھے گئے گیت / اشعار جو عورتیں بچوں کو سلانے کے لئے پڑھتی ہیں

م

ماتحت : نائب، مددگار

متواتر : مسلسل

محن : محنت کی جمع

مختار : مالک

SCERT TELANGANA

مردم خور	:	آدم خور۔ وہ جانور یا وہ لوگ جو آدمیوں کو کھا جاتے ہیں
مستثنیٰ	:	علاحدہ شدہ۔خارج کیا ہوا
مسخ ہونا	:	بگڑ جانا' خراب ہوجانا
معرفت	:	خدا شناسی' عرفان
معمور	:	بھرا ہوا' بسا ہوا
مفارقت	:	جدائی
مکیں	:	مکان میں رہنے والا
ملیاں	:	مٹی سے بنائی گئی اشیاء
من موہنی	:	دل کو چھو لینے والی' دل کولبھانے والی
موذی	:	تکلیف پہنچانے والا
موہوم	:	دھندلا،غیر یقینی
مہجور	:	جدائی جھیلنے والا

ن

نابکار	:	ناپاک،گنہگار
ناطقہ بند ہونا	:	لاجواب ہونا
نفریں	:	ملامت۔نفرت
نکہت	:	خوشبو
نگوڑی	:	بدنصیب۔بےکس عورت۔ لاوارث
نگہبانی	:	نگرانی، دیکھ بھال
نمناک	:	اداس،غمگین،رنجیدہ
وچار	:	خیال' فکر
وحشی	:	غیر مہذب۔جنگلی
نہاں	:	چھپا ہوا

ہ

ہاتھ پاؤں پھولنا	:	گھبرا جانا
ہنڈولہ	:	پالنا، گہوارہ، جھولا
ہیئت	:	شکل، بناوٹ

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے 19-2018

طلبا کے لیے ہدایات

پیارے بچو!

☆ آپ سب کو روانی کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہونا چاہیے۔ مختلف موضوعات جن کے بارے میں آپ جانتے ہیں از خود لکھنے کے قابل ہونا چاہیے۔ اگر آپ اچھا پڑھنا، لکھنا نہ جانتے ہوں تو اپنے معلم کی مدد سے سیکھیں۔

☆ آپ کی اکتسابی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اردو کی یہ درسی کتاب آپ ہی کے لیے ہی تیار کی گئی ہے۔ آپ کی اس کتاب میں آپ کے مطلوبہ استعداد کو ایک صفحہ پر درج کیا گیا ہے ان کا مطالعہ کیجیے تعلیمی سال کے اختتام تک آپ انہیں حاصل کر لیں۔

☆ ہر سبق کے ابتداء میں کوئی کوئی تصویر/ واقعہ/ متن/ اشعار دیے گئے ہیں ان کے بارے میں گفتگو کیجیے۔ اور سوالوں کے جواب دیجیے۔

☆ ''طلباء کے لیے ہدایات'' کے عنوان سے جو خانہ دیا گیا ہے اس میں درج ہدایات کو پڑھ کر سمجھیے۔

☆ جب استاد آپ کو درس دے رہے ہوں تو نئے الفاظ، نئے فقروں اور نئے موضوعات کے بارے میں استاد سے پوچھیے اور بحث و مباحثہ کے ذریعہ معلوم کیجیے۔

☆ کمرہ جماعت میں منعقد ہونے والے مباحثوں اور گروہی مشاغل میں آپ بھی شریک ہو کر مباحثہ میں حصہ لیں۔

☆ سبق کے آخر میں ''یہ کیجیے'' کے عنوان سے مشقیں دی گئی ہیں انہیں آپ کو از خود کرنا ہے۔ سوالوں کے جواب آپ کو خود لکھنا ہے کسی بھی صورت میں گائیڈ، اسٹڈی میٹر یل دیکھ کر سوالوں کے جواب نہ لکھیں۔ ورنہ تشکیلی جانچ (Formative Assessment) میں آپ کو نشانات نہیں دیے جائیں گے۔

☆ سبق میں دیے گئے منصوبہ کام، توصیف و ستائش سے متعلق سوالوں کے جواب کو اپنے دوستوں کی مدد سے مکمل کر سکتے ہیں۔ ان امور کی تکمیل کے طریقہ کار کو اپنے استاد سے پوچھ کر معلوم کیجیے۔ ان کی تکمیل کے بعد آپ کو یہ از خود بولنا ہوتا ہے کہ آپ نے کیا کیا ہے؟ کیسے کیا ہے؟ اور کیا سیکھا ہے؟

☆ تخلیقی صلاحیت کے اظہار کے تحت جو امور دیے گئے ہیں انکی تکمیل کے طریقہ کار کو اپنے استاد سے پوچھ کر معلوم کیجیے۔ انہیں آپ کو کمرہ جماعت میں لکھ کر بتلانا ہے۔ اس پر بحث و مباحثے کے بعد ہی اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

☆ زبان شناسی میں لفظیات کی مشقوں کو خود ہی مکمل کریں۔ مشکل باتوں کے تعلق سے ہی استاد سے سوال کر کے معلوم کریں۔

☆ زبان شناسی کے تحت قواعد کی مشقوں سے پہلے سمجھنے کے لیے مثالیں دی گئی ہیں۔ ان کے مطابق آسان الفاظ میں قواعد بیان کیے گئے ہیں۔ لہذا مثالوں کا بغور مطالعہ کر کے قواعد کو سمجھیں۔

☆ ہر سبق کے آخر میں ''کیا میں یہ کر سکتا/ کر سکتی ہوں'' کے عنوان سے چند فقرے دیے گئے ہیں۔ اگر آپ انہیں کر سکتے ہیں تو ''ہاں'' کی جگہ ✓ اور ''نہیں'' کی جگہ × کا نشان لگایے۔ جن امور کو آپ نہیں کر سکتے انہیں استاد کی مدد سے پورا کریں۔

☆ سرسری مطالعہ میں دیے گئے اسباق کا آپ خود مطالعہ کریں۔ اور ان کے متعلق آپس میں گفتگو کریں۔

☆ سبق سے متعلق دیگر کتابوں کو مدرسے کے کتب خانہ سے حاصل کر کے ان کا مطالعہ کریں۔

☆ لغت کو استعمال کرنے کی عادت ڈالیں۔ اخبارات، رسالے، کہانیوں کی کتابیں وغیرہ پڑھنے کی عادت ڈالیں۔

☆ چند اسباق میں اداکاری کرنا، ڈرامے پیش کرنا، ایک بابی ڈرامہ پیش کرنا، گیت گانا، نظموں کو یاد کر کے ترنم سے پڑھنا وغیرہ دیے گئے ہیں۔ انہیں آپ ہر حال میں سیکھیں۔

☆ آپ کو چاہیے کہ مضمون نویسی، خطوط نویسی، نعرے، ورقیے، مکالمے، پوسٹرس کی تیاری وغیرہ لکھنے کے قابل ہو جائیں۔

☆ تخلیقی صلاحیت کے اظہار کے تحت دیے گئے امور کی تکمیل کے بعد انہیں جمع کر کے کتابی شکل دیجیے اور کمرہ جماعت میں پیش کیجیے۔

SCERT TELANGANA

یادداشت

SCERT TELANGANA

یہ کتاب حکومت تلنگانہ کی جانب سے مفت تقسیم کے لیے ہے-19-2018

SCERT TELANGANA